[illegible]

الحمدللہ علیٰ توفیق الہدیٰ کہ رسالہ ہدایت انتما و مقالہ رشد ابتنا در بحث جہت قبلہ مقام مصلی المسمیٰ

قبلہ نما

۱۳۱۵ھ

تجلی ریز بدیہیات شمس العلوم حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم طا ... کی

در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلے آلہ واصحابہ اجمعین وعلی من تبعہم الی یوم الدین ۔ **بعد** حمد وصلوٰۃ بندہ ہیچمدان سراپا گناہ **محمد قاسم** ناظرین اوراق کی خدمت میں عرض پرداز ہے ۔ بارہ سو چرانوے ہجری ۱۲۹۴ آخر رجب مین پنڈت **دیانند** صاحب نے رڑکی مین آکر سر بازار مجمع عام مین مذہب اسلام پر چند اعتراض کیے حسب الطلب بعض احباب اور نیز بہ تقاضاے غیرت اسلام یہ ننگ اہل اسلام بھی شروع شعبان مین وہان پہنچا اور آرزوے مناظرہ مین سولہ ۱۶ سترہ روز وہان ٹھہرا رہا ۔ ہر چند چاہا کہ مجمع عام مین پنڈت جی سے اعتراض سنون اور بالمشافہہ بہ عنایت خداوندی اُسیوقت اُنکے جواب عرض کرون مگر پنڈت جی ایسے کاہے کو تھے جو میدان مناظرہ مین آتے ۔ جان چرانے کے لیے وہ وہ داؤ کھیلے کہ کاہےکو کسیکو سوجھتے ہین ۔ اعتراض تو مجمع عام مین کیا کیے پر مناظرہ مین اپنی قلعی کھلنے کا وقت آیا تو پچاس آدمیون سے زیادہ پر راضی نہ تھے ۔ وجہ پوچھی تو اندیشہ فساد زیب زبان تھا مگر نہ پہلے مناظرونکی نظیرون کا کچھ جواب نہ حسن انتظام سرکاری پر کچھ اعتراض ٹلانے کے لیے دعوی بلا دلیل سے مطلب تھا ۔ رمضان کی آمد آمد انکو بھی معلوم تھی ۔ اسواسطے یہ امید تھی کہ کچھ اور دن ٹلین تو یہ لوگ آپ ٹل جائینگے ۔ اسلیے متین کہین غیر متین دلائین حجتین کہین سعیین کرائین ۔ مگر وہان وہی نہین کی نہین رہی ۔ مجمع عام کی جا بدشواری دو ۲۰۰ سو تک آئے مگر اپنے مکان تنگ کے سوا اور کہین راضی نہوئے ۔ وقت صبح کے بدلے چھ بجے شام کے ٹھہرایا ۔ کمی وقت کی شکایت کی تو نو بجے تک کی اجازت آئی مطلب یہ تھا کہ ہماری فرودگاہ سے بلکہ شہر سے انکا مکان ڈیڑھ میل پر تھا ۔ نو بجے فارغ ہوکر چلے تو دس بجے پہنچے یا ایک گھنٹہ مین نماز سے فارغ ہوئے ۔ اُس وقت نہ بازار کھلا ہو جو کھانا مول لیجیے نہ خود پکانے کی ہمت جو یون اپنا انتظام کیجیے علاوہ برین برسات کا موسم مینہ برس گیا تو اور بھی اسکی زحمت ہو گئی ۔ غرض انکی یہ غرض تھی کہ یہ لوگ تنگ ہوکر چلے جائین اور ہم بیٹھے ہوئے بغلین بجائین پھر اسپر تحریر و تقریر کی شاخ اور اوپر لگی ہوئی غرض کچھ تو بوجہ نماز مغرب وقت مذکور مین گنجایش کم تھی رہی سہی اس تدبیر سے گئی گذری ۔ مگر جب بنام خدا ہمنے ان سب باتون کو سر رکھا تو منجملہ اُن شرائط کے انکے مکان پر مناظرہ ہونے کو سرکار نے اڑادیا حکام وقت نے قطعاً ممانعت کردی ۔ کہ سرحد چھاؤنی اور رڑکی مین مناظرہ نہونے پاے اور اس سے خارج ہو تو کچھ ممانعت نہین ۔ اسپر ہمنے میدان عیدگاہ وغیرہ مین پنڈت جی سے التماس قدم رنجہ فرمائی کیا تو پنڈت جی کو اپنے دن نظر آئے ۔ اور سواے انکار اور کچھ نظر نہ آیا ۔ لاچار ہوکر ہمنے یہ چاہا کہ اپنے اعتراض ہی بھیجدو تاکہ ہم ہی مجمع عام مین

ت و پرستش بت شرط ہی۔ اگر میری اس گزارش مین شک ہو تو پوچھہ دیکھین۔ ہندوستان ہنوز آباد ہی۔ ہزارہا بت پرست موجود ہین مگر اہل عقل کو نہ پوچھنے کی ضرورت نہ کسیکے بتلانے کی حاجت (عیان راچہ بیان) ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا بسبب نماز کے شروع سے لیکر آخر تک کوئی لفظ مشعر تعظیم کعبہ نہین آتا۔ ہر لفظ اور ہر فعل خدا کی تعظیم پر دلالت کرتا ہی۔ اول تو دست بستہ کھڑے ہوکر اللہ اکبر کہتے ہین جسمین موافق صورت حالی خدا کی بڑائی اور کبریائی کا بیان ہی۔ پھر سبحانک اللہم مین خدا کی پاکیزگی او ستودگی اور برکت اور علو شان اور توحید کا ذکر ہے۔ پھر اعوذ باللہ مین خدا تعالی سے اس بات کی استدعا ہوتی ہی کہ شیطان کے شر سے مجکو بچا لیجیے۔ پھر بسم اللہ مین اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے مدد مانگی جاتی ہی۔ اسکے بعد الحمد پڑہتے ہین۔ اسمین اول خدا تعالی کی تعریف اور اسکی ترتیب عالم اور اسکی رحمت عامہ اور خاصہ اور اسکی مالکیت اور اختیار جزا و سزا کا ذکر کرکے خدا سے ہدایت کی دعا مانگی جاتی ہی اسکے بعد قرآن مین سے کچھہ پڑھا جاتا ہی تاکہ اس حکمنامۂ خداوندی کی قرارت و سماعت سے جو امام و منفرد بکمال ادب کرتے ہین یہ ظاہر ہوجاے کہ ہم ہر طرح خدا تعالے کے مطیع فرمان ہین۔ اور اسلیے اسکے بعد رکوع اور سجدے ادا کیے جاتے ہین۔ تاکہ وہ قرارت و سماعت مثل افسانہ خوانی نہو جاے یا قرارت کتب زباندانی نہ سمجھی جاے۔ یعنی اول رکوع مین جسکی صورت یہ ہی کہ گھٹنون پر ہاتھ رکھکر جھک کے کھڑے ہوتے ہین۔ اس ہیئت سے اپنی حقارت کے اظہار کے بعد چند بار یہ پڑہتے ہین سبحان ربی العظیم جسکے معنے یہ ہین پاک ہے سب خرابیون اور عیبون اور برائیون سے میرا رب جو بڑی عظمت والا ہی۔ اسکے بعد کھڑے ہوکر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہین جسکا حاصل یہ ہی کہ جو اللہ تعالے کی تعریف کرتا ہی اللہ اسکی سنتا ہی۔ پھر اسکے بعد سجدہ کرتے ہین جسکی صورت یہ ہی کہ گھٹنے زمین پر ٹیک کر آگے بڑھکر دونون ہاتھ اور انکے بیچ مین اپنی پیشانی رکھدیتے ہین۔ اور اسوقت اس ہیئت سے اپنی پستی اور ذلت و خواری اور خاکساری کے اظہار کے بعد زبان سے یہ کہتے ہین سبحان ربی الاعلے جسکا حاصل یہ ہی کہ پاک ہے سب عیبون اور برائیون سے میرا رب جو بلند رتبہ والا ہی اور سب مین بلند ہی۔ اور اس اثنا مین رکوع مین جاتے وقت اور سجدہ مین جانے اور سر اٹھانے کے وقت وہی اللہ اکبر کہتے ہین جسکے معنے اول مرقوم ہوچکے ہین۔ اور دونون سجدونکے بیچ مین دعاے مغفرت و رحمت و ہدایت و رزق و جبر نقصان بھی کبھی کرلیتے ہین۔ اسکے بعد پھر اللہ اکبر کہکے کھڑے ہوجاتے ہین۔ اور بدستور سابق الحمد اور کچھہ قرآن اور رکوع اور دو سجدے ادا کیے جاتے ہین۔ اور پھر دوزانو مؤدب بیٹھکر اسکا اظہار کیا جاتا ہی کہ تعظیمات قلبی اور عبادات بدنی اور مالی کا مستحق خدا ہی ہی۔ اسکے بعد بغرض مکافات ہدایت و رہبری حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پیام سلام اور دعاے رحمت و برکت عرض کرکے اپنے لیے اور سب خدا کے فرمانبردارونکے واسطے دعاے سلام عرض کرکے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے دعا کرتے ہین۔ اور پھر اسکے بعد اپنے لیے اور اپنے مان باپ کے لیے اور تمام اہل اسلام کے لیے دعاے مغفرت و ہدایت وغیرہ ضروریات دینی کرکے نماز کو ختم کرنے کے لئے دائین بائین طرف منہ کرکے السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہکر فارغ ہوجاتے ہین اور اگر نماز کو اور طول دینا مقصود ہوتا ہی تو اس جلسہ مین دعا درود نہین پڑہتے۔ بعد بیان استحقاق عبادات و عرض سلام اللہ اکبر کہکر

اُنکے جواب سُنادین۔ اور مرضی ہو تو آؤ مناظرہ تحریری ہی سہی۔ مگر جواب تو درکنار پنڈت جی نے اپنی راہ لی۔ ناچار بیٹھ یہ
وہ جا مجبور ہوکر یہ ٹھہرائی کہ جو اُنکے اعتراض سننے والون سے سنے ہین اُنکے جواب مجمع عام مین سنادین مگر چونکہ یہ بات ا
جلسہ مین ممکن نہ تھی۔ اور ہمکو دربارہ توحید و رسالت وغیرہ ضروریات دین و اسلام بھی کچھ عرض کرنا تھا۔ اور بوجہ ہجوم بارش و خرا
راہ و قرب رمضان شریف زیادہ ٹھہرنے کی گنجایش نہ تھی۔ ایک جلسہ مین تو اُن تین اعتراضونکے جواب سُنائے جو سب مین مشکل
تھے۔ اور دو جلسونمین توحید و رسالت کا ذکر کرکے شب بست وسوم ماہ شعبان کو رڑکی سے روانہ ہوا۔ اور ایک دن منگلور اور دو تین د
دیوبند ٹھہر کر ستائیسوین کو اس قصبہ ویرانہ مین پہنچا جسکو نانوتہ کہتے ہین۔ اور اس خاکسار کا وطن بھی یہی ہے۔ یہان آکر یہ چاہا کہ
خدا دربارہ اعتراضات پنڈت جی صاحب اپنے ارادہ مکنون کو پورا کرون یعنی اُنکے جوابون کو لکھکر نذر احباب کرون۔ تاکہ اُنکو
اس نامہ سیاہ کے حق مین دعا کا ایک بہانہ ہاتھ آئے۔ اور خدا تعالیٰ کی عنایت اور رحمت اور مغفرت کو اپنی کارگزاری کا ح
ملے۔ مگر الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے میرا ارادہ پورا کیا۔ اور میری فہم نارسا کے اندازہ کے موافق اعتراضات مذکورہ کے جواب
مجکو سمجھائے۔ اب اوّل اعتراضات عرض کرتا ہون۔ اور اُن کے ساتھ اُنکے جوابات عرض کرتا ہون۔

اعتراض اوّل مسلمان ہندوؤن کو بت پرست کہتے ہین۔ اور آپ خود ایک مکان کو سجدہ کرتے ہین جسمین پتھر
پتھر ہین۔ جو مسلمان جواب دیتے ہین وہی بعینہ بت پرست کہہ سکتے ہین اس لیے مسلمان بھی بت پرستون سے کم نہین

جواب افسوس ہزار افسوس پنڈت دیانند صاحب کے کمالات کا ہندوؤن مین ایک غوغا ہے۔ اعتقاد کی بدولت نام
کی جگہہ لقب سرستی ہی زبان پر رہ گیا۔ مگر اسپر پنڈت جی کا یہ حال ہے کہ آسمان کو خاک مین ملائے دیتے ہین۔ استقبال کعبہ
اور بت پرستی کو برابر کردیا۔ اگر خود پنڈت جی کو ایسی باتون مین فرق کرنا نہین آتا تو یہ شہرہ کمال کس خیال پر مبنی ہے۔ اور اگر
دیدہ و دانستہ یہ حال ہے تو پھر اور کچھ احتمال ہے مین کیا عرض کرون (عاقلان خود میدانند) بغرض توضیح حقیقۃ الحال
چند باتین جنسے معلوم ہوجائے کہ استقبال کعبہ اور بت پرستی مین فرق زمین و آسمان ہے ان اوراق مین عرض کیے دیتا ہون شاید
کوئی صاحب فہم و انصاف مان جائے۔ اور پنڈت جی کی خرابی رائے پر مطلع ہوکر کچھہ اور فکر آخرت کرے

اوّل تو لفظ استقبال کعبہ اور لفظ بت پرستی ہی اسپر شاہد ہے کہ بت پرستی کو توجہ الی الکعبہ کے ساتھ کچھ نسبت نہین
لفظ اول کا مفہوم فقط اتنا ہی کہ کعبہ کیطرف منھ ہو۔ اور بت پرستی کا حاصل یہ ہے کہ بت معبود ہون۔ ہان اگر اہل اسلام
بھی دعوی کعبہ پرستی کرتے تو پھر پنڈت جی کا اعتراض بجا تھا۔ مگر اہل اسلام مین سے جس سے چاہو پوچھہ دیکھو مفہوم کعبہ
پرستی سے واقف ہی نہین **شعر** چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا ✦ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ✦

دوسرے اہل اسلام کے نزدیک کعبہ کیطرف منھ ہونا چاہیئے۔ نیت استقبال کی بھی ضرورت نہین چہ جائیکہ ارادہ عبادت
البتہ خدا کی عبادت کی نیت اور اُسکا ارادہ ہونا ضرور ہے۔ اگر یہ نہو تو پھر وہ نماز اہل اسلام کے نزدیک معتبر نہین اس سے
صاف ظاہر ہے کہ اہل اسلام خدا کی عبادت کرتے ہین۔ کعبہ کی عبادت نہین کرتے۔ اور بت پرستی کے لیے ارادہ اور نیت

ہین اس لیئے بت پرستی مین وہ بت ہی مقصود ہوتے ہین (ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا)

چھٹے اہل اسلام کے نزدیک مستحق عبادت وہ ہی جو بذات خود موجود ہو۔ اور سوا اُسکے اور سب اپنے وجود و بقا مین اُسکے محتاج ہون۔ اور سب کے نفع وضر کا اُسکو اختیار ہو اور اسکا نفع وضر کسی سے ممکن نہو اسکا کمال وجمال وجلال ذاتی ہو۔ اور سوا اُسکے سبکا کمال وجمال وجلال اسکی عطا ہو۔ مگر موصوف باین وصف اُنکے نزدیک بشہادت عقل و نقل سوا ایک ذات خداوندی کے اور کوئی نہین یہانتک کہ اُنکے نزدیک بعد خدا سب مین افضل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔ نہ کوئی آدمی اُنکی برابر نہ کوئی فرشتہ نہ عرش و کرسی انکے ہمسر نہ کعبہ انکا ہم پلہ مگر با اینہمہ اُنکو بھی ہر طرح خدا تعالی کا محتاج سمجھتے ہین۔ ایک ذرہ کے بنانیکا اُنکو اختیار نہین ایک رتی برابر کسیکے نقصان کی اُنکو قدرت نہین۔ خالق کائنات خواہ فاعل خواہ افعال اہل اسلام کے نزدیک خدا ہے وہ نہین اسی لیئے کلمہ شہادت مین جسمین مدار کار ایمان ہی یعنے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ خدا کی وحدانیت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور رسالت کا اقرار کرتے ہین۔ اس صورت مین اہل اسلام کی عبادت سوائے خدا اور کسی کے لئے متصور نہین۔ اگر ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوتی۔ مگر جب اُنکو بھی عبد ہی مانا معبود نہین مانا۔ بلکہ انکی افضلیت کی وجہ اُنکی بکمال عبودیت اور عبدیت کو ٹھہرا دیا تو پھر خانہ کعبہ کو انکا معبود اور مسجود قرار دینا بجز حماقت و کم فہمی و جہالت اور کیا ہو سکتا ہے۔ البتہ بت پرستون بلکہ اکثر ہنود کے طور پر خدا تعالی مستحق عبادت نہین اگر ہین تو مہادیو اور بشن اور برہما ہین۔ کیونکہ خدا تعالی کو یہ صاحب اکرتا کہتے ہین یعنی معطل سمجھتے ہین۔ اور عالم کے تمام کار و بار مہادیو وغیرہ کے اختیار مین سمجھتے ہین۔ اور اسلیے ہر کسیکا نفع وضر بھلائی برائی کا مالک و مختار انہین کو خیال کرتے ہین۔ اور ظاہر ہی کہ عبادت اطاعت اور فرمانبرداری کا نام ہے اور اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے یہ ضرور ہی کہ جسکی اطاعت کیجائے یا اُس سے امید نفع ہو۔ یا اندیشہ نقصان۔ چنانچہ نوکرونکی اطاعت امید پر ہوتی ہے۔ اور محکومون اور مظلومونکی فرمانبرداری اندیشہ پر۔ باقی محبوبونکی رضاجوئی مین۔ ہرچند نوکرون کی سی امید اور محکومون اور مظلومون کا سا اندیشہ نہین ہوتا۔ مگر جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ امید آرزوے حصول امر محبوب کا نام ہے۔ اور اندیشہ زوال امر محبوب کے خوف کو کہتے ہین۔ تو یہ قاعدہ عاشقون کی فرمانبرداری مین بدرجہ اعلی نظر آتا ہے۔ بالجملہ طاعت کی بنا امید اور اندیشہ پر ہے۔ سو یہ دونون بت پرستون اور اکثر ہنود کے عقائد کے موافق مہادیو اور بشن وغیرہ سے متعلق ہین۔ خدا سے ان دونون کو کچھ تعلق نہین۔ اسلیئے یہ لازم ہے کہ اُنکے طور پر مہادیو وغیرہ تو مستحق عبادت ہون اور خدا تعالی مستحق عبادت نہو۔ غرض اہل اسلام کے طور پر خانہ کعبہ مستحق عبادت نہین۔ اور اکثر ہنود کے خیالات کے موافق بت مستحق عبادت ہین۔ کیونکہ وہ بزعم خود اُنکو مہادیو وغیرہ سمجھتے ہین اس لئے کعبہ کو معبود و مسجود کہنا غلط ہوگا۔ بلکہ سمت سجدہ اور جہت سجدہ و عبادت کہنا پڑیگا۔ اور بتون کو خدا معبود اور مسجود کہنا لازم ہوگا۔ (ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا)

ساتوین فرق کبھی فاعل کی کسی کیفیت کا تابع ہوتا ہے۔ اور کبھی مفعول کی کسی کیفیت کا تابع ہوتا ہی سو علم اور حکم کو

کھڑے ہوجاتے ہین۔ اور بدستور سابق ارکان مذکورہ ادا کئے جاتے ہین۔ اور وقت اختتام بطور مذکور مودب بیٹھکر عرض مذکور سے فارغ ہوکر درود و دعا پڑھتے ہین اور سلام بطور مذکور کہکر فارغ ہوجاتے ہین۔ مگر اس دائین بائین طرف سلام پھیرنے مین اُسکی طرف اشارہ ہی کہ وقت نماز گویا مین اس عالم سے باہر چلا گیا تھا۔ اور ماسوی اللہ سے فارغ ہوکر اُسکی درگاہ مین پہنچگیا تھا۔ اُسکے بعد اب پھر آیا ہون۔ اور موافق رسم آیندگان ہر کسیکو سلام کرتا ہون۔ اُسکے بعد پھر خدا تعالے کے سامنے اظہار عجز و نیاز کرتے ہین۔ یعنی ہاتھ اُٹھا کر اپنی آرزوئین مانگتے ہین۔ اور پھر فارغ ہوکر حسب توفیق خدا کی حمد و ثنا و تسبیح و تکبیر اور توحید کا ذکر کرتے رہتے ہین۔ اور پھر اُٹھکر اپنے اپنے کامون مین مشغول ہوجاتے ہین۔ غرض اس بیان اجمالی سے یہ بھی آشکارا ہوگا کہ نماز مین اول سے آخر تک خدا ہی کی بڑائی اور عظمت کا اظہار ہوتا ہی اور اپنی ذلت و خواری کا اُسکے سامنے اقرار۔ خانہ کعبہ کا نام تک نہین آتا۔ اور غیر خدا کی پرستش مین اول سے آخر تک اُس غیر ہی کی بڑائی اور اُسکی خوشامد ہوتی ہی۔ اور اُسکے سامنے اپنی ذلت و خواری کا اظہار اور اقرار ہوتا ہی۔ بُت پرستی مین اُن پتھرون اور مورتون کی تعظیم ہوتی ہی جنکو اپنے آپ مہادیو اور شب وغیرہ بنا لیتے ہین اور گایتری مین آفتاب کی تعظیم ہوتی ہی اور انہین پتھرون وغیرہ کے سامنے اظہار عجز و نیاز ہوتا ہی غرض بت پرستی کو نماز سے کیا نسبت (چہ نسبت خاک را با عالم پاک) ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ مگر پنڈت جی کی باریک بینی دیکھیے۔ نماز اور بت پرستی کو برابر کئے دیتے ہین۔ ✦

چوتھے اہل اسلام کے نزدیک وقت نماز دیوار ہای کعبہ کا مقابل ہونا شرط نہین۔ اگر بالفرض وہ دیوارین منہدم ہوجائین تب بھی نماز اُسطرف کو ادا کرینگے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن زبیر کے زمانہ مین جو حضرت ابو بکر صدیق رض خلیفہ اول کے نواسے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھیرے بھائی کے فرزند تھے یہ اتفاق ہوا کہ انہون نے بغرض تکمیل بنا کعبہ بنا اول کو یہانتک منہدم کرایا کہ نیو تک کھلوا ڈالی اور پھر اسکے بعد نئے سر سے حسب دلخواہ تعمیر کرایا اس اثنا مین نماز بدستور قدیم جاری رہی۔ اگر دیوار کعبہ مسجود اور معبود اور مقصود ہوتی تو اس زمانہ مین نماز موقوف رہتی بہت ہوتا تو یہ ہوتا کہ بعد تعمیر ایام گذشتہ کے عبادت قضا کیجاتی۔ اور بت پرستی مین ظاہر ہی کہ مقصود اور معبود اور مسجود بت ہوتے ہین۔ یہی وجہ ہی کہ کسی شوالے یا مندر مین سے بتونکو اُٹھا کر کہین اور رکھدین تو پھر سارے فرض وہین ادا ہوتے ہین۔ مکان اول کو کوئی نہین پوچھتا ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

پانچوین خانہ کعبہ کو اہل اسلام بیت اللہ کہتے ہین۔ اللہ یا خدا نہین کہتے۔ اور ظاہر ہی کہ اگر کوئی شخص کسی مکان کی طرف جاتا ہے تو مکین مقصود ہوتا ہی۔ اُسطرف کو آداب نیاز بجا لاتا ہی۔ تو اُس آداب و نیاز کو ہر شخص صاحب خانہ کے لئے سمجھتا ہی۔ غرض جیسے کسی تخت نشین کو اگر اُس تخت کیطرف جھک کر سلام کرتے ہین تو وہ سلام صاحب تخت کو ہوتا ہی خود تخت کو نہین ہوتا۔ اور یہ بات اتنی ظاہر ہی کہ کسی دیوانہ کو بھی تردد نہین ہوتا۔ ایسے ہی عبادت سمت بیت اللہ کو خیال کیجئے اور دیدہ و دانستہ دوسرا احتمال پیدا نہ کیجئے بالجملہ لفظ بیت اللہ بشرط فہم و عقل اس جانب مشیر ہی کہ خانہ مقصود نہین۔ صاحب خانہ مقصود ہی۔ اور بت پرست اپنے بتونکو خانہ خدا یا کرسی خدا یا تخت خدا نہین سمجھتے مہادیو یا شب یا گنیش وغیرہ سمجھتے ہین۔ اور چونکہ ان بزرگوار ونکو بت پرستان ہند مستحق عبادت سمجھتے

مناسب ہے کہ ہر کوئی اپنا جدا قبلہ بنائے۔ اسلئے خداوند کریم نے ایک جہت مقرر فرما دی۔ اس سمت کی تعیین کی وجہ وہ جانے ہمکو
اپنا کام کرنا چاہیئے۔ غرض استقبال کعبہ مین حسب اعتقاد اہل اسلام نیت خدا کی عبادت ہوتی ہے اور تعیین جہت معینہ خدا کی
طرف سے فقط دفع حرج اور انتظام ملت کیواسطے ہے مثل بت پرستی پرستش غیر نہین جو کسی اعتقاد مخالف واقع کے لحاظ سے
اسکو حکم خداوندی نہ کہہ سکین۔ ہان بت پرستی اور آفتاب پرستی اور آتش پرستی مین یہ اعتقاد پہلے چاہیے کہ یہ چیزین مستحق عبادت
ہین۔ اور چونکہ استحقاق عبادت کے لئے اختیار نفع و ضرر ضرور ہے تو اشیاء مذکورہ کو صاحب اختیار ماننا پڑیگا۔ وجہ اسکی یہ ہے
کہ دوسرے کی تابعداری اور اُسکے سامنے عجز و نیاز بے اسکے متصور نہین کہ یا اُس سے امید حصول مطلب ہو جیسے سائلون اور
نوکرون کو مالدارون اور اپنے آقاؤن سے ہوتی ہے یا اندیشہ فوت مقصود ہو جیسے مظلومون اور رعیت کے لوگون کو ظالمون
اور حاکمون سے ہوتا ہے اور یہ دونون نہون تو پھر اطاعت اور نیازمندی کی کوئی صورت نہین۔ محبوبونکی اطاعت کیجاتی ہے
تو اُسکی بنا بھی خوشی اور ناخوشی کے لحاظ پر ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خوشی محبوب مین حصول امید اور ناخوشی محبوب مین
ناامیدی ہوتی ہے۔ مگر جب مدار کار اختیار نفع و ضرر پر ٹھہرا تو پھر اُسکے ساتھ یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ان چیزونکو کارخانہ وجود
کا اختیار ہے۔ اور یہ اختیار بے اسکے متصور نہین کہ وجود ان اشیاء کے حق مین خانہ زاد ہو عطاء غیر نہو۔ یعنی یہ چیزین خالق
ہون مخلوق نہون۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد غیر اللہ کی نسبت کسقدر مخالف واقع ہے۔ اور چھوٹی باتون مین تو مراتب اسکا یہ ہے
کی تغیر و تبدیل ہوتی ہے۔ انسان عوض گدھے کے خبر دے تو ایک ممکن اور مخلوق کی جگہہ دوسری ممکن اور مخلوق کو
ذکر کر دیا اور خالق کی جگہہ مخلوق کو رکھدیا تو یون کہو واجب کی جگہہ ممکن کو رکھدیا۔ غرض اس سے بڑھکر کوئی بات
خلاف واقع نہین۔ بالخصوص پرستش اصنام مین تو علاوہ اعتقاد مذکور یہ اور طرہ ہے کہ وہ مخلوقات بھی نہین جنکو صاحب
اختیار سمجھ رکھا تھا اُنکی جگہہ اُنکی تصویرین بلکہ نام فقط ہوتے ہین ہر چند تصویر کی صورت مین بھی یہ گفتگو تھی کہ ذی
صورت یعنی مہادیو وغیرہ بخیال اختیار مذکور معبود تھے لوجہ صورت معبود نہ تھے جو صورت پرستی کی کوئی صورت ہوتی
یا اینہمہ اب تو وہ صورت بھی نہین۔ خدا جانے اُنکی صورت کیا ہوگی سو فی الحال تو ایک پتھر لنبا لیا اور اُسکا نام مہادیو وغیرہ
رکھدیا اور پرستش کرنے لگے۔ اسکو تو تصویر پرستی بھی نہین کہہ سکتے۔ ہان اسم پرستی کہہ سکتے ہین۔ مگر یہ ہے تو یہ معنی ہوئے
کہ نام کے ساتھ وہ کام کرنے چاہیئین جو نام والے کے ساتھ کرنے چاہیئین۔ باپ کے ہمنام کو ماکے پاس جانے سے منع
نکرے۔ اور داماد کے ہمنام کو بیٹی کے پاس جانے سے نروکے۔ اور بہنوئی کے ہمنام کو بہن سے عیش و عشرت کرانے
مین خلل انداز نہو۔ بالجملہ بت پرستی اور استقبال کعبہ مین زمین و آسمان کا فرق ہے (چہ نسبت خاک را با عالم پاک)
پرستش غیر ہرگز حکم خدا نہین ہو سکتا۔ اور اس وجہ سے یہ یقین ہے کہ بید کلام خدا نہین۔ یا جعلسازون کی شرارت سے
اسمین تحریف ہوئی۔ ورنہ بید کلام خدا ہوکر غیر محرف ہوتا تو اسمین تعلیم پرستش غیر نہوتی۔ اور اس لئے اب اسکی ضرورت نہین
کہ کلام خدا ہونے کے لئے اول برہما کا دعوی پیغمبری کا کرنا اور پھر اُنکا بید کو کلام خدا کہنا اسکے بعد مجموعہ بید کو قرناً بعد قرن

دیکھا تو علم تابع معلوم ہوتا ہے۔ اور حکم تابع حاکم۔ مطلب یہ ہے کہ علم مین عالم کی رضا اور اختیار کو دخل نہین۔ جیسا معلوم ہوتا ہے علم اُسکے مطابق ہوتا ہے اور بوجہ غلطی اُسکے مخالف ہو تو وہ حقیقت مین علم نہین فقط کہنے کو علم ہے۔ اور حکم مین حاکم کو اختیار ہوتا ہے اپنی مرضی کے موافق جو چاہے حکم دے۔ محکوم کی مرضی کو اسمین دخل نہین ہوتا بلکہ محکوم کو لازم یہ ہے کہ حکم حاکم سنکر چون و چرا نکرے۔ اور اپنی مرضی کے موافق کوئی صورت تجویز نکرے بلکہ حاکم کی مرضی کا تابع رہے۔ جو کچھہ سنے اُسی کے موافق بجالاے۔ اور سنتے ہی مثل دست و پا بے سوچے سمجھے فکر تعمیل کرے۔ اور حکم حاکم کو مرگ مفاجات سمجھکر مردہ وار بے دست و پا ہو جاے۔ اور کان تک نہ ہلائے۔ مگر ہان یہ بات قابل لحاظ ہی کہ اگر وہ حکم کسی ایسے علم اور اعتقاد پر مبنی ہو جو خلاف واقع ہو تو پھر اُس حکم کو نسے تامل اغوا ر شیطانی سمجھے۔ ارشاد خداوندی کا وہم بھی دلمین نہ لائے۔ جو تحقیق کیفیت روایت کی نوبت آئی۔ کیونکہ لاجرم علم تابع معلوم ہوتا ہی۔ مثل حکم تابع حاکم نہین ہوتا ہو باوجود مخالفت واقع بھی خواہ مخواہ امتثال امر پر آمادہ ہو۔ مگر یہ ہی تو پھر استقبال قبلہ مین تو خواہ مخواہ تعمیل لازم ہے۔ فقط اسکی تفتیش تو لازم ہی کہ یہ حکم خدا ہے یا نہین کیونکہ اس حکم کو دیکھا تو کسی اعتقاد خلاف واقع پر مبنی نہین۔ بلکہ کسی اعتقاد واقعی کی بھی ضرورت نہین فقط حکم خداوندی کی ضرورت ہی۔ کیونکہ حاصل استقبال کعبہ تو اتنا ہی ہے کہ وہ سمت جہت قیام و رکوع و سجدہ عبادت ہے۔ سو اسکے لئے کسی اعتقاد کی ضرورت نہین۔ فقط خدا کے ارشاد کی حاجت ہے۔ البتہ اگر موافق اہل اسلام استقبال کعبہ مین کعبہ پرستی ہوتی تو بیشک مثل بت پرستی یہان بھی اس اعتقاد کی ضرورت ہوتی۔ کہ کعبہ مستحق عبادت ہے مگر اہل اسلام کے اعتقاد کے موافق استقبال کعبہ کا حاصل کل اتنا ہے کہ خدا کی عبادت اس طرف کیا کرو۔ اور وجہ اس تعیین کی ہر چند اصل مین یہ ہے کہ وہ تجلی گاہ ربانی ہے۔ چنانچہ انشاء اللہ تعالی جواب ثانی مین واضح ہو جائیگا۔ مگر کہنے کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ ہمارا خدا جہت سے منزہ ہے۔ اور انسان مقید فی الجہتہ۔ اگر خدا کی طرف سے یہ حکم ہو کہ جہت سے علیحدہ ہو کر عبادت جسمانی ادا کیا کرو تو یہ تو تکلیف مالایطاق ہے۔ خدا کی عنایتونکو دیکھیے تو یہ تشدد ممکن نہین معلوم ہوتا۔ اور اگر یہ اجازت ہو کہ جسطرف کو جسکا جی چاہے سجدہ کرلیا کرے۔ تو اسمین انتظام اور اتفاق کی کوئی صورت نہین۔ اور ظاہر ہے کہ اتفاق بنی آدم بالخصوص دینیات مین ایسی عمدہ چیز ہے کہ اُسکی حقیقت کی تحصیل کے لئے اگر صورت اتفاق بھی مطلوب ہو تو ایسا ہے جیسے انسانیت کا طالب انسان صورت سے ہو جیئے یعنی جیسے انسانیت انسان ہی کی صورت مین ہوتی ہے۔ گدھے گھوڑے وغیرہ کی صورت مین نہین ہوتی ایسے ہی اتفاق بھی ہوگا تو اتفاق ہی کی صورت مین ہوگا۔ القصہ اتفاق خاصکر دین مین بہت ضرور ہے ورنہ کشت و خون اور ہزارون فساد کا اندیشہ ہے۔ اور اتفاق اگر ہوگا تو اپنی ہی صورت مین ہوگا۔ اسلئے لحاظ انتظام و اتفاق و اتحاد فی الاستقبال ضرور ہی اور بالکل عبادت جسمانی کو آزاد کیجیے تو پھر ایسا قصہ ہی کہ دلمین ترحم اور سخاوت ہو پر ہاتھ کو روک لیجیئے۔ دل مین شجاعت ہو اور جان بوجھکر ہاتھ پاؤں نہ ہلایئے غرض نہ یہ ہو سکے کہ عبادت جسمانی کو نسیامنسیا کر دیجیے۔ اور نہ یہ

لوئی مبتلاے تو بہی حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آجتک کسی مین ہوے ہین - اور ایسے لوگون کو ایسی حالت مین اسطرح
لس نے مسخر کیا ہے کہ یا وہ خرابی و خرابی تھی کہ نہ عقیدے صحیح نہ اخلاق درست نہ احوال سنجیدہ نہ افعال پسندیدہ اور یا یہ تہذیب
آگئی کہ تھوڑے سے عرصہ مین اُنہین جاہلون گردنکشون بداخلاقون بداعمالونکو رشک علماء و حکما بنا دیا - اس اعجاز تاثیر سے بڑھکر
بھی کوئی اعجاز ہوگا کوئی مبتلاے تو بہی کسکی صحبت مین یہ اثر تھا - اور کسکی تعلیم مین یہ تاثیر تھی پھر باوجود بیسروسامانی د قوت و
شوکت مخالفین عربون کی تسخیر کے ذریعہ سے اپنا دین شرق سے غرب تک ایک تھوڑے سے عرصہ مین پھیلا دیا - اور تمام سلطنتونکو
زیروزبر کرکے اور دینونکو مغلوب کر دیا - مگر نہ ہوا و ہوس کا پتہ نہ محبت دنیا کا نشان - باوجود اسقدر غلبہ اور شوکت کے آپ اور آپکے خلفا
واتباع و انصار کا یہ حال تھا کہ نہ مال سے مطلب نہ دولت سے غرض خزانہ کو امانت سمجھتے تھے - اور ذرہ بھر خیانت اُس مین
روا نہ رکھتے تھے - اپنے لئے وہی فقر و فاقہ - وہی فرش زمین وہی لباس پشمین وہی پرانے مکان وہی قدیمی سامان - باوجود
اس دست قدرت کے نفرت بجز اسکے متصور نہین - کہ خدا کی محبت کے غلبہ کے باعث جواہر اور خزف ریزے برابر تھے - اور زرو
نقرہ کلوخ خاک سے کمتر - جیسے بضرورت پاخانہ پیشاب کو جاتے تھے - ایسے ہی بضرورت روپیہ پیسے کو ہاتھ لگاتے تھے پر دل مین
سواے محبوب اصلی موجود لم یزلی اور کسی کی جا تھی مفلسون کے زہد کو اس ترک و تجرید سے کیا نسبت - یہان عصمت بی بی بیچارگی کا معاملہ ہے
اور یہان (قرار در کف آزادگان نگیرد مال) کا حساب تھا - ان اخلاق حمیدہ اور احوال پسندیدہ اور افعال سنجیدہ پر سوائے محبت
الٰہی اور خوف خداوندی لور کاہے کا گمان ہوسکتا ہے - مگر عناد بد تو موافق (چشم بد اندیش کہ برکندہ باد) سب خوبیان برائیون سے
بدتر نظر آتی ہین - خیر بد اندیشون کی آنکھون مین تو خاک - مطلب ضروری عرض کرنا چاہیے کہ کمالات کتنے ہی کیون نہون - اور کیسے
کیون نہون کل دو قسمون مین منحصر ہین - ایک کمالات علمی دوسری کمالات عملی جیسے اشکال ہندسی یعنی جنمین احاطہ ہو
باوجود لاتناہی مثلث اور دائرہ کی طرف راجع ہین - چنانچہ ظاہر ہے کہ مربع مستطیل معین شبیہ معین منحرف تو فقط دو
مثلثون سے مرکب ہین - اور مخمس مسدس مسبع وغیرہ مین اگر تساوی اضلاع بھی ہے تب تو دائرہ اور مثلث دونونکا لگاؤ ہے
ورنہ فقط مثلثون کی ترکیب ہوتی ہے - ایسے ہی کمالات خداوندی باوجود لاتناہی انہین دو کمالون یعنی کمال علمی و کمال
عملی کی طرف راجع ہین - مگر جیسے سمع بصر کمالات علمی مین داخل ہین ایسے ہی ہمت ارادہ محبت مثل اخلاق کمالات عملی مین
شمار کئے جاتے ہین کیونکہ جیسے کمالات علمی سے یہ مطلب ہے کہ مصدر او مخزن اور آلہ علوم ہون ویسے ہی کمالات عملی
سے یہ غرض ہے کہ مصدر اور آلات اعمال ہون سو ظاہر ہے کہ ہمت و ارادہ و محبت و جملہ اخلاق مصادر اعمال اور الات
اعمال ہین - مگر جب خدا کے کمالات سب انہین دو قسمون مین منحصر ہوئے تو بندونکے کمالات بدرجہ اولیٰ انہین دو مین
منحصر ہونگے - کیونکہ یہان جو کچھ ہے سب وہین کا ظہور ہے - سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونون کمالون مین
کامل بلکہ اکمل ہوئے تو پھر آپکے کمال مین شک کرنا بجز نقصان طبیعت و خرابی فہم متصور نہین - تماشا ہے یا نہین کہ
رستم کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت تو بذریعہ مشاہدہ معاملات مسلم ہوجاے اور رسول اللہ صلعم کا کمال دونون کمالون مین

بروایات صحیحہ ثابت کرنا چاہیے۔ ہان بہ نسبت قرآن شاید کسیکو بھی خیال ہو۔ اور سوجہ سے اُسکے احکام بالخصوص استقبال کعبہ مین تامل ہو اسلیے یہ گذارش ہے کہ ہمارے قرآن مین خود قرآن کا کلام خدا ہونا موجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت اور خاتمیت کا اظہار موجود اور پھر روایت کا یہ حال کہ ہر قرن مین ہزارون حافظ چلے آتے ہین۔ علاوہ برین ہم دعوی کرتے ہین کہ اگر اور مذہبونکے پیشوا فرستادۂ خدا اور منجملہ خاصان خدا تھے۔ تو ہمارے پیغمبر بدرجہ اولی فرستادۂ خدا اور مقبول خدا ہین۔ اگر اورون مین فہم و فراست تھا تو یہان کمال فہم و فراست تھا۔ اور ونمین اگر اخلاق حمیدہ تھے تو یہان ہر خلق مین کمال تھا۔ اگر اور ونمین معجزے اور کرشمے تھے تو یہان اُنسے بڑھکر معجزے اور کرشمے تھے۔ فہم و فراست اور اخلاق حمیدہ کے ثبوت پر موافق و مخالف دونون گواہ ہین۔ موافقونکی گواہی کے ثبوت کی تو حاجت ہی نہین۔ ہان مخالفونکی گواہی کا ثبوت چاہیے سو دیکھیے آج کل اہل یورپ کو تاریخ دانی اور تنقیح وقایع مین زیادہ دعوی ہے اور اُنکا دعوی بظاہر بجا ہے۔ وہ سب باوجود مخالفت معلوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی کو عقل اور اخلاق کا نتیجہ سمجھتے ہین۔ اب رہا کمال عقل و فہم اُسکا ثبوت یہ ہے کہ اگر کلام اللہ شریف کلام خدا ہے اور بیشک بحکم عقل و انصاف کلام خدا ہے تب تو اُس مین آپکو خاتم النبیین کہکر یہ جتلا دیا ہے کہ آپ سب انبیا کے سردار ہین۔ کیونکہ جب آپ خاتم النبیین ہوے تو یہ معنی ہوئے کہ آپکا دین سب دینون مین آخر ہے۔ اور چونکہ دین حکمنامہ خداوندی کا نام ہے۔ تو جسکا دین آخر ہوگا وہی شخص سردار ہوگا۔ اُسی حاکم کا حکم آخر رہتا ہے جو سبکا سردار ہوتا ہے اور اگر بالفرض بالفرض محال حسب زعم معاندین یہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہے تو چونکہ اُسکے کسی مضمون پر آجتک کسی صاحب عقل سے اعتراض نہین ہوسکا۔ اور اُسکے کسی عقیدہ اور کسی حکم مین کسی عاقل کو جاے انگشت نہادن نہین ملی۔ اور کبھی کسی بات مین کسیکو کچھ تامل ہوا ہے تو حامیان دین احمدی نے جوابات دندان شکن سے حق و باطل کو واضح کرکے اُس مضمون کو ثابت کر دیا ہے۔ اور پھر با اینہمہ کسی سے دو چار سطرین بھی عبارت و مضامین مین اُسکے مشابہ نہ بن سکین۔ چنانچہ آجتک اہل اسلام کا یہ دعوی اُسی زور شور پر ہے جو اول تھا تو یون کہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر دفتر اہل فہم و اہل عقل تھے۔ جو باوجود اُمّی ہونے کے ایسے ملک مین جہان اُس زمانہ مین علم کا نام نہ تھا ایسی حالت مین کہ لڑکپن مین یتیم جوانی مین بیکس مفلس اول سے آخر تک نہ کوئی مربی نصیب ہوا نہ کوئی رہبر میسر آیا ایسی کتاب لاجواب تصنیف کر گئے۔ اب اخلاق کی سُنیے۔ عرب کے لوگ تو جاہل۔ تندخو۔ جفاکش۔ جنگجو۔ اس بات مین نہ کوئی اُنکا ثانی ہوا نہ ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس زمانہ مین یہ کیفیت کہ فقر و فاقہ بجاے آب و نان اور بیکسی و مفلسی مونس جان۔ نہ بادشاہ تھے نہ بادشاہزادے۔ نہ امیر نہ امیرزادے۔ نہ تاجر تھے نہ لٹتے۔ کبھی اونٹ بکریان چراکر پیٹ پالا۔ کبھی کسی کی محنت مزدوری نوکری چاکری کرکے دن بسر کئے۔ غرض خزانہ۔ مال۔ دولت کچھ نہ تھا جسکی طمع مین عرب کے جاہل تندخو جنگجو مسخر ہو جاتے۔ آپ صاحب فوج نہ تھے جو وہ سرکش مطیع بن جاتے۔ یہ تسخیر اخلاق نہ تھی تو اور کیا تھی جو وہ لوگ جہان آپکا پسینہ گرتا تھا خون بہانے کو تیار۔ جہان آپ قدم رکھین سر کٹانے کو موجود۔ یہانتک کہ اُنہین بیسر و سامانون نے شہنشاہی ایران و روم کو خاک مین ملا دیا۔ اور مشرق سے مغرب تک اسلام کو پھیلا دیا۔ ایسے اخلاق

سنیے حضرت موسی علیہ السلام کی بدولت اگر زمین پر رکھے ہوے ایک پتھر مین سے پانی کے چشمے نکلتے تھے تو کیا ہوا۔
زمین اور پتھرون سے پانی نکلا ہی کرتا ہی۔ کمال یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک مین سے پانی
کے چشمے نکلتے تھے جس سے لشکر کے لشکر تشنہ کام سیراب ہوجاتے تھے۔ گوشت پوست سے پانی کا نکلنا جس سے علاوہ اعجاز ایک
جسم مبارک کی برکت کا اثر نظر آتا ہی۔ ایسا عجیب ہی کہ اعجاز موسوی کو اُس سے کچھ نسبت نہین۔ خاصکر جب یہ دیکھا جاے کہ وہان
جو کچھ ہوتا تھا بعد ضرب عصا ہوتا تھا جس سے خواہ مخواہ یہی احتمال دلمین کھٹکتا ہی کہ ہو نہو ضرب عصا سے پتھر کے
مسامات کھل گئے اور نیچے سے پانی آنے لگا۔ غرض اعجاز موسوی مسلم مگر اعجاز محمدی مین جو بات ہے وہ بات کہان نہ وہ برکت
جسمانی نہ وہ کمال اعجاز۔ اور سنیئے حضرت موسی علیہ السلام کا عصا اگر اژدہا بنگیا اور حضرت عیسے کی دعا سے مردہ زندہ ہوگیا یا
گارے سے ایک جانور کی شکل بنا کر خدا کی قدرت سے حضرت عیسے علیہ السلام نے اڑادیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک
کے مس کی برکت سے کبھی کا سوکھا کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہو کر آپکے فراق مین اور خدا کے ذکر کی موقوفی کے صدمہ سے
چلایا علے ہذا القیاس پتھرون اور سنگریزون کے سلام اور شہادت اور تسبیحات حاضرین نے سنین اہل فہم کے نزدیک ان اعجازونکو
اس اعجاز سے کیا نسبت حضرت موسی علیہ السلام کا عصا اگر زندہ ہوا تو اژدہا کی شکل مین آکر زندہ ہوا اور پھر وہی حرکات اُس سے
سرزد ہوئین جو اور سانپون اور اژدہون سے ہوتے ہین۔ علی ہذا القیاس حضرت عیسی علیہ السلام کی برکت سے اگر گارے سے حرکات
زندونکے سے سرزد ہوئین تو جبھی سرزد ہوئین جب وہ گارا پرندے کی شکل مین آگیا۔ آخر زندون کی شکل کو زندگانی سے کچھ تو
علاقہ اور مناسبت ہے جو یہ ملازمت ہے کہ زندگانی زندونکی شکل سے علحدہ نہین پائی جاتی اس صورت مین زندگانی اُتنی
مستبعد نہین جتنی اشکال زندگان سے علحدہ زندگانی مستبعد ہی اور پھر آثار زندگانی بھی سرزد ہوے تو بجز پرواز اور کیا سرزد
ہوے یہ وہ بات ہے جسمین تمام پرندے شریک ہین مگر سوکھے ستون کی زندگانی اور سنگریزون کی تسبیح خوانی مین نہ شکل و صورت
کا لگاؤ ہے نہ کوئی ایسا برتاؤ ہے جسمین اور ہمجنس شریک ہون۔ یہ وہ باتین ہین کہ جمادات بلکہ نباتات اور حیوانات تو کیا
بنی آدم مین سے بھی کسی کسی کو یہ شرف میسر آتا ہی۔ سوکھے ستون کا فراق نبوی مین رونا یا موقوفی خطبہ خوانی سے جو اُس کے
قرب و جوار مین ہوا کرتی تھی چلّانا اُس محبت خدا اور رسول پر دلالت کرتا ہی جو بعد طے مراحل معرفت میسر آتی ہی۔ کیونکہ محبت کے
لیئے مرتبہ حق الیقین کی ضرورت ہی۔ اگر علم الیقین یعنی اخبار معتبرہ متواترہ سے محبت پیدا ہوا کرتی تو حضرت یوسف عم وغیرہ
حسینان گزشتہ کے آج لاکھون عاشق ہوتے۔ کیونکہ جو شہرہ اُنکے حسن و جمال کا اب ہی وہ پہلے کا ہیکو تھا علی ہذا القیاس
اگر بذریعہ عین الیقین یعنی مشاہدہ محبت ہوا کرتی تو شروع رغبت شیرینی وغیرہ ماکولات کے لئے چکھنے اور کھانے کی ضرورت
نہوتی فقط مشاہدہ کافی ہوا کرتا۔ انتفاع اور استعمال کی ضرورت خود اسپر شاہد ہے کہ حق الیقین چاہیے۔ حق الیقین
اسی انتفاع اور استعمال کو کہتے ہین۔ باقی حسینون کی محبت کے لیئے فقط دیدار کا کافی ہوجانا جو بظاہر اس دعوے کے
مخالف نظر آتا ہی۔ بوجہ قلت فہم مخالف نظر آتا ہے۔ ورنہ یہان بھی وہی مرتبہ حق الیقین سامان محبت ہی۔ اتنا فرق ہی

باوجود شہادت معاملات قابل تسلیم نہو۔ بجز اسکے اور کیا فرق ہے کہ حاتم درستم سے وجہ عناد کی کچھ نہین۔ اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے بوجہ برہمی دین آبائی اور شوکت دنیوی عناد ہے۔ اگر یہ عناد قابل اعتماد کے ہی تو تمام چور
اور قزاق بادشاہان عادل سے غبار رکھتے ہین اور تمام اطفال نے تمیز معلم اور طبیب اور جراح اور جارہ گر کے دشمن
ہوتے ہین۔ اگر کسی کی دشمنی و عناد کے باعث دوسرے کا برا ہونا ضرور ہو تو بادشاہان عادل سب سے برے ہون۔ اور
معلم اور طبیب اور جراح اور جارہ گر سب سے زیادہ ناکارہ۔ القصہ اگر کوئی شخص نبی تھا تو آپ خاتم الانبیاء ہین اور کوئی ولی
تھا تو آپ سرور اولیاء ہین۔ اور کیون نہون۔ اعجاز علمی مین آپکا ممتاز ہونا یعنی نزول قرآنی سے مشرف ہونا اسپر شاہد ہی
کہ مراتب کمالات آپ پر ختم ہوگئے۔ شرح اس تماکی یہ ہے کہ تمام صفات کاملہ کا علم پر انتہا ہے۔ چنانچہ کمالات علمی کا محتاج
علم ہونا دلیل ظاہر ہے۔ محبت شوق ارادہ قدرت سخاوت شجاعت و حلم و حیا سب علم ہی کے ثمرات ہین۔ سو جیسے
کمال علمی کمال عملی سے بڑھکر ہے۔ ایسے ہی وہ شخص جو کمال علمی مین اورون سے بڑھکر ہو رتبہ مین بھی اورون سے
بڑھکر ہوگا۔ مگر کسی کمال مین کسیکا اورونسے بڑھکر ہونا اگر معلوم ہوتا ہے تو اس کمال کے اعجاز سے معلوم ہوتا ہے
یعنی جیسے مثلاً کسی خوشنویس کے برابر اگر کوئی نہ لکھ سکے تو ہر کسیکو یہ یقین ہوجاتا ہے کہ یہ خوش نویس اپنے فن مین یکتا او
بینظیر ہے ایسے ہی کمالات علمی اور عملی مین اگر کوئی شخص اورونکو عاجز کردے اور تمام اقران و امثال اسکے مقابلے
سے عاجز آجائین تو یون سمجھو کہ وہ شخص ان کمالات مین یکتا اور بینظیر ہے۔ سو جب ثانی قرآن پہلے کوئی کتاب
نہ تھی۔ اور بعد مین دعوی کرکے تمام عالم کو عاجز کردیا تو بشرط فہم و انصاف یہی کہنا پڑیگا کہ نہ پہلے کوئی شخص کمال علمی مین
آپکا ہمسر تھا اور نہ بعد مین کوئی شخص آپکا ہمتا ہوا۔ جب اتنے دنون مین باوجود دعوی اعجاز قرآنی و کثرت حاسدین
کسی سے کچھ نہو سکا تو ہر کسی کو یقین ہوگا کہ آیندہ کبھی کوئی مقابلہ کریگا۔ پھر یہ اعجاز علمی وہ بھی بمقابلہ اولین و آخرین
اگر آپکی خاتمیت اور یکتائی پر دلالت نہین کرتا تو اور کیا ہے۔ ایسا شخص اگر خاتم النبیین نہین تو اور کون ہوگا۔ اور
ایسا شخص سرور اولین و آخرین نہین تو اور کون ہوگا۔ اہل فہم و انصاف کے لئے تو یہی بس ہی اور نادان کو کافی
نہین دفتر نہ رسالہ اور سنئے باوجود اس اعجاز اور امتیاز کے جسکے بعد اہل فہم کو آپکی سروری کے اعتقاد کے لئے
اور دلیل کی حاجت نہین۔ کمالات عملی مین بھی آپ یکتا ہین۔ اور ان مین بھی کوئی آپکا ہمتا نہین۔ ہر چند لو
اعجاز ندکور انکے ذکر کی کچھ حاجت نہین۔ مگر چونکہ اعجاز اگر کسی کے کمال پر دلالت کرتا ہے تو بعد اطلاع و علم دلالت
کرتا ہے۔ سو جیسے جمال صورت آنکھون سے معلوم ہوتا ہی اور کمال آواز کانون سے۔ اسلئے ہر اعجاز کے لئے ایک
جدی حاسہ اور جدی کمال کی حاجت ہے۔ اور اسلئے اعجاز علمی کے ادراک اور علم کے لئے کمال عقل و فہم کی حاجت
جو آجکل برنگ عنقا جہان سے مفقود ہے۔ اسلئے اعجازات کمالات عملی بھی بطور (مشتے نمونہ از خروارے) ہزار و نمین
دو چار عرض کرتا ہون تاکہ معلوم کے لئے ذریعہ شناخت یکتائی جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات

سو جو بات خدا سے ہو سکے اور بندون سے نہو سکے ہم اُسکو خرق عادت کہتے ہین بشرطیکہ کسی مخلوق کا اُسمین واسطہ ہو باقی رہی صورت واسطہ وہ یہ ہے کہ جیسے فیض علم تدبیر بادشاہون کے ہان وزراء نامدار ہوتے ہین ایسے ہی سلطان قدرت تسخیر لشکر جرار مگر چونکہ نفاذ تدبیر کے لئے سامان تسخیر کی ضرورت ہوتی ہے تو وزراء اور گورنرون اور لفٹنٹون کی اردلی مین لشکر کا ہونا ضرور ہوا سو خدا تعالی کے دین کی ترقی کے مخزن علوم تدبیر تو انبیاء اور اولیاء ہوتے ہین انکی اردلی مین کسیقدر امداد قدرت ضرور چاہیے تاکہ ایک دو واقعۂ قدرت نما سے سب سرکشون کی آنکھین کھلجائین اب گزارش یہ ہے کہ جو شخص اتنی بات سمجھ جاےگا وہ بشرط صحت روایت زمانہ گزشتہ کے خوارق کا انکار نہین کرسکتا ہان جو شخص فہم ہی سے عاری ہو وہ جو چاہے سو کہے مگر یہ بھی اہل انصاف کو معلوم ہوگا اور نہوگا تو بعد تجسس و تفقد معلوم ہوجائیگا کہ صحت روایت دینیات مین کوئی شخص دعوی ہمسری اہل اسلام نہین کرسکتا بالخصوص واقعہ انشقاق قمر تو کسیطرح قابل انکار ہی نہین علاوہ احادیث صحیحہ قرآن مین اس اعجاز کا ذکر ہے اور سب جانتے ہین کہ کوئی خبر اور کوئی کتاب اعتبار مین قرآن کے ہم پلہ نہین - اور کیونکر ہو ابتداء اسلام سے آجتک ہر فرقے مین قرآن کے لاکھون حافظ موجود رہے ہین ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف اُسکا اول سے آخر تک آجتک محفوظ چلا آتا ہے - واو اور فاء اور یاء اور تاء وغیرہ حروف متحد المعانی اور قریب المعانی مین بھی آجتک اتفاق خلط ملط نہین ہوا نماز مین اگر بوجہ سبقت لسانی کسیکے مُنہ سے اس قسم کی تغییر و تبدیل ہوجاتی ہے تو اول تو پڑھنے والا خود لوٹاتا ہے اور اگر کسی دھیان مین اُسکو دھیان نہ آیا تو سننے والے متنبہ کرکے پھر ہٹوا دیتے ہین - یہ اہتمام کوئی بتلائے تو سہی کسیکے یہان کس کتاب مین ہے - اسکے بعد اسوجہ سے اُسکے وقوع مین متامل ہونا کہ تواریخ مین اسکا ذکر نہین اور ملک والے اسکے شاہد نہین اہل عقل و انصاف سے بعید ہے باوجود صحت و تواتر روایت خارجی شبہات کی وجہ سے متامل ہونا ایسا ہی ہے جیسے باوجود مشاہدہ طلوع و غروب گھڑی گھنٹون کی وجہ سے طلوع و غروب مین تامل کرنا باینہمہ موافق کتب ہنود اول تو انشقاق قمر کے لئے انکو بھی یہ نشان بتلانا چاہیے - بسواتر کے زمانہ کا انشقاق کونسی تاریخ مین مرقوم ہے نزول آفتاب و ماہ و امتداد شب تا مقدار ششماہ زیادہ تر شہرت اور کتابت کے قابل ہین وہ کونسی تاریخ مین مرقوم ہین انشقاق قمر زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت مین واقع ہوا کہ وہان چاند افق سے کچھ تھوڑا ہی اوپر اُٹھا تھا - کوہ حرا جو چندان بلند نہین وقت انشقاق دونون ٹکڑونکے بیچ مین معلوم ہوتا تھا اُسوقت ملک ہند مین تو رات قریب نصف کے آئی ہوگی - اور ممالک مغرب مین اُسوقت طلوع کی نوبت ہی نہ آئی ہوگی - باینہمہ شب کا واقعہ تھوڑی دیر کا قصہ اور ممالک مشرق مین سونے کا وقت - اور جاڑے کا موسم فرض کیجیے - تو ہر کوئی اپنے گھر کے کونے مین رزائی اور لحاف مین ہاتھ منھ لپیٹے ہوے ایسا مست خواب کہ اپنی بھی خبر نہین - اور اگر کوئی کسی وجہ سے اُسوقت جاگتا بھی ہو تو آسمان اور چاند سے کیا مطلب جو خواہ مخواہ ادھر کو نظر اڑانے بیٹھے - پھر گرد و غبار اور ابر و کہسار اور دخان و بخار کا بیچ مین ہونا اس سے علاوہ رہا - باینہمہ تاریخ فرشتہ مین رانا اودیپور کا اس واقعہ کو مشاہدہ کرنا مرقوم ہے - رہا ممالک جنوبی و شمالی مین اس واقعہ کی اطلاع کا ہونا نہونا اُسکی یہ کیفیت کہ اگر جاڑے کے موسم اور گرد و غبار اور ابر و کہسار وغیرہ امور سے قطع نظر بھی کیجیے

قابل انکار نہین بلکہ روایت ہنود کے نلے سرو پا ہونے سے جسپر قصہ نزول آفتاب اور نزول قمر اور گنگا کا آسمان سے آنا اور جنبل کا راجہ اَنگ پوست کی دیگ کے دھوئن کے پانی سے جاری ہونا اور سوا اسکے اور قصے واجب الانکار دلالت کرتی ہین۔ یون سمجھ مین آتا ہی کہ مورخان ہنود نے اس اعجاز محمدی کو بسوامتر کیطرف منسوب کر دیا ہی اور چونکہ مورخان نے اعتبار صدہا وقائع مین ایسا کر چکے ہین کہ تھوڑے دنون کی بات ہوتی ہی اور زمانہ دراز کی بتلاتے ہین چنانچہ آفرینش کا سلسلہ لاکھون برس کا قصہ بلکہ بعض تو قدیم بتلاتے ہین۔ تو اگر واقعہ زمانہ محمدی کو بھی پیچھے ہٹا کر بسوامتر تک پہنچا دین تو انسے بعید نہین اعجاز کا معاملہ ہی اگر ان سے یہ اعجاز ہو جاے کہ پہلے زمانہ کی بات پچھلے زمانہ مین چلی جاے تو کیا بیجا ہے۔ علاوہ برین کسی روایت متواترہ سے یہ ثابت نہین کہ مہابھارت کس زمانہ مین تالیف ہوئی۔ ہان جب یہ لحاظ کیا جاے کہ باتفاق ہنود بید اور اپنکھد سب کتابون کی نسبت پُرانی ہی۔ اور اپنکھدون مین شنکر اچارج کا قصہ اور انکا تفسیر کرنا اقوال بید کو مذکور ہی۔ اور شنکر اچارج کو کل پانسو چھ سو برس گزرے ہین تو یون یقین ہو جاتا ہی کہ مہابھارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے کی کتاب نہین جو یون یقین ہو جاتا ہی کہ مہابھارت مین جس انشقاق کا ذکر ہے وہ اور انشقاق ہی یہ انشقاق نہین جو زمانہ محمدی مین واقع ہوا کیونکہ اس صورت مین بید اور اپنکھدون کی عمر بھی پانسو چھ سو سے کم ہی ہوگی۔ مہابھارت جو باتفاق ہنود انکے بھی بعد ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پیشتر کی کیونکر ہو سکتی ہی۔ علاوہ برین ہمنے مانا وہ انشقاق غیر انشقاق زمانہ محمدی تھا لیکن کتب ہنود مین اسکی تصریح نہین کہ انشقاق مین بسوامتر کی تاثیر کو کچھ دخل تھا اس صورت مین یہ بھی احتمال ہی کہ بعد انشقاق وہ دونون ٹکڑونکا ملجانا بسوامتر کی دعا سے ہوا ہو سو ملجانا اتنا مستبعد نہین جتنا پھٹ جانا۔ کیونکہ اجزا کا ارتباط سابق اگر باعث انجذاب ہو جاے تو چندان بعید نہین پر پھٹ جانے کے لئے سوائے تاثیر خارجی کوئی وجہ نہین ہو سکتی باقی کسی کے بدن پر کثرت سے فرجون کا پیدا ہو جانا اگر ہی تو از قسم تغیر و تبدل ہیئت جسم ہی تبدیل حقیقت ہو تا تب بھی اس تبدیل حقیقت کی برابر نہین ہو سکتا کہ جمادات اعلی درجہ کے بنی آدم اور فرشتونکی برابر ہو جائین۔ اب دو باتین قابل لحاظ باقی رہین اول تو جیسا سنا ہی پنڈت دیانند صاحب فرماتے ہین یہ ہی کہ وقوع خرق عادت ہی بروے عقل قابل قبول نہین۔ دوسرے اور واقعہ بھی نہین تو درصورت وقوع انشقاقِ قمر تو ضرور ہی تواریخ عالم مین مرقوم ہوتا سو اول کا جواب تو یہ ہی کہ تمام عالم وقوع خوارق پر متفق ہر مذہب بزرگون سے خوارق نقل کرتے ہین اگر بالفرض کوئی خاص واقعہ غلط بھی ہو تو قدر مشترک تو واجب التسلیم ہی ہوگی ورنہ ایسی اتفاقی خبر مین بھی غلط ہو اگر ین تو خبر و نکے ذریعہ سے کوئی بات تصدیق نہین ہو سکتی اور نہ کوئی مذہب قابل تسلیم ہو سکتا ہی۔ علاوہ برین اگر خوارق کا ہونا ممکن نہین تو سب مین بڑھکر خرق عادت یہ ہی کہ خدا کسی سے کلام کرے یا کسی کے پاس پیام بھیجے۔ اسلئے پنڈت صاحب کا مذہب تو انکے طور پر بھی غلط ہوگا اور اسے بھی جانے دیجیے جب گفتگو عقل کے قبول کرنے مین ہی تو عقل ہی سے پوچھ دیکھیے عقل سلیم اسپر شاہد ہی کہ جیسے مخلوقات مین باہم فرق کمی بیشی علم و قدرت و طاقت ہی خالق اور مخلوق مین بھی یہ فرق ہونا چاہیے بلکہ جب باوجود اشتراک مخلوقیت یہ فرق ہی تو فرق خالقیت اور مخلوقیت پر تو یہ فرق بدرجہ اولی ہونا چاہیے

معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب کی دو تقریرین ایک مجمل ایک مفصل لکھی جائین تاکہ جس کسیکو جس قسم کا ذوق ہو اُسکو دیکھے اور دیکھکر حق و باطل کی تمیز حاصل کرکے انصاف کرے اور مجکو دعا دے۔

تقریر مجمل جواب ثانی

ہم کعبہ کو اپنا معبود نہین سمجھتے تجلی گاہ معبود سمجھتے ہین۔ اور چونکہ تجلی یعنی عکس یا تصویر عین ذی عکس اور عین ذی تصویر ہوتی ہے اس تجلی کیطرف سجدہ عین خدا ہی کا سجدہ ہوگا عکس اور تصویر کے عین ذی عکس اور عین ذی تصویر ہونیکی تو یہ وجہ ہے کہ اگر وہ عین نہو غیر ہوا کرے تو اُسکے ذریعہ سے ذی عکس اور ذی تصویر کی شناخت ممکن ہو ورنہ ہر چیز ہر چیز کی صورت اور تصویر ہو یعنی جب اتحاد شرط نہین تو پھر کیا معنی کہ تصویر تو باوجود مغایرت ذریعہ شناخت ہے اور زید کی شکل عمر کی شکل کے لئے ذریعہ شناخت نہین ہان اگر یون کہیے کہ شکل دونون جا ایک ہے پر ذی شکل جدا جدا ہین۔ یا یون کہیے کہ مظہر جدے جدے ہین تو یہ شناخت بھی درست ہوجائے اور یہ ظاہر کی مغایرت بھی ٹھکانے لگ جائے۔ اور اسکی بھی وجہ معلوم ہوجائے کہ تصویر کی نسبت ہر کوئی کیون کہا کرتا ہے کہ یہ بعینہ فلانے شخص کی صورت ہے غرض یہ بعینہ کہنا جو ہر کسیکے دلمین جما ہوا اور زبان پر چڑھا ہوا ہے اسکی وجہ وہی اتحاد صورت اور عینیت مذکورہ ہے اور اُسکے تجلی گاہ جانی ہونیکی وجہ یہ ہے کہ جو نسبت آئینہ کو نور کے ساتھ ہے وہی نسبت اس فضا کو جو ایک خلا سا زمین و آسمان مین نظر آتا ہے اور جسمین تمام اجسام سمائے ہوئے ہین اور سما جاتے ہین وجود کے ساتھ ہے یعنی یون تو سارے اجسام معروض نور ہوتے ہین اور اُسکے اعتبار سے سب محسوس ہوتے ہین اگر وہ نہو تو پھر احساس اشکال اجسام اور دیدار الوان اجسام کی کوئی صورت نہین غرض اصل مین نور ہی نظر آتا ہے اور اسی کی یہ رنگا رنگی الوان ہوتی ہے پر باوجود اس اشتراک کے جو مناسبت آئینہ کو نور مذکور کے ساتھ ہے وہ اور اجسام کو نہین نور بھی محسوس آئینہ بھی محسوس نور بھی صاف شفاف نگاہ کے نفوذ کو مانع نہین آئینہ بھی صاف شفاف نفوذ نگاہ کو مانع نہین ہوا مین اگر صفائی ہے تو محسوس نہین اور سوا اسکے اور اجسام محسوس ہین تو اُن مین صفائی نہین سو اس صفائی اور احساس کا نتیجہ یہ ہے کہ آئینہ تجلی گاہ نور ہوجاتا ہے اور اسوجہ سے جو چیز قابل احساس بصر ہے اُس نور مین جو فضاء مقابل آئینہ مین ہو آئینہ مین نظر آنے لگتی ہے علے ہذا القیاس یون تو تمام مخلوقات معروض وجود ہین اور اسکے اعتبار سے تمام احکام وجودی مخلوقات پر متفرع ہوتے ہین ورنہ اپنی ذات سے اور اپنے اعتبار سے مخلوقات موجود ہوتی تو مثل وجود جو وجود اصلی ہے کبھی انکو فنا نہوتی اور عدم عارض نہوا کرتا لیکن باوجودیکہ تمام مخلوقات معروض وجود ہونے مین شریک یکدگر ہین پر جو مناسبت فضاء مذکور کو وجود کے ساتھ ہے وہ اور موجودات مشار الیہا کو نہین تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اول تو جیسے عالم ہستی مین وجود محتاج الیہ عام ہے اور اور ون سے غنی اور تمام مخلوقات اپنی ہستی مین اُسکے محتاج ایسے ہی عالم ابعاد مین فضاء مذکور محتاج الیہ عام ہے اور اوروں سے غنی اور تمام ذو الابعاد اپنے وجود ابعاد امتداد مین اُسکے محتاج دوسرے جیسے وجود غیر محدود اور غیر متناہی ہے ایسے ہی فضاء مذکورہ بھی غیر محدود اور غیر متناہی ہے وجود کے غیر متناہی ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اگر وہ متناہی ہوگا تو کسی احاطہ مین ہوگا اور احاطہ نے اُسکے

تو وہان حالت انشقاق مین بھی قمر اتنا ہی نظر آیا ہوگا جتنا حالت اصلی یعنی جیسا اور شبون مین بایں وجہ کہ کرہ ہمیشہ نصف سے کم نظر آیا کرتا ہی اُس شب مین بھی نصف سے کم نظر آیا ہوگا ورنہ مخروط نگاہ کو نصف یا نصف سے زیادہ متصل ماننا جاہی تو یہ قاعدہ مسلمہ غلط ہو جاے کہ خط ضلع زاویہ مخروط کرہ کے نصف سے ورے مماس ہوا کرتا ہی۔ اور جب یہ ٹھہری تو پھر اکثر ممالک جنوبی و شمالی مین ایک نصف دوسرے نصف کی آڑ مین آگیا ہوگا۔ اور اس وجہ سے اُن لوگونکو انشقاق قمر کی اطلاع نہوئی ہوگی رہا ملک عرب و دیگر ممالک قریبہ اُنمین اوّل تو تاریخ نویسی کا اہتمام نتھا اور کسیکو کچھ خیال ہوتا بھی تو عداوت مذہبی مانع تحریر تھی علاوہ برین ایک واقعہ کے لئے تو کوئی شخص تاریخ لکھا بھی نہین کرتا۔ موضوع تاریخ اکثر معاملات سلاطین و دیگر اکابر ہوا کرتے ہین اُسکے ساتھ اُس زمانہ کے وقائع عجیبہ بھی تبعاً مرقوم ہو جاتے ہین۔ مگر چونکہ مورخ اول اکثر خیر اندیش سلاطین و اکابر زمانہ ہوا کرتا ہی اسلئے ایسے وقائع کی تحریر کی امید بجز موافقین و معتقدین زیبا نہین اس تحقیق کے بعد اہل فہم کو تو انشاء اللہ مجال دم زدن باقی نرہیگی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرورِی و افضلیت مین کچھ تامل نرہیگا کیونکہ کوئی حجت عقلی یا نقلی اس مقام مین پیش کرنیکے قابل نہین ہان ناحق کی حجتونکا کچھ جواب نہین موافق مصرعہ مشہور (جواب جاہلان باشد خموشی) جاہلان کم فہم کے مقابلہ مین ہمین چپ ہونا پڑیگا۔ بالجملہ بشرط فہم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت واجب التسلیم اور اسلئے استقبال کعبہ جسکی نسبت اُس قرآن مین حکم ہی جو اُنکے واسطہ سے خدا کی طرف سے آیا قابل اعتراض نہین اور بت پرستی جسکی نسبت کسی کتاب آسمانی مین حکم نہین اُسکے برابر بروے عقل ہرگز نہین ہو سکتی ہان عقل ہی نہو تو خدا پرستی اور بت پرستی دونون برابر ہین۔

تنبیہ ان سات وجہونکے مطالعہ کے بعد اہل فہم کو انشاء اللہ روشن ہو جائیگا کہ استقبال کعبہ اور بت پرستی مین زمین و آسمان کا فرق ہی۔ گو پنڈت دیانند صاحب کو ناواقفیت سے یہی دونون برابر نظر آتے ہون۔ مگر آٹھوین وجہ فرق ہنوز معروض نہین ہوئی چونکہ اُسپر تمام وجوہ فرق کا مدار ہی۔ اسلئے اُسکا معروض ہونا پر ضرور ہی مگر چونکہ علاوہ ظہور فرق وجہ استقبال کعبہ کا اُسمین بیان ہی گو بالتبع اُسمین یہ بھی آجاے کہ بت ہرگز قابل استقبال بھی نہین چہ جائیکہ اُنکی پرستش ہو تو بطور جواب مستقل اُسکا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہی کیونکہ اگر بالفرض عالم مین بت پرستی کی نوبت نہ آتی تب بھی یہ بات تو قابل لحاظ تھی کہ اس طرف کو منھ کرنیکی کیا وجہ ہی۔ غرض جواب اول سے مقصود بیان فرق تھا جسکا ماحصل یہ تھا کہ بت پرستی مین پرستش غیر ہی اور استقبال کعبہ مین پرستش خدا اور چونکہ پرستش خدا بالاتفاق اچھی ہی اور پرستش غیر تمام اہل عقل کے نزدیک بُری ہی۔ اسلئے حاصل اس جواب کا الزام ہوگا۔ اور وجہ آٹھوین باین نظر کہ ضرورت فرق نہو جب بھی اُس وجہ کی ضرورت ہی کوئی مخالف ہو نہ سہی موافقون کے اطمینان ہی سہی ایک تحقیق واقعی ہی اور اسلئے اُسکا حاصل جواب تحقیقی ہوگا۔ اسوجہ سے بالاستقلال اُسکا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہی۔ مگر چونکہ وہ مضمون ایک مضمون طویل الذیل ہی اگر پورا بسط کیا جاے تو مشتاقان جوابات اعتراضات پنڈت صاحب کا دل گھبرا جائیگا اور مختصر لکھا جاے تو مشتاقان مضامین دقیقہ کو ارمان رہ جاے گا اسلئے یون مناسب

قلعی کی ضرورت ایسے ہی فضاے مذکورہ مین بھی انعکاس ہو تو اسمین بھی یہ تقابل شرط ہوگا اور علی ہذا القیاس بجائے قلعی یہان
بھی کوئی سامان ظلمت چاہیے جسکے باعث نگاہ کو آگے راہ نہ ملے اور جیسے گیند ٹکر کھاکر اُچھلتی ہے ایسے ہی نگاہ اُسپر ٹکر کھاکر پلٹے اور اصل تک پہنچے
واقع ہو اور بوجہ انعکاس نگاہ صورت عکس پیدا ہو۔ القصہ جیسے نگاہ ظاہری کے لئے قلعی سامان ظلمت ہے ایسے ہی دیدہ بصیرت کے
لئے بھی کوئی سامان ظلمت چاہیے سو سامان ظلمت تو وہ عدم ہے جو موجودات خاصہ مقیدہ کو جنمین سے ایک فضاے مذکور بھی ہے ایسے طرح محیط
ہوتا ہے جیسے صحن کے دھوپ کو سایہ اُسکی ظلمت سے بڑھکر کوئی ظلمت ہی نہین اور تقابل کی یہ صورت ہے کہ جیسے جمال آفتاب مبدأ شعاع آفتاب
ہے ایسے ہی جمال خداوندی مبدأ وجود مذکور ہے اسکے مقابل کوئی مبدأ بھی چاہیے سو خانہ کعبہ کو جو دیکھا تو مبدأ عالم اجسام پایا۔ وجہ
اسکی یہ ہے کہ یہ قصہ زمانہ گذشتہ کا واقعہ ہے اور زمانہ گذشتہ کے واقعات کے دریافت کرنیکے لئے سوا اسکے اور کوئی صورت نہین کہ
اخبار متواترہ اور راویان معتبر سے دریافت کیا جائے سو اس بات مین قرآن اور اسکے بعد روایات اہل اسلام سے بہتر کسی کتاب کی
روایت کو نہ پایا قرآن کی حفاظت کی کیفیت تو یہ پائی کہ ہزارہا حافظ موجود اور انہین کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ قرون سابقہ مین بھی
یہی طور تھا اِدھر اہتمام حفظ روایت کی یہ کیفیت کہ راویونکے حسب و نسب و سکونت و سن و سال حفظ و نسیان امانت و دیانت زہد
و تقویٰ قرن طبقہ سب کچھ معلوم اور تنقیح روایات مین اُن سب پر نظر اُنکی قرآن مین یہ لکھا ہوا اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ
لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ سب مین پہلا گھر جو لوگونکے لئے بنایا گیا یہ ہے جو مکہ مین ہے اور اُنکی احادیث مین یہ مضمون کہ آفرینش
اجسام موجودہ سے پہلے پانی تھا اسمین اول اسجگہہ جہان خانہ کعبہ ہے بلبلا سا اٹھا یا جھاگ سے آئے اور وہین سے زمین کی بنا شروع
ہوئی غرض اس آیت اور اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ یہ ٹکڑا زمین کا اور یہ گھر سبکا مبدأ ہے اسلئے اُس مبدأ کائنات کو اس مبدأ
زمین و آسمان سے تقابل پیدا ہوا پھر بوجہ عروض مذکور گنجایش حجاب نہین ورنہ جیسے درصورت حجاب زمین مین آفتاب کی روشنی
نہین رہتی ایسے ہی درصورت حجاب موجودات یعنی مخلوقات مین وجود کے بقا کی کوئی صورت نہین غرض حجاب نہین پھر تقابل
موجود قابلیت انعکاس موجود سامان ظلمت موجود پھر کیا معنی کہ انعکاس نہو۔ اسلئے بالیقین یہ بات سمجھ مین آتی ہے کہ فضاے
کعبہ مین تجلی ربانی ہے اور وہ مقید فی الفضاء اور مقید فی الجہتہ نہین ورنہ وہ مقید فی الفضاء ہو تو عکس آفتاب کو آئینہ مین
مقید کہنا پڑیگا حالانکہ بمقدار ضخامت آئینہ سے ظاہر ہے کہ اسمین احاطہ آفتاب اور عکس آفتاب کی وسعت نہین وہ فقط ایک
نمایشگاہ ہے مگر آئینہ اگر نمایشگاہ ہے اور عکس یا اصل کو محیط نہین تو فضاء مذکورہ کو بھی نمایشگاہ ہی سمجھو محیط نہ سمجھو جو شبہہ زوال
تنزیہ پیش آئے بالجملہ مسجود وہ تجلی ہے اور فضاء مذکور اُسکے لئے نمایشگاہ اور دیوارین اُس نمایشگاہ کی حدود یہ نہین کہ مسجود ہون
ہان مسجود الیہ یعنی قبلہ مین۔ اور جب دیوارین مسجود و معبود نہین تو پھر شبہہ دیوار پرستی اور مساوات بت پرستی خیال خام ہے علی ہذا القیاس
یہ کہنا بھی غلط کہ بت بھی مسجود الیہ ہین معبود اور مسجود نہین کیونکہ اول تو بت پرستی کا لفظ اور بت پرستونکی نیت اُسکے غلط ہونے
پر شاہد دوسرے نہین اُسکی لیاقت ہی نہین کہ وہ تجلی گاہ خداوندی بنے کیونکہ نہین وہ مناسبت ہی نہین جو سامان نمایش مین ہے
چنانچہ فقدان وجوہ مناسبت سے جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے ظاہر ہے اسلئے یون بھی نہین کہہ سکتے کہ بت پرستی پر بلاشبہہ کفر و الحاد اور

متصور نہین کہ بڑی وسیع چیزمین سے بذریعہ احاطہ ایک چھوٹی چیز جدی کرلیجئے اس لئے اول ایک وسیع چیز تسلیم کیجائے پھر نہین احاطہ کی نوبت آئے چنانچہ اسی بناپر ہر مقید کے لئے ایک مطلق کی ضرورت پڑی۔ مگر جب یہ وجہ ضرورت مطلق مین کام آگئے تو ضرورت غیر متناہی مین بھی کام آئیگی یعنی اسوجہ سے یہ بھی ضرور ہی کہ جہان متناہی ہو اُس سے پہلے ایک غیر متناہی ہو جسمین سے بذریعہ نہایت واحاطہ ایک متناہی لیاجاے مگر وجود کو دیکھا تو اُس سے پہلے کوئی مفہوم نہین اس صورت مین وہ محدود ہو تو کیونکر ہو اگر اسکو محدود کہیے تو اُس سے اوپر اور اُس سے پہلے اور مفہوم ماننا پڑیگا۔ مگر جب اسوجہ سے وجود غیر محدود ہی تو پھر فضاء مذکور بھی غیر محدود ہونا چاہیئے ورنہ اُسکی حدود سے پرے اور امتداد ماناجائیگا اور وہ غیر متناہی ہوگا یا اسکے سوا اور کوئی امتداد غیر متناہی ماننا پڑیگا۔ بالجملہ اگر فضاء مذکور غیر متناہی نہو تو اُس فضا کے لئے اور فضا غیر متناہی تسلیم کرنا پڑیگا اس سے بہتر یہی ہی کہ اسکو غیر متناہی مان لیجیے ورنہ بلا ءلاتناہی تو سر ہی اور فضا کے لئے اور فضاء ماننا پڑیگا دوسری صورت ہوجائیگی کہ حرارت کے لئے حرارت اور برودت کے لئے برودت وجود کے لئے وجود اور عدم کے لئے عدم ہو تیسرے جیسے وجود قابل حرکت نہین فضا بھی قابل حرکت نہین فضا کا قابل حرکت نہونا اول تو خود دلنشین دوسرے حرکت کے لئے یہ ضرور ہی کہ جیسے اجسام اس فضاء کے مظروف اور یہ فضا انکا ظرف ہے اور اسوجہ سے اُسمین حرکت متصور ہی ایسے ہی اس فضا کے لئے درصورت حرکت یہ لازم ہی کہ وہ کسی اور فضاء کا مظروف اور وہ فضاء اسکا ظرف ہو اور اسوجہ سے اسکو اُسمین حرکت متصور ہو علیٰ ہذا القیاس وجود اگر متحرک ہو تو اُسکے لئے بھی اسیطرح کوئی چیز محیط ہونی چاہیئے مگر یہ بات پہلے معروض ہوئی کہ نہ اُسکے اوپر کوئی مفہوم جو اسکو محیط ہو اور نہ اُسکے لئے کوئی فضا جو اُسکو محیط ہو۔ چوتھے جیسے وجود مین گنجایش خرق والتیام نہین ایسے ہی فضاء مذکور مین بھی گنجایش خرق والتیام نہین وجہ اسکی یہ ہی کہ خرق والتیام کے لئے یہ ضرور ہی کہ وقت خرق فضاء محیط دو ٹکڑونکے بیچ مین فاصل ہوجاے سو یہ بات اول ہی معلوم ہوچکی کہ یہان متصور نہین اسکے سوا اور بھی وجوہ مناسبت ہین پر باندیشہ تطویل اتنی ہی وجوہ مناسبت کی اب یہ گذارش ہی کہ جب یہ وجوہ فضا اور وجود مین مشترک اور سوا ان دونونکے اور ذوالابعاد چیزون یعنی اجسام مین نہین پائی جاتین تو یون کہو وہی صورت ہوگئی جو آئینہ اور نور مذکور مین تھی اور اسلئے جیسے آئینہ بوجہ مناسبت معلومہ ومعروضیت معروضہ تجلی گاہ نور ہوگیا تھا ایسے ہی یون لازم ہی کہ بوجہ مناسبت معلومہ ومعروضیت معروضہ فضا بھی تجلی گاہ وجود ہو اور اسلئے جو چیزین احاطہ وجود مین ہون اور مقابل فضاء مذکور آجائین اُسمین منعکس ہوجائین سو وجود کو دیکھا تو جمال خداوندی سے اسکو ویسی نسبت پائی جیسے آفتاب کی شعاعونکو آفتاب کے ساتھ یعنی جیسے نور آفتاب کی شعاعین آفتاب سے کہین جدا نہین ہوتین اور ہر اجسام اُنکے وقوع اور اتصال اور عروض کے سبب منور ہوجاتے ہین انسے جیسے پہلے علحدہ تھین ایسے ہی پھر علحدہ ہوجاتی ہین اُسیطرح وجود خداوندی اُس سے کبھی علحدہ نہین ہوتا اور جو چیزین اُسکے عروض واتصال ووقوع کے سبب موجود ہوجاتے ہین یعنی یہ مخلوقات اور ممکنات اُنسے جیسے پہلے وہ وجود علحدہ تھا ایسے ہی پھر بھی علحدہ ہوجاتا ہی چنانچہ اسیوجہ سے مخلوقات معدوم ہوتے رہتے ہین مگر جب یہ صورت ہے تو پھر جیسے آفتاب کی شعاعین آفتاب کو محیط ہین ایسے ہی وجود مذکور جمال خداوندی کو محیط ہوگا اور اسوجہ سے فضاء مذکور مین اُسکے انطباع اور انعکاس کی امید ہی مگر جیسے آئینہ کے انعکاس کے لئے تقابل شرط ہے اور ادھر آئینہ

یعنی صاف وشفاف ہوتا کہ اسکی ظلمت مانع نفوذ نورنگاہ نہو ورنہ نور آفتاب اور وہ ظلمت باوجود تضاد ایک محل مین مجتمع ہوجاتین
گے مگر جیسے اس شرط اخیر کی ضرورت بغرض رفع تضاد ہی اگر غور کیجے تو شرط اول کی ضرورت بھی اسی غرض سے ہے کیونکہ
جسمیت اور کیفیات مذکورہ مین بھی یہی تضاد ہی یعنی یہ نہین ہوسکتا کہ ایک شے قابل ابعاد بھی ہو اور از قسم کیفیات بھی ہو
کیونکہ کیفیات قابل ابعاد نہین اور اجسام قابل ابعاد ہوتے ہین۔ اور ظاہر ہے کہ اگر کیفیات مذکورہ محل تجلی آفتاب ہون تو توجہ
احاطہ مشار الیہا وہی قابلیت ابعاد لازم آئے گی الحاصل تجلی اور عکس کے لئے یہ ضرور ہی کہ متجلی اور قابل تجلی مین تضاد نہو مگر
ظاہر ہے کہ مطلق اور مقید مین تضاد نہین ہوتا بلکہ مقید مین مطلق جلوہ افروز ہوتا ہے ورنہ افراد انسان انسان نہ کہلائین کیونکہ
افراد انسانی مقید ہین اور خود انسان مطلق اُسمین اور قیدین یعنی خصوصیتین لگجاتی ہین تو مین تم زید وعمرو بنجاتے ہین۔ علی
ہذا القیاس اور مقیدات اور مطلقون کو خیال فرمالیجے۔ مگر یہ ہے تو پھر وجود مخلوقات کو جو بالبداہت وجودات خاصہ ہین
وجود مطلق کے ساتھ بھی تضاد نہوگا بلکہ جیسے ہر مقید مین مطلق جلوہ افروز ہوتا ہی ایسے ہی وجودات مقیدہ اور وجودات
خاصہ مین وجود مطلق کی جلوہ افروزی ہوگی۔ بلکہ وجود مطلق کا وجودات مقیدہ مین رونق افروز ہونا بدرجہ اولے
ضروری ہو ورنہ مطلق اور مقیدات کا وجود بھی نہوگا۔ جو ایک دوسرے مین جلوہ افروز ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وجود مطلق
ایک صفت ہے مگر خصوصیات اور قیود کے حق مین بمنزلہ حرارت آب گرم اور روشنی زمین ایک وصف عارضی اور خارجی ہے
مثل زوجیت اثنین اور فردیت ثلثہ صفت ذاتی نہین ورنہ وجود اور خصوصیات مشار الیہا مین دائمی ارتباط رہتا اور سبکے
سب ازلی ابدی ہوتے۔ انفصال ممکن ہی نہوتا جو عدم سابق یا عدم لاحق کی نوبت آتی۔ اسلئے یہ ضرور ہوا کہ جیسے [illegible]
آب گرم اور روشنی زمین آتش وآفتاب کے فیض ہوتے ہین جنکے حق مین حرارت اور روشنی صفت ذاتی اور صفت خانہ زاد
ہین ایسے ہی وجودات خاصہ کسی ایسے موجود کا فیض ہو جو بذات خود موجود ہو یعنی وجود اُسکے حق مین صفت خانہ زاد
اور صفت ذاتی اور مثل زوجیت اثنین وفردیت ثلثہ اسکے حق مین لازم ذات ہو ہم اُسیکو خدا کہتے ہین۔ مگر غور سے
دیکھا تو صفات ذاتیہ کو مثل مرایا ومناظر یعنی آئینہ جات مظہر ونمائشگاہ موصوفات پایا یہی وجہ ہی کہ صفات ذاتیہ کی اطلاع ذریعۂ اطلاع
موصوفات ہوجاتی ہی اگر صفات ذاتیہ مظہر اور نمائشگاہ موصوفات نہین ہوتین تو یہ اطلاع کہانسے آئی نمائشگاہ اور مظہر ہین
سوا اسکے اور کیا ہوتا ہی کہ اسکی طرف توجہ کیجے تو ایک دوسری چیز معلوم ہوجاے سو یہ بات پوری پوری صفات ذاتیہ مین
موجود ہی اور یہی وجہ ہی کہ وقت نمائش صفات ذاتیہ مثل مظاہر اپنی موصوفات کو محیط معلوم ہوتی ہین ورنہ جیسے آئینہ اصل
مین اشیاء ظاہرہ کی نسبت محیط نہین ہوتا چنانچہ ظاہر ہی ایسی صفات ذاتیہ اپنے موصوفات کو اصل مین محیط نہین ہوتین بلکہ
قصہ برعکس ہوتا ہی کیونکہ صفات مذکورہ اُسی سے صادر ہوتی ہین۔ اگر موصوفات صفات مذکورہ کو محیط نتھی تو صفات کا صادر ہونا
اور موصوفات کا مصدر ہونا کسطرح ممکن ہی۔ اور جب قبل صدور احاطہ بطور مذکور تھا تو بعد صدور اُسکا منقلب ہوجانا ممکن نہین
ورنہ یہ لازم آئے کہ چھوٹی چیز اپنے سے بڑی چیز کو محیط ہوجاے بلکہ محیط محیط رہے۔ اور پھر محاط ہوجاے اور محاط محاط رہے اور پھر

شرک کی بنیاد بر اصل مین بت مسجود الیہ تھے جاہلون نے مسجود اور معبود بنالیا اگر کوئی ہونٹوں مسجود الیہ سمجھکر پرستش معلوم بجالائے تو پھر کیا قباحت ہے البتہ مسجود الیہ کو یہ ضرور ہی کہ وہ تجلی گاہ مسجود ہو ورنہ مسجود الیہ کا مسجود الیہ ہونا غلط ہوگا مگر جب یہ ٹھہری کہ ہر مسجود الیہ کو ایک مسجود چاہیئے جسمین جلوہ افروز ہو اور بتون مین وہ مسجود جلوہ افروز نہین ہوسکتا تو پھر یہ عذر بدتر از گناہ پیش نہین جاسکتا کہ جاہلون نے بتون کو مسجود بنالیا ہے ورنہ حقیقت مین بت مسجود الیہ تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ÷ فقط

تقریر مفصل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبیین وآلہ وصحبہ واہل بیتہ وذریتہ وازواجہ اجمعین۔

اوّل ایک بات عرض کرتا ہون اُسکے بعد اصل مطلب عرض کرونگا۔ دل مین اگر سخاوت ہوتی ہے تو داد و دہش کی نوبت آتی ہے۔ دل مین شجاعت ہوتی ہے تو میدان کارزار مین ثابت قدمی ظاہر ہوتی ہی۔ غصہ ہوتا ہے تو اور حرکات ظاہر ہوتی ہین اور لطف و مہر ہوتی ہی تو اور ہی کچھ نمایان ہوتا ہے غرض جو کیفیت دل وجان پر طاری ہوتی ہی اُسکے مناسب ہی جسم سے حرکات صادر ہوتی ہین پھر کیونکر کہدیجئے کہ کیفیت عبادت دل پر عارض ہو اور جسم سے اُسکے مناسب کوئی حرکت صادر نہو مگر حقیقت عبادت یہ ہے کہ اپنے معبود کے سامنے آداب و نیاز و عجز کا اظہار کرے اسلئے یہ ضرور ہے کہ عابد و معبود مین آمنا سامنا ہو سو عبادت روحانی کے لئے وہ ذات بیچون و بیچگون کافی ہے وہ اگر قید مکان سے منزہ ہے تو روح بھی مکانی نہین چنانچہ اُنکی صفات ذاتیہ مثل علم و ارادہ و محبت وغیرہ کا قید مکان سے منزہ ہونا اسپر شاہد ہی ورنہ یہ صفتین بھی مکانی ہوتین مگر چونکہ جسم مقید فی الجہتہ ہے تو اُسکے آمنے سامنے ہونے کے لئے یہ ضرور ہی کہ طرف ثانی بھی جہت سے تعلق رکھتا ہو مگر جب عبادت جسمانی مثل حرکات غضب و لطف و سخاوت و شجاعت کیفیت باطنی پر متفرع ہوئی تو لازم یون ہے کہ جیسے اور حرکات جسمانی مذکورہ اسی سے متعلق ہوتی ہین جنسے کیفیات باطنہ کا تعلق ہوتا ہے ایسے ہی عبادت جسمانی بھی اُسی ذات پاک سے متعلق ہوگی جس سے کیفیت باطنی کو تعلق ہی۔ مگر اُسکا قید مکان مین آنا محال ہی اور ادھر عبادت جسمانی بے تقابل جہت متصور نہ تھی اسلئے یہ ضرور ہوا کہ جیسے آفتاب باوجودیکہ اصلا اپنی جگہہ سے حرکت نہین کرتا پر آئینہ مین جلوہ افروز ہوتا ہی اور اس لئے یون کہہ سکتے ہین کہ آفتاب آئینہ سے باہر ہے اور پھر آئینہ مین ہی ایسے ہی وہ ذات پاک معبود عالم جہت سے باہر رہے اور پھر جہت مین رونق افروز ہو تاکہ اُسکے تنزیہ مین فرق نہ آئے اور عبادت جسمانی ٹھکانے سے لگ جائے۔ ہان یہ شبہہ باقی رہا کہ جیسے جلوہ آفتاب آئینہ مین ممکن ہے اسطرح جلوہ خداوندی بھی کہین ممکن ہے یا نہین اسلئے یہ گذارش ہے کہ عکس آفتاب کے لئے دو باتین ضرور ہین ایک تو یہ کہ جس مین انعکاس ہو وہ بھی مثل آفتاب از قسم اجسام ہو۔ ورنہ احاطہ اور ظرفیت جو اُسکی جلوہ افروزی کو لازم ہے کہان سے آئیگی چنانچہ یہ کہنا کہ آئینہ مین عکس آفتاب ہے خود اس پر شاہد ہے کہ ظرفیت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آواز اور خوشبو بدبو وغیرہ کیفیات مین جو از قسم اجسام نہین انعکاس آفتاب ممکن نہین دوسرے یہ کہ جسم بھی ہو تو ایسا ہو کہ اُسمین ظلمت ذاتی نہو

جس کیفیت پر اشیاء محسوسہ ہوتی ہین اور قبل توسط آئینہ معلوم ہوتے ہین اُسی کیفیت پر اب بھی معلوم ہونگی۔ کیونکہ یہان انعکاس علم یعنی انعکاس قوت عاقلہ ہوتا ہی جو سامان دیدار ہی اور ہماری غرض علم سے وہی قوت ہی جو سامان علم ہو۔ اسوجہ سے یون کہسکتے ہین کہ انعکاس علم ہی انعکاس معلوم نہین اور قوت علمیہ کے تعلق کے وقت اپنے معلوم کے ساتھ جو انعکاس ہوتا ہی تو مثل انقلاب مقلوب فی القالب وہ انعکاس معلوم ہوتا ہی چنانچہ کیفیت دیدار سے واضح ہی کہ مخروط شعاع نگاہ اگر کرہ کو محیط ہوتا ہی تو اُس کرہ کے اُبھار کی جگہہ مخروط شعاعی مین گہراؤ ہوتا ہی اور ظاہر ہی کہ معلوم حقیقی وہی شکل ہوتی ہی جو قوت علمیہ مین منقش ہوتی ہی۔ اسلئے یہ ضرور ہی کہ احاطہ کا علم ہو تو باینوجہ کہ وقت علم انعکاس معلوم ہوتا ہی یہہ لازم ہی کہ محیط محاط معلوم ہو اور محاط محیط اور سوائے علم و قالب کسی اور نمائشگاہ مین انعکاس ہو تو باینوجہ کہ اُسمین انعکاس علم ہوتا ہی انعکاس معلوم نہین ہوتا یہ ضرور ہی کہ محیط بدستور سابق محیط رہے اور محاط بدستور سابق محاط الغرض اگر سوائے قالب و علم کسی نمائشگاہ مین انعکاس ہو تو یہ نہوگا کہ احاطہ منعکسہ دوبارہ منعکس ہو کر اپنی اصل پر آجاوے اور صفات محاط اور موصوف محیط معلوم ہونے لگین بلکہ جیسے آفتاب اور نور آفتاب آئینہ مین انعکاس کے بعد بھی اسیطرح محاط اور محیط نظر آتے ہین جیسے قبل انعکاس نظر آتے تھے ایسے ہی یہان بھی بدستور سابق صفات محیط اور موصوف محاط نظر آئیگا علاوہ برین موجودات خاصہ مین سے اگر کوئی چیز نمائشگاہ وجود ہوگی تو یہ معنی ہونگے کہ ایک معروض نمائشگاہ صفت عارضہ ہی کیونکہ سوای ذات پاک جناب باری کوئی شے ایسی نہین جسکے حق مین وجود صفت ذاتی اور لازم ذات ہو اور جب لازم ذات نہین تو یہ معنی ہوے کہ وجود معلول موصوف نہین یعنی اُس موصوف سے صادر نہین ہوا اسلئے خواہ مخواہ یہی کہنا پڑیگا کہ وجود عارض ہی مگر وجود کو کسی چیز پر عارض مانا تو وہ چیز باطن وجود مین ایسی طرح منعکس ہوگی جسطرح باطن قالب مین صورت مقلوب کیونکہ عارض معروض کو ایسی طرح محیط ہوتا ہے جیسے نور آفتاب زمین وغیرہ اشیاء کو تا حد عروض محیط ہوتا ہی بالجملہ معروضات وجود باطن وجود مین منعکس ہونگے پھر اُن عکوس مین سے اگر کوئی عکس نمائشگاہ وجود بنے تو کیفیت احاطہ کا بحالت احساس باقی رہنا ضرور ہی کیونکہ موجودات اصلیہ مین اگر انعکاس ہوتا تو حالت محسوسہ منعکس ہو جاتی اور اسوجہ سے کیفیت احاطہ حالت اصلی پر آجاتی۔ مگر جب خود عکوس کو جلوہ گاہ اور نمائشگاہ حالت محسوسہ فرض کیا تو یون کہو حالت اصلی پر اگر قصہ اُلٹ گیا۔ الحاصل یہ شبہہ نہو کہ وجود اگر کسی نمائشگاہ مین نمایان ہو تو لازم یون تھا کہ وجود محاط اور مصدر وجود محیط نظر آئے پھر انطباق مثال آفتاب و آئینہ کی کیا صورت ہوگی اگرچہ یہ عدم انطباق ہمارے مطلب کے حق مین قادح نہین بلکہ اور بھی مفید ہی۔ اور کیون نہو معبود اگر کیفیت اصلی پر جلوہ افروز ہو تو عبادت جسمانی کے ٹھکانے سر لگجانے مین کوئی دشواری ہی نہوگی۔ مگر چونکہ نمائشگاہ وجود کو وجود کے ساتھ ایسی نسبت ہوگی جیسے آئینہ کو آفتاب کے ساتھ تو جیسے آئینہ مین بھی آفتاب کا نور اسیطرح اسکو محیط معلوم ہوتا ہے جیسے یون معلوم ہوتا ہی ایسے ہی اِس نمائشگاہ مین بھی وجود مذکور جمال خداوندی کو اسیطرح محیط معلوم ہوگا جسطرح یون معلوم ہوتا ہوگا اسلئے اتنا لکھنا ضرور پڑا تاکہ صحت قاعدہ مین کچھ شک نرہے مگر جب یہ مرحلہ طے ہو چکا تو آگے سنیئے اگر کوئی معروض صفت عارضہ کے ساتھ زیادہ مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے تو جیسے وہ صفت عارضہ اپنے موصوف

محیط بنجاے کیونکہ صدور صفات کے یہ معنی کہ صفات اُنسے علحدہ ہوگئیں اور اب کچھ علاقہ نہ رہا ورنہ یون کہو پہلے بھی اس سے علاقہ
نتھا بلکہ جیسے ظروف مین کوئی شے رکھی ہوئی ہوتی ہی ایسے ہی صفات بھی موصوفات مین رکھی ہوئی تھین مگر یہ ہی تو پھر موصوفات کو
بہ نسبت صفات ذاتیہ علت کہنا غلط ہوگا اور یہ کہنا پڑیگا کہ جیسے معروضات یعنی موصوفات بالعرض مین موصوف بالذات کا فیض تھا
موصوف بالذات مین بھی کسی اور کا فیض ہی بلکہ اسکا موصوف بالذات ہونا ہی غلط ہی کیونکہ ہم اپنی اصطلاح کے موافق موصوف بالذات
اُسکو کہتے مین جسکی صفات اُسکی خانہ زاد ہون کسی اور کا فیض نہو اور موصوف بالعرض اُسکو کہتے ہین جسمین اورونکا فیض ہو۔ بالجملہ بوجہ
مذکور چار ناچار یہی کہنا پڑیگا کہ احاطہ موصوفات بہ نسبت صفات بدستور ہی۔ پر وقت علم و ادراک کیفیت احاطہ منقلب معلوم ہوتی ہی اور وجہ
انقلاب یہ ہوتی ہی کہ قوت ادراکیہ اور قوت علمیہ مین وقت ادراک معلومات کا انعکاس ہوتا ہی چنانچہ کیفیت دیدار سے واضح ہی کہ جب
مخروط شعاع نگاہ کسی چیز کو محیط ہوتا ہے تو اگر وہ کرہ ہوتا ہے تو اُسکی وہ شکل کروی اُلٹی ہوکر اُس مخروط مین منقش ہو جاتی ہی
یعنی اس کرہ کے اُبھار کے بدلے مخروط مذکور مین گہراؤ ہو جاتا ہی بالجملہ جو بات جس حاسہ کے ادراک کے قابل ہوتی ہی اس بات کا
انعکاس ضروری ہی سو ابھار و گہراؤ کا ادراک آنکھون سے متعلق ہی مگر یہ ہی تو پھر احاطہ مین بھی وقت ادراک یہی بات ہونی چاہیے
مگر انعکاس احاطہ یہی ہی کہ محیط محاط اور محاط محیط ہو جاے۔ سو جیسے اُبھری ہوئی چیز مین گہراؤ نہین ہوتا۔ مگر وقت انعکاس
اُبھار کی جگہہ گہراؤ آجاتا ہی ایسے ہی محیط محاط نہین ہوتا پر وقت انعکاس جو علم کو لازم ہی قصہ منعکس ہو جائیگا اور ہو جبہ سے
محیط محاط اور محاط محیط معلوم ہوگا کیونکہ معلوم اصل مین وہی صورت منقشہ ہوتی ہی یہی وجہ ہی کہ وقت غیبت ذی صورت
بھی علم باقی رہتا ہی باقی بعض اشیاء مین جو حقیقت انعکاس سمجھ مین نہین آتی تو اُسکی یہ وجہ ہی کہ ہر چیز کا انعکاس جدا ہوتا ہے
ایک انعکاس کو دوسرے انعکاس پر قیاس کرتے ہین جو یہ دقت پیش آتی ہی ورنہ بعد وضوح حقیقت علم اسمین تامل کی گنجائش
نہین کہ وقت علم اشیاء انعکاس معلوم ضروری ہی چنانچہ کیفیت دیدار و ابصار کو غور کیجے تو یہ بات عیان معلوم ہوتی ہی کہ مثل
آئینہ یہان بھی فوق و تحت منقلب ہو جاتے ہین اور یمین و یسار منعکس پر جیسے آئینہ مین کسی چیز کو فوق و تحت و یمین و یسار
دیکھکر اصل کو اُسکے برعکس سمجھتے ہین ایسے ہی علم مین بھی یہی قصہ ہی۔ مگر چونکہ انکشاف حقیقت و کیفیت اصل مین بسا اوقات
کچھ دیر نہین لگتی تو عکس کی کچھ خبر نہین ہونے پاتی الحاصل صفات ذاتیہ اصل مین محاط ہوتے ہین پر بظاہر محیط معلوم
ہوتے ہین مگر چونکہ قالب اور علم مین انعکاس مقلوب و معلوم ہوتا ہی اور آئینہ وغیرہ مظاہر مین انعکاس علم اسلئے یہ ضرور ہے
کہ اگر کوئی چیز نمائشگاہ صفات ذاتیہ بنی تو موصوف بھی کیفیت خارجیہ کے ساتھ اُس نمایش مین جلوہ افروز ہو۔ تفصیل اس
اجمال کی یہ ہی کہ آئینہ وغیرہ مرایا و مناظر مین بوجہ قلعی وغیرہ جو سامان ظلمت ہوتے ہین جب نگاہ کو آگے نفوذ کے لئے راہ نہین
ملتی تو جیسے گیند ٹکر کھا کر اُچھلتی ہی اور جدھر سے آتی ہی اُدھر ہی کو ہٹ آتی ہی ایسے ہی نگاہ قلعی وغیرہ موانع نفوذ پر ٹکر کھا کر
پیچھے کو ہٹتی ہی اور جدھر سے آئی تھی اُدھر ہی کو جاتی ہی اور اُسوقت جو چیز اُسکے احاطہ مین آجاتی ہی وہ نظر آنے لگتی
ہے۔ مگر چونکہ اسوقت بھی وہ ہی نگاہ سامان ابصار ہی جو قبل توسط آئینہ تھی فقط آئینہ پلٹنے کا سامان ہی اور کچھ نہین تو

حرف غلط کیطرح ہرگز قابل تسلیم نہوتے علاوہ برین حرکت کے لیے ایک مقصود چاہیے مگر یہ وہان ہوتا ہی جہان کسی کمال کا انتظار ہو علاوہ کمال بالفعل نہو اور ظاہر ہی کہ وجود خود منبع جمیع کمالات ہی یہی وجہ ہی کہ کمال حدوث بقا مین وجود صاحب کمال کا محتاج ہی اگر وجود منبع و مصدر کمالات نہوتا تو پھر یہ احتیاج غلط ہوتی بلے وجود بھی حدوث و بقا با کمالات ممکن ہوتا چنانچہ بدیہی ہی مگر جیسے وجود تک حرکت کو رسائی نہین ایسے ہی عالم ابعاد مین بعد مجرد تک حرکت کو رسائی نہین اگر اسپر کوئی حرکت عارض ہوتی تو یہ حرکت مکانی ہی مگر بالبداہتہ اس حرکت سے یہ بعد مجرد منزہ ہی ورنہ بعد کے لئے اور بعد چاہیے جو حرکت مکانی متصور ہو۔ پانچوین وجود خرق والتیام سے بچا ہوا ہی ورنہ اسکے اوپر کوئی ایسا مفہوم واسع چاہیے جسکے اعتبار سے خرق والتیام ممکن ہو یعنی جیسے خرق والتیام اجسام کے یہ معنی ہین کہ اجسام کے ٹکڑون کے درمیان بعد مجرد کا کوئی ٹکڑا آگیا تو اسکا نام خرق واختراق ہی نہین تو التیام اور ظاہر ہی کہ بعد مجرد تمام اجسام کو محیط اور شامل ہی ایسے ہی وجود قابل خرق والتیام ہو تو اسکے لئے کوئی مفہوم محیط اور شامل چاہیئے۔ اور ظاہر ہی کہ وجود سے اوپر کوئی مفہوم عام نہین جو اسکو محیط ہو چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا ہی مگر جیسے وجود خرق والتیام کی آلایش سے پاک ہی ایسے ہی بعد مجرد بھی خرق والتیام سے منزہ ہی چنانچہ ظاہر ہی۔ چھٹے وجود معروض خصوصیات جملہ موجودات ہے اور کیون نہو عدم معروض خصوصیات موجودات نہین ہوسکتا اور خود خصوصیات مذکورہ کو معروض وجود کہیے تو قبل وجود تحقق موجودات لازم آئے کیونکہ وجود معروض قبل عروض عوارض ضروری ہی اور موجودات اور وجود مین لزوم مانئیے تو پھر اس حدوث و عدم موجودات کی کوئی صورت نہین کیونکہ وجود ازلی و ابدی ہی ورنہ عروض عدم لازم آئے اور ایک ضد کا اتصاف دوسری ضد کے ساتھ تسلیم کرنا پڑے اور ظاہر ہی کہ یہ بات اس سے بھی بڑھکر محال ہی کہ دونون ضدین کسی ایک موصوف مین مجتمع ہو جائین کیونکہ وہان تو بجز اجتماع اور کچھ نہین اور یہان علاقہ اتصاف بھی باہمدگر ہوگا۔ غرض جب فقط اجتماع محال ہی تو تعلق باہمی کے ساتھ اجتماع بدرجہ اولی محال ہوگا بالجملہ وجودات اور ان خصوصیات مین جنکے وسیلہ سے موجودات باہم متمیز ہین یہی علاقہ ہی کہ وہ خصوصیتین عارض ہین اور وجود معروض اور ظاہر ہی کہ خصوصیت ممیزہ ہے حقیقت شے ہوا کرتی ہی۔ اسلیئے یون کہنا پڑیگا کہ تمام حقائق موجودات وجود پر عارض ہین اور وجود انکے حق مین معروض اگرچہ باعتبار ظاہر قصہ برعکس ہی چنانچہ اسی بنا پر کلام گذشتہ مین وجود کو عارض موجودات قرار دیا ہی مگر یہی علاقہ بعینہ خصوصیات اجسام اور بعد مجرد مین ہی بعد مجرد بھی معروض اشکال اجسام ہوتا ہی جو بحیثیت جسمیت حقیقۃ اجسام ہین اگرچہ قصہ برعکس ہی چنانچہ ظاہر ہی جب ان جہات ستہ اور وجوہ ششگانہ مین وجود اور بعد مجرد باہم متناسب اور متشابہ یکدگر ہوئے تو جیسے بوجہ تناسب آئینہ و نور و بعد مجرد آئینہ جو بظاہر معروض بعد مجرد اور حقیقت مین عارض بعد مجرد ہی مظہر نور و بعد مجرد ہو جاتا ہی ایسے ہی بوجہ تناسب مذکور لازم یون ہے کہ بعد مجرد جو بظاہر معروض وجود اور حقیقت مین عارض وجود ہی مظہر وجود بنے وہان اگر اسکی ضرورت ہے کہ نمایش انطباع وانعکاس کے لئے نور بھی ہو اور ادھر بوجہ قلعی وغیرہ پشت آئینہ سے متصل ظلمت ہو جو صفائی آئینہ سے مخالف بالذات ہے تاکہ نگاہ کو بوجہ رکاوٹ ملنے کا موقع ملے اور صورت انعکاس پیدا ہو تو یہان نور وجود کے بعد کسی اور نور کی تو ضرورت نہین البتہ سامان ظلمت چاہیے سو یہان بجائے ظلمت مذکورہ عدم کو جو تمام موجودات خاصہ کو ایسی طرح محیط ہی جیسے سایہ صحن اور روشندان کی دھوپ کو محیط ہوتا ہی شرط انعکاس ٹھہرایئے اور ظاہر ہے

یعنی بلزوم ذاتی کرحق مین نمائشگاہ تھی یہ معرض اُس صفت کی نمائشگاہ بنجاتا ہی دیکھ لیجئے آئینہ باینوجہ کہ جسم ہی معروض نور
ہوتا ہی کیونکہ نور شمس و قمر وغیرہ قابل ابعاد ہی اسیوجہ سے اِس بعد مجرد مین یعنی اس فضا اور خلا اور امتداد مین جو زمین و
آسمان کے بیچ مین نظر آتا ہی اور جسمین تمام عالم اجسام سمائے ہوئے معلوم ہوتے ہین نور سمایا ہوا ہوتا ہی اور اسیوجہ سے وقت
انعکاس آئینہ مین نور اُسی امتداد اور بعد اور خلا کے ساتھ نظر آتا ہی مگر چونکہ بہ نسبت اور اجسام کے آئینہ کو نور کے ساتھ زیادہ
مناسبت ہی تو آئینہ نمائشگاہ نور مذکور ہوجاتا ہی اور اسوجہ سے بقدر تقابل نور کی شکلین اُسمین منعکس ہوجاتی ہین مطلب یہ ہی
کہ جیسے نور مذکور سدراہ نگاہ نہین ہوتا ایسے ہی آئینہ سدراہ نگاہ نہین ہوتا اسلئے جیسے بوجہ حلول اجسام نور مین طرح طرح کی صورتین
اجسام کی صورتونکے مطابق منتقش ہوجاتی ہین ایسے ہی آئینہ مین وہ صورتین بشرط تقابل منعکس ہوجاتی ہین اسی پر
وجود کو قیاس کرلیجے یعنی جیسے آئینہ اور نور مین تناسب ہے ایسے ہی اگر وجود اور کسی اور جسم مین تناسب ہوگا تو یہی نمایش اور
انتقاش ماننا پڑیگا۔ مگر غور سے دیکھا تو جو نسبت آئینہ اور نور مین ہی وہی نسبت بعد مذکور اور وجود مین موجود ہی۔ کیونکہ اول تو
جیسے وجود اپنے تحقق مین موجودات کا محتاج نہین بلکہ موجودات اپنی تحقق مین وجود کے محتاج ہین ایسے ہی اس عالم
ابعاد مین بعد مجرد اپنی تحقق مین کسی جسم یعنی قابل ابعاد کا محتاج نہین بلکہ تمام اجسام اپنے تحقق مین بعد مجرد کے محتاج ہین
دوسرے وجود اگر غیر محدود ہی تو بعد مجرد بھی محدود نہین غرض یہ ہی کہ ہر مقید کو ایک مطلق چاہیئے اور ظاہر ہی کہ مطلق بہ نسبت مقید
وسیع اور فراخ ہوتا ہی سو وجود اگر مقید ہو تو اُسکے اوپر کوئی مطلق چاہیئے جو بہ نسبت وجود زیادہ واسع ہو مگر ظاہر ہی کہ وجود سے
عام اور واسع کوئی مفہوم نہین۔ اسلئے وجود کسیطرح مقید نہین ہوسکتا بلکہ بجمیع الوجوہ مطلق ہی یعنی جیسے اور مطلق کسیکی
نسبت مطلق اور کسیکی نسبت مقید ہوتے ہین وجود مین یہ بات نہین وہ مطلق ہی مطلق ہی مقید ہونے کی کوئی وجہ اُسمین نہین
مگر جب وجود بجمیع الوجوہ مطلق ہوا اور کسی وجہ سے مقید نہوا تو بجمیع الوجوہ وجود کو غیر محدود اور غیر متناہی کہنا پڑیگا۔ کیونکہ محدود
ہونیکے لئے بالبداہتہ انتہا اور احاطہ کی حاجت ہے اور ظاہر ہی کہ اُسکو قید کہتے ہین جسکے باعث مقید کو مقید کہتے ہین۔ مگر
جب وجود موافق تقریر ہذا غیر محدود ہے ایسا ہی بعد مجرد بھی باعتبار ابعاد اور امتداد غیر محدود اور غیر متناہی ہی چنانچہ عقل
سلیم بالبداہتہ اسپر شاہد ہی یہی وجہ ہی کہ جہانتک بعد مذکور کو تصور کیجئے اُس سے آگے بھی تصور اُسکا پتہ دیتا ہی بخلاف اجسام
کے اُنمین یہ بات نہین کتنا ہی بڑا تصور کیجئے مگر جب تصور اجسام ہوتا ہی کسی حد کے اندر ہی ہوتا ہی علاوہ برین اگر بعد
محدود کہیے تو اُسکے لئے کوئی اور بعد ماننا پڑیگا چنانچہ عنقریب انشاء اللہ یہ عقدہ کھلا چاہتا ہی۔ تیسرے جیسے وجود اپنے
تحقق مین مادہ کا محتاج نہین بلکہ مادہ سے منزہ ہی ایسے ہی عالم ابعاد مین بعد مجرد بھی اپنے تحقق مین مادہ کا محتاج نہین
بلکہ مادہ سے منزہ ہے۔ چوتھے وجود اپنے حال مین دائم قائم ہی کسی طرح کسی قسم کی حرکت اُسمین متصور نہین ورنہ
جیسے مکان وکیف وکم وغیرہا حرکت مکانی وغیرہا مین پہلے سے بھی اور حالت حرکت مین بھی اور بعد حرکت بھی متحرک کو
محیط ہوتے ہین وجود کے لئے بھی کوئی محیط ہوتا اور یہ اُسکی لاتناہی اور اطلاق علی الاطلاق جو اوپر ثابت ہوچکی ہے

ظاہر ہی کہ وقت احساس وہ شکل نورانی یعنی نقش باطن نور ہی محسوس ہوتی ہی یہی وجہ ہے کہ دیکھنے کے لئے نور شرط ہے
مگر یہ ہی تو پھر یہ خواہ مخواہ اقرار کرنا پڑیگا کہ نور مذکور معروض اشکال محسوسہ ہے گو معروض اشکال حقیقیہ جو اشکال نور کیلئے بمنزلہ
پیمانہ و قالب ہین وہ بعد مجرد ہی ہو جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو اب سنیئے یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ آئینہ تو بوجہ صفائی اپنے عکس
پایون کیسے اپنے معروض یعنی نور کا مظہر اور نمائشگاہ بن سکے اور خود جو صفائی مین آئینہ سے کہین بڑھکر ہے مظہر نور نہ ہو بلکہ
حالانکہ وجود بھی اسکے حق مین عارض یا معروض ہی۔ پھر فاعل یعنی مادہ جلوہ افروزی موجود ہو اور قابل یعنی بعد مصفا مجرد مقابل
ہین اور بیچ مین کوئی حجاب نہو تو یون کہو علت تامہ انعکاس موجود ہی اسپر بھی انعکاس نہو تو یون کہو علت تامہ کو معلول کا ہونا
ضرور نہین اور یہ ہی تو پھر یون کہہ سکتے ہین کہ خدا تعالی جو تنہا اپنی ذات سے یا مع الصفات علت تامہ مخلوقات ہی اسکی علیت بھی مقتضی
معلولیت نہین ہو سکتا ہی کہ اسکی تاثیر بھی بیکار ہو اور اس سے نہ کوئی چیز خواہ مخواہ پیدا ہو سکے اور نہ کوئی کام اس سے خواہ مخواہ بن
پڑے اگر کوئی کام ہو گیا یا کوئی کام بن پڑا تو اتفاقی ہی باقی تقابل بعد مجرد مین اگر تامل ہو تو اسکو کیا کیجیے گا۔ کہ اگر تقابل نہو گا یا
بیچ مین حجاب ہو گا تو پھر بعد مجرد موجود ہی کیونکر ہو گا یعنی جیسے عروض نور آفتاب کے لئے یہ ضرور ہی کہ انمین اور اسکے معروض مین
باہم تقابل ہو اور بیچ مین کوئی حجاب نہو ایسے ہی موجودات اور وجود مین بھی عروض کے لئے تقابل اور عدم حجاب ضروری ہی
پھر آئینہ کی پشت پر اگر قلعی ہی اور اسکی ظلمت مانع نفوذ نگاہ ہی اور اسلئے خواہ مخواہ انعکاس نظر ضروری ہی تو یہان بھی ظلمت عدم
موجود ہی جسکی ظلمت سے بڑھکر کوئی ظلمت نہین۔ القصہ یہان بھی تمام سامان انعکاس موجود ہی۔ پھر انعکاس نہونے کے کیا معنی
ہان بوجہ فقدان وجوہ مذکورہ جنسے تناسب حاصل ہوتا ہو نہین الٹا تضاد ہی جس سے بجای امید انعکاس یقین عدم امکان انعکاس ہے
اور اسلئے بالیقین یون کہہ سکتے ہین کہ وہ تجلی گاہ ربانی نہین ہو سکتی۔ پھر قبلہ عبادت ہو سکین تو کیونکر ہو سکین۔ رہی معبودیت
اصنام اسکی نفی کی کچھ حاجت نہین خود آشکارا ہی علاوہ برین مدار معبودیت یا محبوبیت اصلی حقیقی پر ہی یا حکومت اولی ذاتی پر
اور اوراق آئندہ مین انشاء اللہ تحقیق مرتبہ محبوبیت و حکومت مین یہ واضح ہو جائیگا کہ تو انکو اس بے شعوری اور پستی مرتبہ پر جسپر انکا
منجملہ جمادات ہونا شاہد ہی یہ لیاقت کہان انبیاء اور ملائکہ مین باوجود ظہور کمالات یہ لیاقت نہین یہ دونون باتین خدا کے ساتھ
مخصوص ہین اور ونکو نصیب نہین ہو سکتین۔ بالجملہ معبودیت بتان تو کسیطرح ممکن ہی نہین اگر ممکن ہوتا تو انکا مظہر جمال خداوندی
ہونا ممکن ہوتا۔ مگر وہ بوجہ فقدان وجوہ مناسبت ممتنع ہو گیا اور اگر بالفرض والتقدیر اصنام مشرکین کو مظہر جمال خداوندی
کہینگے تو باین لحاظ کہین گے کہ وہ منجملہ موجودات مقیدہ ہین اور ہر مقید مین مطلق کا ہونا ضرور ہی چنانچہ ادپر معروض ہو چکا۔
مگر اول تو یہ امر تمام اجسام بلکہ تمام مخلوقات مین مشترک ہے اصنام ہی کی کیا خصوصیت ہے جو انہین کو معبود بنائے۔ دوسرے بوجہ مذکورہ
بعد مجرد کو موجود مطلق کے ساتھ اس قسم کا قرب معلوم ہوتا ہی جیسا سطح کو جسم کے ساتھ ہوتا ہی یعنی جیسے جسم اور خط کے بیچ مین
سطح ہوتا ہی ایسے ہی اجسام اور موجود مطلق کے بیچ مین بعد مجرد ہوتا ہی یہی وجہ ہی کہ جیسے وجود خط بے سطح ممکن نہین ایسے ہی
وجود جسم بے بعد ممکن نہین مگر یہ ہی تو جیسے ظہور جسم بطور انعکاس و تصویر خط مین ممکن نہین ایسے ہی ظہور جمال خدا بطور انعکاس مین

کہ ظلمت عدم سے بڑھکر کوئی ظلمت نہین جیسے نور وجود سے بڑھکر کوئی نور نہین کیونکہ نور کا کام ظہور و اظہار ہے اور ظلمت کا کام خفا و اخفا سو دیکھیے عدم سے زیادہ کوئی خفی نہین اور چونکہ وجود اُسکے مقابل مین ہے تو اس سے بڑھکر کوئی ظاہر نہوگا اور ہو تو کیونکر ہو ظاہر کے ظہور کے لئے وجود شرط ہی مگر جیسے بوجہ تفاوت مراتب نور مراتب ظہور بھی متفاوت ہوتے ہین ایسے ہی بوجہ تفاوت مراتب وجود ظہور مین بھی فرق ہوتا ہی جیسے نور بوجہ کمال ظہور مخفی ہوتا ہی یہی وجہ ہے کہ نور شمس و قمر وغیرہ زمین و آسمان کے بیچ پھیلا ہوا ہوتا ہی اور پھر نظر نہین آتا اور سوا اُنکے وہ اشیاء جو بوسیلہ انوار مذکورہ ظاہر ہوتے ہین بقدر تفاوت انوار شمس و قمر ظہور مین بھی متفاوت ہوتے ہین ایسے ہی وجود بوجہ کمال ظہور باوجودیکہ تمام کائنات مین پھیلا ہوا ہی خود نظر نہین آتا اور وہ اشیاء جو بوسیلہ عروض وجود موجود ہوتے ہین بقدر تفاوت مراتب وجودات ظہور مین متفاوت ہوتی ہین مطلب یہ ہے کہ جیسے اصل مین نور تو آفتاب کا ہوتا ہی اور قمر و کواکب واسطہ ہوتے ہین اور اسلئے بقدر فرق قابلیت و مقدار وسائط مذکورہ نور مین کمی بیشی پیدا ہوجاتی ہے ایسے ہی وجود تو اصل مین خدا کا ہے اور علل و اسباب فقط وسائط ہین اُنکی قابلیت اور مقدار کے موافق اُنمین وجود آتا ہی اور اسلئے معلولات کے وجود مین فرق پیدا ہوجاتا ہی بالجملہ جیسے بمقابلہ انوار ظاہرہ یہ ظلمت ہے جسکو اندھیرا کہتے ہین ایسے ہی بمقابلہ وجود عدم ہی انعکاس نور شمس و قمر وغیرہ اور انعکاس نور نگاہ کیلیے جیسے ظلمت ظاہرہ شرط ہے ایسے ہی انعکاس نور دیدہ بصیرت اور انعکاس نور وجود کے لئے ظلمت عدم شرط ہی اور چونکہ بعد مجرد منجملہ موجودات خاصہ یعنی منجملہ موجودات مقیدہ ہی تو جہت آمد وجود کے سوا عدم کا اُسکے متصل ہونا ضرور ہی تاکہ خصوصیت ممیزہ مذکورہ پیدا ہو ورنہ پھر وہ موجودات خاصہ نہونگے بلکہ وجود مطلق یعنی خدا ہوگے۔ اس صورت مین بعد مجرد مذکور اگر مظہر وجود ہی اور اُسکی ذات بابرکات خداوندی جو حسب بیان سابق وسط وجود مین ایسی طرح جلوہ افروز ہے جیسے وسط کرۂ شعاعی مین آفتاب رونق افروز ہی اس بعد مجرد مین منعکس ہوجاے تو استحالہ تو کیا لازم آئے بحکم عقل سلیم اُسکو ضروری سمجھنا ضروری ہے۔ اگر استحالہ کہیے تو تو اس سے زیادہ اور کیا کہیے کہ تجلیات ذاتیہ خداوندی کو مقید فی الجہتہ کہنا پڑیگا مگر یہ بات باریک ذہن والے تو کیا تسلیم کرتے ظاہر بین آدمی بھی اُسکو تسلیم نہین کرسکتے ہان جلوۂ آفتاب کو اگر آئینہ مین مقید کہیے تو کیون نہین مگر کون نہین جانتا کہ آئینہ فقط ایک مظہر اور نمائشگاہ ہی محل قید نہین ورنہ آئینہ اس کوتاہی عرض و طول اور کمی ضخامت پر بھی آفتاب سے کلان مقدار کو آغوش مین لے سکے تو تمہین کہو کتنا بڑا محال ماننا پڑیگا۔ اور جب یہ بات باوجودیکہ محال ہی قابل تسلیم ٹھہری۔ تو تجلیات ذاتیہ خداوندی کا مقید فی الجہتہ ہوجانا بھی دور از عقل نہین ہوسکتا بالجملہ بعد مجرد اگر مظہر تجلیات ذاتیہ خداوندی اور نمائشگاہ تجلیات مذکورہ ہو تو سراپا عقل پر مطابق ہی اور ہرگز کوئی محال لازم نہین آتا بلکہ یون نہو تو محال لازم آتا ہی۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ آفتاب و قمر و کواکب بلکہ جملہ اجسام مین تو مادۂ جلوہ افروزی ہو اور خداوند عالم مین جسکے نور وجود سے تمام عالم کا ظہور ہی مادہ جلوہ افروزی نہو ادھر جو نسبت آئینہ کو بعد مجرد کے ساتھ ہی وقت نمایش وہی نسبت نور کے ساتھ ہونی چاہیئے کیونکہ نور مذکور اور بعد مجرد باہم مخلوط ہوتے ہین اگر بعد مجرد عارض اجسام ہوتا ہی تو نور بھی عارض اجسام ہوگا وہ اگر معروض اجسام ہوتا ہی جیسے نظر غائر کہتی ہے تو نور بھی بشہادت عقل سلیم معروض اشکال محسوسہ ہوتا ہی کیونکہ یہ تو ضروری ہی کہ باطن نور مین بوجہ احاطہ نور شکل اجسام منقش ہو اور یہ بھی

جب یہ مرحلہ طے ہوگیا تو اور سُنیئے کہ اس تقریر سے صاف روشن ہو گیا کہ کوئی عبادت کرے یا نکرے ضرورت عبادت ہو کہ نہو بعد
مجرد مظہر جمال خداوندی ہی اور اسلیئے یون کہہ سکتے ہین کہ اس ظہور کے باعث عبادت جسمانی سبکے ذمہ لازم کیونکہ جمال خداوندی
مقید فی الجہتہ نہ سہی پر ایسی طرح متعلق بالجہتہ ہی کہ تقابل جسمانی اور حضور جسمانی متصور ہی پھر کیا وجہ کہ روح تو مخاطب عبادت ہو
اور جسم معطل رہے اور شروع رسالہ مین یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ عبادت روحانی لازم ہی اور بوجہ ضرورت عبادت روحانی عبادت
جسمانی غرض ہی اور اسلیئے معبود کو تعلق بالجہتہ بطور مذکور لازم ہی تاکہ ضرورت عبادت مرتفع ہو بالجملہ دونون طرف سے تلازم ہی
اتنا فرق ہی کہ بوجہ ضرورت عبادت تعلق بالجہتہ محض کرم اختیاری پر مبنی ہی تاکہ تکلیف مالایطاق لازم نہ آئے اور بوجہ مناسبت
معروضہ تعلق بالجہتہ ایک امر ایجابی ہی اختیاری نہین۔ مگر ایجابی سے کیکو وہم اضطرار نہو اضطرار کسی غیر کے دباؤ کا نام ہی وہ غیر تو ضار ہوتا
ہی اور یہ اسکے مقابلے مین مضطر کہلاتا ہی اور ایجاب اُس لزوم کا نام ہی جو خاص بمقتضاے ذات ہو نہ بمقتضاے غیر نہو بالجملہ بعد مجرد
بطور انعکاس مظہر جمال خداوندی ہی اور سوا اسکے عالم ابعاد مین اور کوئی چیز مظہر جمال مذکور نہین اور نہ یہ ممکن کہ وہ مظہر جمال
مذکور ہو لیکن سواے بعد اس عالم ابعاد مین بجز اجسام اور کیا ہی اسلیئے بتون کی نسبت یہ یقین ہی کہ وہ بطور انعکاس مظہر جمال
خداوندی نہین ہو سکتے جب یہ گذارش ذہن نشین خاص و عام ہوگئی تو اب اور سُنیئے انعکاس اُلٹنے کو کہتے ہین سو انعکاس
آئینہ وغیرہ مین اُلٹنے کی یہ صورت ہے کہ نور نظر کو بوجہ ظلمت قلعی جب آگے جانیکا رستہ نہین ملتا تو مثل گیند ٹکر کھا کر جدہر سے آیا
تھا اُدھر کو پلٹتا ہی مگر ظاہر ہی کہ جسقدر مخروط نگاہ مین سے آنکھ سے آئینہ تک ہوتا ہے تو وہ بدستور بحال خود رہتا ہی اگر پلٹتا ہی
تو اُس مخروط کا وہ حصہ پلٹتا ہی جو درصورت عدم انعکاس سطح قلعی سے آگے ہوتا ہی مگر وہ پلٹے گا تو اُسکا قاعدہ اوپر ہو جائیگا اور
اسلیئے اُسکی وسعت مین جو آجائیگا وہی نظر آنے لگے گا۔ مگر ظاہر ہی کہ اس صورت مین جو چیز نظر آئیگی وہ بذات خود نظر آئیگی
اسکی شبح یا مثال یا تصویر نہوگی اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہی جو وہی فاصلہ معلوم ہوتا ہی جو آئینہ اور اشیاء منعکسہ مین ہوتا
ہے فقط بوجہ انعکاس اِدھر کا اُدھر معلوم ہونے لگتا ہی اور اسوقت زمین وغیرہ اجسام مکدرہ پر نگاہ کا منعکس ہونا اسوجہ سے
ہوگا کہ اُنمین بوجہ عدم صفائی یعنی بوجہ کھردراپن نگاہ ایسی طرح رہجاتی ہی جیسے گیند گارے مین دھسکر رہ جاتی ہی اور ٹکر
نہین کھاتی غرض جیسے گارے کے اجزا کے اِدھر اُدھر ہو جانے سے گیند کا زور تمام ہو جاتا ہی ایسے ہی کھردرے اجسام کے
مسامات مین پھیلجا[illegible] سے نگاہ کا زور تمام ہو جاتا ہی بہر حال صورت انعکاس اگر یہ ہی تو بعد مجرد مین اگر ظہور ذات و صفات
خداوندی ہوگا تو اہل نظر کو خود ذات و صفات ہی کا دیدار ہوگا شبح و مثال منفصل مقابل ذات و صفات نہوگی جو کسیکو شبہہ
شرک یا احتمال حدوث موجب غلجان ہو ہان اتنی بات مسلم کہ مخروط شعاع نگاہ جب کسی چیز کو محیط ہوتا ہی تو باطن مخروط مین
اس چیز کی شکل ایسی طرح منقش ہو جاتی ہی جیسے باطن قالب مین مقلوب کی شکل ہوا کرتی ہی اور ظاہر ہی کہ وہ شکل باطن
مخروط نگاہ شبح اور مثال اصل ہوتی ہی مگر چونکہ یہ بات ہر دیدار مین ہوتی ہی اور اسکا ہونا مخالف دیدار اصل نہین سمجھا جاتا
اگر دیدار خداوندی مین جو بوسیلہ بُعد مجرد ہو یہ بات پیش آئے اور دیدار مبصرات مین جو بوسیلہ آئینہ میسر آئے یہ کیفیت پیدا ہو تو

وتصویر جسم مین ممکن نہین اسلیئے یہ بھی احتمال نہین ہوسکتا کہ کوئی نادان اہل اسلام کے مقابلہ مین اصنام کو تصویر خدا ہی بتانے لگے۔ اسلیئے اسکی بھی ضرورت نہین کہ یون کہین کہ تصویر خدا ہی بتانے لگے کیونکہ اول تو اسکو کیا کیجیے کہ پرستش اصنام مین خدا کی صورت کا لحاظ نہین بلکہ غیر خدا ہی کی صورتین اُن مورتونکو سمجھتے ہین دوسرے تصویر کشی کو اصل صورت کا معلوم ہونا ضرور ہی۔ اور ظاہر ہی کہ کوئی صورت خدا کے لئے ہو بھی تو اسکا علم مفقود۔ بالخصوص مورت تراشنے والونکی نسبت تو یہ گمان ہو بھی نہین سکتا۔ تیسرے اس صورت مین اُس صورت کا جہت مین مقید ہونا ضرور ہی اور ظاہر ہی کہ یہ بات معبودیت پر زیبا نہین ہان بعد مجرد کو بطور انعکاس مظہر جمال خداوندی کہیے تو یہ خرابی لازم نہین آتی چنانچہ پہلے معلوم ہوچکا ہی۔ چوتھے عکس کی صورت مین تو بانیوجہ کہ انعکاس علم ہوتا ہی انعکاس معلوم نہین ہوتا اصل شے ہی پر نظر پڑتی ہی اور اسلیئے معبود وہ اصل جمال خداوندی ہی رہتا ہی اور تصویر خداوندی اگر بالفرض والتقدیر بفرض محال بنانی ممکن بھی ہو اور فرض کیجیے کہ تصویر مطابق اصل بنا بھی لین تب بھی وہ صورت بوجہ حدوث ومخلوقیت اس قابل نہوگی کہ اُسکو قبلہ عبادت بنائیے۔ خاصکر جب یہ لحاظ کیا جاے کہ وہ بنی آدم ہی کی بنائی ہوئی ہے اگر بالفرض کوئی اپنی صورت خدا خود بنائے تو گو وہ بھی بوجہ مذکور لائق معبودیت نہو مگر ہماری بنائی ہوئی سے تو اس بات مین افضل اور اعلی ہوگی اب یہ شبہ باقی رہا کہ اگر بوجہ مذکور جسم مظہر جمال خداوندی نہین ہوسکتا تو پھر اُسکا موجود مقید ہونا بھی بظاہر صحیح نہین ہوسکتا کیونکہ مقید کو مظہر مطلق ہونا لازم ہی۔ اسکا جواب یہ ہی کہ مقید او مطلق اوصاف ہوا کرتے ہین موصوفات نہین ہوا کرتے اور موصوفات کو اگر مطلق اور مقید کہتے ہین تو باعتبار اوصاف ہی کہتے ہین باعتبار ذات نہین کہتے وجہ اسکی یہ ہی کہ تقیید بمعنی تقطیع حقیقت مین ایک شکل اور خصوصیت ممیزہ ہوتی ہی اور یہ بھی واجب التسلیم ہی کہ وہ تقییدات اور جنکے ساتھ وہ تقییدات متصل ہین باہم عارض ومعروض ہین ایک کو دوسرے سے علاقہ ذاتی نہین جو جدائی ممکن نہو ورنہ ایک مطلق کیلیے غیر متناہی لوازم ذات ہون یا غیر متناہی ملزومات ذاتی۔ کیونکہ یہ تقییدات اُن مطلقون ہی کے ساتھ متصل ہوتے ہین سو وہ مطلق تقییدات کے حق مین ملزوم ذاتی یا لازم ذات ہون تو بیشک یہی صورت پیش آئیگی جو معروض ہوئی اور ظاہر ہی کہ یہ بات کسیطرح قابل تسلیم نہین کیونکہ لازم ذات حقیقت مین ملزوم سے صادر ہوتا ہی سو شے واحد مصدر اشیاء کثیرہ ہو تو اُسکی وحدت اہل عقل کے نزدیک بیشک ایک حرف غلط ہی اسلیئے یہی کہنا پڑیگا کہ باہم عارض ومعروض ممکن الانفصال ہین اور ظاہر ہی کہ عروض اوصاف ہی کا کام ہی اسلیئے موجودات مقیدہ مین اگر ہوگا تو ظہور وجود ہوگا ظہور مصدر الوجود نہوگا اور یہ ایسی صورت ہی کہ صحن خانون کی دھوپ مین جو حقیقت مین انوار مقیدہ ہین مظہر نور آفتاب ہین مظہر مصدر الانوار یعنی آفتاب نہین ہان جیسی دھوپ مین بوجہ تقابل منظر آفتاب ہین ایسے ہی سواے بعد اور موجودات مقیدہ بھی بوجہ تقابل مذکور منظر جمال خداوندی ہین مگر منظر اور مظہر مین اتنا ہی فرق ہی جتنا دھوپ اور آئینہ مین فرق ہوتا ہی یعنی جیسے آئینہ کو بشرط تقابل یون کہسکتے ہین کہ آفتاب اُسمین جلوہ افروز ہی اور دھوپکو یون نہین کہہ سکتے کہ اُسمین آفتاب رونق افروز ہی ایسے ہی بعد مجرد کو بوجہ تقابل یون کہہ سکتے ہین کہ جمال جہان آرائی عالم آفرین اُسمین رونق افروز ہی اور سوا اسکے اور موجودات مقیدہ کو یون نہین کہہ سکتے کہ جمال مذکور اُسمین رونق افروز

تقطیع کہان مگر بوجہ تماثل وتشابہ دائرہ کو صورت سطح مذکور و مرکز کو صورت دائرہ کہہ سکتے ہین اور اسوجہ سے مرکز کو صورت سطح مذکور
کہہ سکتے ہین ایسے ہی اُس ذات بیچون وچگون کے لئے تو اصل مین کوئی صورت نہین کیونکہ وہ ہر طرح سے غیر محدود اور علی الاطلاق
مطلق ہی اسلئے تقطیع اور تحدید کی کوئی صورت ہی نہین جو صورت کی صورت ہو مگر بوجہ تماثل وتشابہ تجلی وسط وجود اور وجود کو اُسکی صورت
کہہ سکتے ہین یہان بھی وہی نسبت ہے جو وہان تھی تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ اگر کسی مرکز پر ایک دائرہ بنائین اور اُس دائرہ کے گرد
گرد سطح کو الی غیر النہایہ فرض کرین تو جیسے مرکز سے محیط دائرہ تک سب طرف سے بعد برابر ہوگا ایسے ہی محیط دائرہ سے باہر مرکز سے لیکر
الے غیر النہایت بھی بعد مساوی ہوگا اور اسلئے چارنا چار یہ کہنا پڑیگا کہ سطح مذکور مستدیر الشکل ہی اور دائرہ اُسکی شکل ہی علی ہذا القیاس
جب یون خیال کرین کہ اُس دائرہ کے اندر ہزارون دائرے اوپر تلے اُس مرکز سے بن سکتے ہین اور اُن سب مین چھوٹا دائرہ وہ ہی
جسکے جوف مین سوائے مرکز اور کچھ نہو تو پھر یہ بھی خواہ مخواہ ماننا پڑتا ہی کہ مرکز بشکل دائرہ ہی اور کیون نہو جب سطوح مستدیرہ کو اسوجہ سے
دائرہ کہنے لگتے ہین کہ اُنکے گرداگرد خط مستدیر ہوتا ہی تو پھر مرکز کو دائرہ کیون نہ کہینگے یہان بھی وہی خط مستدیر گرداگرد موجود ہے
علی ہذا القیاس مرکز اور کرہ اور اُس بعد مجرد مین جو خارج از کرہ الی غیر النہایہ موجود ہی یہی اتحاد شکل اور صورت موجود ہی الحاصل سطوح
غیر متناہیہ مذکورہ اور بعد غیر متناہی فی الجہات الستہ مین اگرچہ بذات خود صورت وشکل بایمعنی موجود نہین کہ بعد وسطح معروض ہو
اور وہ عارض مگر جیسے تصویر اور عکس کو صورت اصل کہتے ہین اور وجہ اُسکی یہی ہوتی ہی کہ جو بات وہان تھی وہی یہان ہی تو بوجہ تشابہ
وتماثل مذکور دائرہ کو شکل سطح مذکور اور کرہ کو شکل بعد مذکور کہنا بھی ضروری ہوگا اور جب مرکز بشکل دائرہ اور کرہ ہوا اور کرہ اور دائرہ
شکل بعد وسطح تو مرکز بھی سطح اور بعد کی صورت اور شکل ہوگا مگر جو قصہ یہان ہی وہی قصہ اُس تجلی مین ہی جو وسط وجود مین ہی
اور وجود مین اور ذات معبود مین ہی۔ شرح اس معاملے کی یہ ہی کہ ذات بیچون وچگون کا کسی حد مین محدود ہونا تو ایسا غلط ہی جیسا
ہمارا اُسکا غیر محدود ہونا اور کیون نہو اُسکو محدود اور مقید کہیئے تو اُسکے اوپر ایک اور غیر محدود اور مطلق ماننا پڑیگا جس سے خدا کے
اوپر خدا کا ہونا لازم آئیگا اور جب اُسکو غیر محدود مانا تو پھر اُس مقام پر جو بمنزلہ نقطہ وسط اور مرکز کرہ ہو اُس ذات بابرکات کی تجلی
ضرور ہی وجہ اُسکی یہ ہی کہ یہ تو مسلم ہو چکا کہ مرکز صورت دائرہ اور دائرہ صورت سطح غیر متناہی مشارالیہ ہی علی ہذا القیاس کرہ
اور کرہ اور بعد مین یہ اتحاد شکل ہی مگر اتحاد شکل کی کل دو صورتین ہین ایک تصویر کشی دوسری انعکاس سو تصویر کشی تو
فعل اختیاری مصور ہی اور تصویر اُسکی ساختہ وپرداختہ اور انعکاس ایک اضافت نے اختیاری ہی اور عکس ایک نتیجہ ضروری
ان دونون کو مطابق کرکے دیکھا تو مرکز مین عکس دائرہ اور سطح غیر متناہی نظر آیا سامان تصویر کچھہ نہ دیکھا جو تصویر کہیئے جیسے آئینہ
اور آفتاب وغیرہ کا تقابل تو کسیقدر اختیار مین ہوتا ہی پھر انعکاس اور عکس دونون اختیار سے باہر ہین ایسے ہی دائرہ کھینچنا
تو اختیاری ہی بھی ہی مرکز کا مخرج الاقطار یا مجمع الاقطار ہو جانا اختیار سے باہر ہی نقطہ مرکز کی کسینے کوئی ہیئت نہین بدلی وہ اور
سوا اُسکے اور نقطے مساحت شکل وصورت مین برابر ہین ہان یہ بات کہ وہ مصدر ابعاد اور مجمع الاقطار بنگیا دائرہ کے کھینچتے ہی
اُسکو حاصل ہوگئے وہ اگر منجملہ دوائر متوازیہ مشار الیہا سب مین چھوٹے دائرہ کی مساحت بنگیا اور اُسکا جوف اُسکو کہنے لگے تو

اسکو دیدار شبح ومثال نہ کہینگے دیدار اصل ہی کہینگے ہان اگر مقابل مین کوئی شبح ومثال منطبع ہو جیسا بظاہر آئینہ وغیرہ مظاہر مین معلوم ہوتا ہی تو البتہ بظاہر تو یہی ہے کہ وہ دیدار شبح ومثال ہو مگر غور کرنے کے بعد یون معلوم ہوتا ہی کہ اس صورت مین بھی دیدار اصل ہی ہوتا ہی ہان اس صورت مین انعکاس نگاہ بظاہر نہوگا انعکاس منظور ہوگا تفصیل اسکی یہ ہی کہ اگر آئینہ وغیرہ مرایا ومناظر کے باطن مین مقابل اصل منظور شبح او مثال منطبع ہو اور اس سبب سے یون کہین کہ انعکاس نظر نہین بلکہ انعکاس منظور ہی یعنے شکل اصل بوجہ انقلاب جہت در رخ پلٹ کر آئینہ مین منطبع ہوگئی ہی تو اسمین تو کچھ کلام ہی نہین کہ شکل باطن آئینہ ایسی طرح ہی تو وہ شکل اصل ہی جیسے حرکت کشتی نشین پر تو وہ حرکت کشتی یا نور زمین جسے دھوپ کہتے ہین پر توہ نور آفتاب ہوتا ہی یعنے جیسے آفتاب مین نور اور کشتی مین حرکت او پھران دونون کے ساتھ تقابل اور ارتباط ہو تو زمین مین دھوپ اور کشتی نشین مین حرکت ہو نہین تو نہین ایسی ہی شکل آئینہ وغیرہ مظاہر کا حال ہی اصل مین شکل ہو اور اُس سے تقابل اور ارتباط ہو یعنی حجاب نہو تو آئینہ مین شکل آئے نہین تو نہین غرض مثل شکل تصویر اپنے وجود مین مستقل نہین مگر ہی تو جیسے حرکت کشتی نشین وہ حرکت کشتی ہی ہوتی ہی اور نور زمین وہ نور آفتاب ہی ہوتا ہی کوئی جدی چیز نہین ہوتی ایسے ہی شکل آئینہ بھی وہ شکل اصل ہی ہوگی جدی چیز نہوگی گو وقت احساس مثل حرکت کشتی نشین وہ نور زمین ایک جدی چیز معلوم ہوتی ہو۔ بالجملہ شبح ومثال کہو یا اصل کہو انعکاس کی صورت مین اصل صورت ہی معلوم ہوتی ہی مگر یہ نیرنگی صورتون ہی مین ہی مادہ مین نہین ادھر آئینہ وغیرہ مظاہر مین بھی صورتین ہی منعکس ہوتی ہین مادہ منعکس نہین ہوتا مگر جیسے قابل انعکاس فقط صورتین ہی ہوتی ہین مادہ کو اُس سے علاقہ نہین ایسے ہی قابل ادراک احساس بھی یہ صورتین ہی ہوتی ہین مادہ کو اُس سے علاقہ نہین چنانچہ ظاہر ہی کون نہین جانتا جسم اگر نظر آتا ہی تو اُسکی تقطیع اور رنگ ہی نظر آتا ہی اور کیا نظر آتا ہی اور ظاہر ہی کہ یہی تقطیع اور رنگ مسمّی بصورت ہی صورت مین اور کیا ہوتا ہی القصہ مادہ جسم قابل دیدار نہین علی ہذا القیاس اور احساسون اور ادراکونکو خیال کر لیجے یعنی آواز اور بو وغیرہ کے ادراک اور احساس مین بھی اُنکی تقطیعات او کیفیات ہی مدرک او محسوس ہوتی ہین اسلئے اس سے زیادہ اُنکا ادراک اور احساس نہین ہوتا جب موجودات عالم شہادت کا یہ حال ہی تو موجودات عالم بالا کی حقیقت تک ادراک واحساس کی رسائی معلوم وہان بھی ادراک ہوگا تو صورت ہی کا ادراک ہوگا خواہ بطور اصل ہو یا بطور عکس اسی لئے عبادت جو حضور اور ادراک معبود پر موقوف ہی صورت خداوندی ہی سے متعلق ہی ذو صورت اُس سے مستغنی اور غنی ہی وہان اتنی بات قابل لحاظ ہی کہ جیسے مبصرات کی تقطیعات یعنی اشکال وصور کو مسموعات کی تقطیعات پر قیاس نہین کر سکتے بلکہ یہی کہنا پڑتا ہی کہ ہر کسیکی تقطیع اور شکل وصورت اُسکے مناسب ہے ایسے ہی عالم بالا کو صورت اجسام پر قیاس نکرنا چاہیئے بلکہ یہان بدرجہ اولیٰ وہ قیاس غلط ہوگا کیونکہ وہان امکان اور موجود عالم شہادت ہونے مین تو اشتراک تھا یہان تو یہ بھی نہین بہ نسبت ذات خداوندی اگر اطلاق صورت درست ہوگا تو ایسی طرح ہوگا جیسے مرکز پر اطلاق صورت دائرہ اور دائرہ پر اطلاق صورت سطح غیر متناہی فی العرض والطول یعنی جیسے غیر متناہی مذکور کے لئے اصل مین کوئی صورت نہین ہوتی کیونکہ صورت ایک تقطیع کا نام ہی اور لا تناہی عرض وطول مین

یتھی جو چیز وحدت ذاتی رکھتی ہی اُسمین کثرت ممکن نہین الغرض جیسے آفتاب اس صورت مین بمنزلہ راس دو مخروط ہی جو راس کی طرف سے سیدھی ملی ہوئی ہون یا بمنزلہ راس دو زاویہ متقابلہ ہی ایسے ہی وہ تجلّی بھی مرتبہ ذات اور مرتبہ صادر کے بیچ مین ہوگی مگر جیسے آفتاب کی شعاعین آمد کے وقت محسوس نہین ہوتین اگر ہوتی ہین تو وقت صدور و خروج محسوس ہوتی ہین ایسے ہی مرتبہ ذات اور اُس سے کمالات کی آمد تو مشہود نہین ہو سکتی بذریعہ استدلال ہی معلوم ہوگی پر مرتبہ صدور مذکور تک مشاہدہ کو رسائی ہوگی اور وجہ اُسکی ظاہر ہی جسکا نتیجہ خفا اور اختفا ہو وہ خفی کیون نہوگا مرتبہ اجمال و اجتماع مین بطون ہوتا ہی ظہور نہین ہوتا البتہ مرتبہ تفصیل و انفصال مین ظہور ہوتا ہی بطون نہین ہوتا سو آمد پر اجتماع موقوف ہی اور صدور پر تفصیل موقوف اسلئے آمد اور جہان سے آمد ہو محسوس نہین ہو سکتی اور صدور اور نتیجہ صدور کا محسوس ہو سکنا بشرط احساس و حواس ضرور ہی یہی وجہ ہی کہ محیط سے خطوط کا مرکز کی طرف آنا ایسا ذہن نشین نہین جتنا مرکز سے محیط کیطرف خطوط کا جانا مرکز سے محیط کی طرف خطوط کے جانے مین ہرگز کسیکو تامل نہین بے سیدھ باندھے جہانکو چاہو لئے چلے جاؤ محیط کیطرف ضرور جائینگے اور محیط سے مرکز کیطرف خط لانے مین تو سیدھ باندھنے کی ضرورت ہوتی ہی اگر آنیوالے خطوط خود محسوس ہوتے تو یہ دقت کیون ہوتی الغرض دائرہ مین بھی یہی ہوتا ہی کہ دو دائرے ایک ظاہر ایک باطن اوپر تلے برابر برابر ایک مرکز پر ہوتے ہین کیفیت آمد ایسے مواقع مین مشہود نہین ہوتی البتہ کیفیت خروج معلوم ہوتی ہی مگر چونکہ تجلی مذکور تجلی اول ہی اور صادر مذکور صادر اول تو اُس تجلی کو معبود اور اس صادر کو وجود کہینگے کیونکہ اس سے اوپر کوئی مفہوم نہین جو اُسکو اول رکھیے اِدھر وجود کو دیکھا تو مجمع الکمالات دیکھا جو کمال کسیکے لئے تجویز کیجے اول اُس صاحب کمال کے وجود کی ضرورت نظر آتی ہی اگر کمالات عالم وجود کی ذات کے ساتھ مربوط نہین تو یہ ارتباط کیون ہی سو وجود کے اس مجمع کمالات ہونے سے بھی یہی پتا لگتا ہی کہ اُس تجلی اول سے یہی صادر ہوا ہی جو اُسکے تمام کمالات جنکا ثبوت اوپر گذر چکا ہی اسمین موجود ہین اور اوصاف مین نہین۔ اب بغور سنیئے کہ وقت عرض مطلب آپہنچا وہ تجلی تو بذات خود مصداق اسم موجود اور اسم جمیل ہی موجود ہونیکے لئے تو یہی ظہور آثار وجود کافی ہی اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ اُسکے پرتوہ سے تمام کائنات موجود ہوتی ہی اور اُس سے اوپر بطون در بطون اور خفا در خفا ہی کچھ ظہور ہو تو ظہور آثار کا نام لیا جاسے چنانچہ انشاءاللہ تعالی یہ معما عنقریب حل ہوا جاتا ہی۔ رہا اسم جمیل اس مرتبہ پر اسکے صادق آنے اور اس سے اوپر کے مرتبہ پر صادق نہ آنے کی یہ صورت ہے کہ جمال کے لئے دو باتونکی ضرورت ہے ایک تو اجتماع جملہ ضروریات جمال دوسرے قابلیت ادراک و ابصار اول کی وجہ تو یہ ہی کہ جمال کو جمال اسلئے کہتے ہین کہ جملہ ضروریات جمال یعنی اعضاء معلومہ اور تناسب معلوم فراہم ہو جاتے ہین غرض جمال اور جملہ دونون ایک مادہ اور ایک مصدر سے ہین۔ اور اسی بات سے اہل فہم یہ سمجھ سکتے ہین کہ جمال اور کچھ ہی اور حسن اور کچھ ہی مزید توضیح کے لئے مین بھی عرض کیے دیتا ہون کہ جمال مین تو فراہمی سامان مذکور چاہیے کسی کو اُسکی خبر ہو کہ نہو اور حسن اور رونکو اچھا معلوم ہونیکا نام ہی چنانچہ محاورات عربی مثل حسن لدی یا حسن عندہ وغیرہ اسپر شاہد ہین پر فہم کی ضرورت ہے مگر یہ ہی تو پھر خدا کو جمیل کہنے مین تو بشرط فراہمی سامان مذکور کچھ حرج نہین بلکہ نہ کہنے مین حرج ہی کیونکہ اعتقاد خلاف واقع اور اخبار دروغ ہر کسیکے نزدیک بُرا ہی البتہ حسین کہیے اور مطلب بھی اثبات صفت حسن و خوبی ہو تو پھر یہ دقت ہے

تو یہ بھی دائرہ کبیرہ کے چشمے ہی بنگیا اسلئے مرکز کو اگر بوجہ اتحاد تسن مشار الیہا عکس دائرہ اور عکس سطح غیر متناہی کہین تو
کہین تصویر نہین کہہ سکتے باقی وہ تقابل جو عکس کا سامان ہے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ دائرہ منتہی ہے تو مرکز مبدا آئینہ اور
آفتاب وغیرہ مین بھی تو یہی تقابل ہوتا ہے کہ وہ فوق مین ہے تو یہ تحت مین اسکا رُخ اِدھر ہے تو اُسکا رُخ اُدھر سو یہان بھی وہی
تقابل تضایف ہے جو آئینہ کے انعکاس کے لئے درکار ہے وہی آمنا سامنا ہے جو آئینہ اور آفتاب وغیرہ مین ہوتا ہے القصہ مرکز مین
اگر شکل دائرہ وسطح غیر متناہی یا شکل کرہ و بعد غیر متناہی ہے اور دونون شکلین بطور مذکور متحد ہین تو بوجہ اتحاد نے اختیاری وفراہمی
سامان انعکاس اس اتحاد کو از قسم انعکاس سمجھینگے ایک کو دوسرے کی تصویر نہ کہا جائیگا مگر یہ ہے تو جہان یہ سامان انعکاس ہوگا
بے اختیارانہ انطباع اور انعکاس لازم آئیگا جیسے سطح غیر متناہی اور بعد غیر متناہی کا یہ انعکاس وسط سطح و بعد مین واجب التسلیم ہے
اسیطرح جو ہر طرف سے غیر متناہی ہوگا اور ہر طرح سے غیر محدود اُسمین بھی یہ عکس ماننا پڑیگا۔ اسلئے ذات خداوندی کے لئے بھی جو
بجمیع الوجوہ مطلق اور غیر محدود ہے ایک تجلی وسطی چاہیئے یعنی اسی قسم کا عکس یہان بھی ضرور ہوگا جو سطح غیر متناہی اور بعد غیر متناہی کے
لئے وسط مین ہوتا ہے اتنا فرق ہوگا کہ سطح و بعد مین لاتناہی ابعادی ہے وسط بھی باعتبار بعد ہی لیا جائیگا ذات خداوندی کی
لاتناہی بیچون و چگون ہے جیسے اُسکی ذات سب سے نرالی ہے ویسے ہی اُسکی لاتناہی بھی نرالی ہوگی اور اُسکا وسط بھی نرالا ہوگا اور کیون
نہو غیر متناہی اور غیر محدود اور مطلق کسی بات مین تو متناہی اور محدود اور مقید ہین بعد و سطح کا اطلاق اور لاتناہی اور لاتحدید اگر ہے تو
فقط بعد ہی مین ہے اور اسوجہ سے سطح و بعد مذکورین کو خواہ مخواہ بعد مین مقید اور محدود سمجھنا لازم ہے پر صفات خداوندی کو بعد وغیرہ
اوصاف مین مقید مانا تو خدائی ہی کیا ہوئی لاچار ہر طرح سے مطلق اور محدود کہنا پڑیگا اور اسلئے اُسکی لاتناہی اور اُسکا اطلاق اور
اُسکا وسط بھی اُسکی طرح نرالا ہی ہوگا مگر وہ عکس اور تجلی چونکہ باوجود فرق عظمت بوجہ انعکاس جملہ کمالات مجمع الکمالات ہوگی تو بعینہ ایسی
ہی صورت ہو جاویگی جیسے مرکز کی ہوتی ہے یعنی جیسے تمام ابعاد دائرہ مرکز مین اپنے حوصلہ کے موافق ہوتی ہین مگر فرق ہوتا ہے تو یہ ہوتا ہے
کہ دائرہ مین تفصیل وار جدے جدے تھے اور مرکز مین بالاجمال سب تہ برتہ رکھے ہوتے ہین ایسے ہی تمام کمالات ذاتیہ جو بالتفصیل مرتبہ ذات
مین جدے جدے تھے مرتبہ تجلی مذکور مین سب بالاجمال بطور ادغام اکھٹے ہونگے اور اسلئے جیسے مرکز باقی سطح دائرہ سے بوجہ اجتماع ابعاد
وجہات ذہن مین ممتاز ہوتا ہے ایسے ہی تجلی مذکور بوجہ اجتماع کمالات اور مراتب سے ممتاز ہوگی اور اسوجہ سے اُسکا نور ایک جدے ہی
رنگ پر ہوگا جیسے دائرہ کے اوپر کی طرف سے دیکھیئے تو تمام ابعاد مرکز کیطرف جاتے ہین اور اُسمین جا کر سب رل مل جاتے ہین اور مرکز
کی طرف سے دیکھیئے تو پھر تمام ابعاد اُس سے نکلکر جدے جدے باہر کو جاتے ہین غرض اس امر مین بھی وہی انعکاس ہوتا ہے ایسے
ہی ذات کی طرف سے لحاظ کیجیے تو تمام کمالات ذاتیہ تجلی مین آکر مجتمع ہوگئے اور تجلی کی طرف سے خیال کیجیے تو پھر تمام کمالات کا باہر کو
صدور ہے اور ایسی صورت ہوگئی جیسے محسوسات مین سے آفتاب مین سمجھ مین آتی ہے یعنی اول تو یہ مسلم کہ نور آفتاب عطاء خدا ہے
اور اسلیے یہ خیال کرنا ضرور ہے کہ تمام شعاعین جو بعد کو نکلکر جدی جدی ہو جاتی ہین خدا کی طرف سے اُسمین آکر مجتمع ہوگئی ہین اور پھر
اُس سے نکلکر جدی جدی ہو کر پھیل جاتی ہین اگر پہلے سے جدائی اور پھر اجتماع نہوتا تو بعد کو انفصال اور جدائی بھی ممکن

مرکز مین بالاجمال ہوتی ہی سو جب تجلی مذکور بہ نسبت ذات بمنزلہ مرکز دائرہ ہوئی تو تمام کمالات ذات تجلی مذکور مین بالاجمال ہونی چاہئین اور پھر جیسے دیکھا جائے کہ جیسے مرکز دائرہ بوجہ اجتماع العاد والتقاء اقطار نظر خیالی مین باقی سطح دائرہ سے ممتاز و متمیز ہی ایسے ہی موقع تجلی مذکور ذات کے اور مقامات سے متمیز و ممتاز ہی تو پھر اسکا اقرار بھی لازم ہی کہ تجلی مذکور سے پہلے تمیز و امتیاز کچھ نہ تھا مگر تمیز و امتیاز نہوگا تو علم کا ہیکو ہوگا علم کا اول کام یہی ہی کہ معلوم کو غیر معلوم سے ممتاز و متمیز کرے اور ظاہر ہی کہ یہ امتیاز و تمیز اس تجلی کے بعد ہی حاصل ہوا ہی مگر جب علم اس سے پہلے نہین تو جو جو صفات علم سے بھی متاخر ہین وہ کاہے کو اس مرتبہ سے پہلے ہونگے یعنی قدرت ارادہ مشیت تکوین وغیرہ جنکا تحقق علم کی تحقق پر موقوف ہی وہ بالاولی مرتبہ مذکورہ سے متاخر ہونگے وجہ توقف مین شاید کسیکو توقف ہو اسلئے یہ گذارش ہی کہ تعلق ارادہ مراد کے ساتھ علم مراد یعنی تعلق علم بالمراد پر موقوف ہی اور یہ توقف بدیہی ہی دیوانہ سے لیکر عاقل تک اس سے آگاہ ہی یہ توقف تعلق اسپر شاہد ہی کہ ارادہ وغیرہ صفات کا تحقق بھی علم کے تحقق پر موقوف ہے وجہ اسکی یہ ہی کہ اگر صفات مذکورہ کا تحقق علم کے تحقق پر موقوف نہو تو صفات مذکورہ کا تعلق بھی علم کے تعلق پر موقوف نہین ہو سکتا یعنی جب علم اور صفات مذکورہ مین یہ ارتباط نہین کہ علم کی تحقق پر انکا تحقق موقوف ہو تو یہ معنی ہوئے کہ علم اپنے وجود مین صفات باقیہ سے مستقل اور مستغنی ہی اور صفات باقیہ اپنے وجود مین علم سے مستقل اور مستغنی ایک کو دوسرے سے کچھ علاقہ نہین اور یہ ہوگا تو بالبداہتہ دونون اپنے اپنے تعلق مین بھی ایک دوسرے سے مستقل اور مستغنی ہونگے ۔ کیونکہ اصل تعلق ایک اتصال ہی سو جب تحقق مین تباین اور انفصال ہی تو تعلق مین بھی تباین اور انفصال ممکن ہی ظاہر ہے کہ جو دو چیزین جدی جدی ہوتی ہین انمین سے ایک کا اتصال کسی چیز کے ساتھ دوسرے کے اتصال پر اس چیز سے موقوف نہین ہوتا ہان اگر ایک کا تحقق دوسرے کے تحقق پر موقوف ہو یعنی باہم وہ نسبت ہو جو جسم مین اور سطح مین ہوتی ہے تو پھر جسکا تحقق دوسرے کے تحقق پر موقوف ہوگا اسکا تعلق بھی دوسرے کے تعلق پر موقوف ہوگا اور کیون نہو اس صورت مین موقوف علیہ منشاء انتزاع اور علت اور مصدر ہوگا اور موقوف امر انتزاعی اور معلول اور صادر اور ظاہر ہی کہ امر انتزاعی کا تعلق بے تعلق منشاء انتزاع اور معلول کا تعلق بے تعلق علت اور صادر کا تعلق بے تعلق مصدر متصور نہین کیونکہ انتزاعیات اور معلولات اور صادرات کا وجود مناشی انتزاع اور علل اور مصادر کے وجود سے جدا نہین ہوتا بلکہ مثل وجود سطح جو جسم کے وجود کی انتہا ہوتا ہی وہ بھی اپنے مناشی اور علل اور مصادر کے وجود کی انتہا اور نہایت ہوتے ہین اسلئے جیسے تعلق یعنی اتصال سطح بے تعلق و اتصال جسم ممکن نہین ایسے ہی اتصال و تعلق انتزاعیات بے اتصال و تعلق مناشی متصور نہین غرض اگر علم کو اور صفات مذکورہ کے لئے منشاء انتزاع اور علت تسلیم کرین تب تو یہ توقف تعلق صحیح ہو سکتا ہی ورنہ یہ توقف ہرگز صحیح و درست نہین ہو سکتا لیکن جب علم کو بہ نسبت صفات باقیہ منشاء انتزاع اور علت مانا تو پھر یہ بات بھی واجب التسلیم ہی کہ اور صفات کا وجود علم کے وجود پر اور انکا تحقق علم کے تحقق پر موقوف ہی مگر اہل فہم سمجھے ہونگے کہ اس تقریر مین وجود و تحقق علم اور وجود و تحقق صفات سے وہ مراد نہین جسکو عوام علم و ارادہ سمجھتے ہین انکے نزدیک مسمی بالعلم والقدرۃ وہی مرتبہ تعلق ہی جسکو ہمنے مرتبہ تحقق سے علحدہ تجویز کیا ہی بلکہ

کہ خدا کی یہ صفت اوروں پر موقوف ہوگی اور پھر اُسمین بھی بوجہ احتمال غلط فہمی اہل بصر یہ یقین ہوگا کہ یہ صفت اگرچہ دوسرے کے
ادراک ہی پر موقوف ہو پھر طور حاصل ہی ہی یہی دوسری بات یعنی یہ کہ جمال کے لئے لیاقت ابصار و ادراک بھی ضرور ہی اسکے اثبات
کے لئے کسی دلیل کے بیان کرنیکی کچھ حاجت نہین غرض جیسے رنگ اُسیکا نام ہی جو آنکھونسے نظر آئے اور آواز اُسیکا نام ہی جو کانون
سے سُنائی دے ایسے ہی جمال اُسیکا نام ہی جو اچھا معلوم ہو سو اگر معلوم ہونیکی قابلیت ہی اُسمین نہوگی تو پھر اچھا معلوم ہونا بھی معلوم مگر
اسکے یہ معنی نہین کہ خواہ مخواہ معلوم ہی ہو یعنی علم و ادراک اہل نظر کے تعلق کی نوبت بھی آجائے اگر یہ ہو تو پھر جمال و حُسن دونون
ایک ہین ان دونون مین اگر فرق ہی تو یہی ہی کہ جمال مین تو بعد فراہمی سامان مذکور قابلیت ادراک ہی چاہیے اور حسن مین تعلق نظر
کی بھی ضرورت ہی غرض مصداق اور موضوع لہ جمال وہ سامان مذکور ہی پر وہ سامان خود ایسا ہی کہ کوئی صاحب نظر ہو تو اُسکو اچھا
معلوم ہو اور مصداق و موضوع لہ حسن کسی شے کا اچھا نظر آنا ہی اصل مین وہ شے اچھی ہو کہ نہو جب یہ فرق حسن و جمال سمجھ مین آگیا
اور یہ معلوم ہوگیا کہ جمال کے لئے تمام وہ چیزین چاہئین جنکی فراہمی کے بعد کوئی چیز اچھی نظر آئے تو اب یہ گذارش ہی کہ ذات خالق کائنات
کا جامع الکمالات ہونا تو مسلم اول تو تمام عالم اسکا قائل دوسرے مخلوقات مین جو کچھ ہے وہ فیض خالق ہی اگر خالق مین تمام کمالات نہ تھے
تو مخلوقات مین یہ کمالات گوناگون کہانسے آئے شاید کسیکو یہ شبہہ ہو کہ مخلوقات مین عیوب اور نقائص بھی ہین اگر وہ بھی فیض خالق ہین
تو خالق کا جامع العیوب ہونا بھی واجب التسلیم ہوگا اور اگر خانہ زاد مخلوقات ہین تو کمالات بھی خانہ زاد ہون تو کیا حرج ہی مگر یہ شبہہ
اُسوقت تک موجب خلجان ہوگا جسوقت تک یہ نہ معلوم ہوگا کہ کمالات تقطیعات وجودی ہین اور نقائص پارہائے عدمی ایک
دو نظیر عرض کیے دیتا ہون انشاء اللہ اہل فہم اُسی سے اپنا مطلب نکال لینگے سنئیے بینا ہونا قوت باصرہ اور آنکھ پر موقوف
ہے یہ دونون موجود ہونگی تو بینا کہین گے نہین تو نہین اور نابینا ہونیکے لئے کسی چیز کے ہونے کی ضرورت نہین اِن
دونونکا یا ایک کا نہونا کافی ہی علیٰ ہذا القیاس شنوا ہونیکے لئے قوت سامعہ اور کان کی ضرورت گویا ہونیکے لئے قوت ناطقہ اور
زبان کی حاجت اور لکھنے وغیرہ کے لئے قوت باطشہ اور ہاتھ چاہئین اور چلنے کے لئے پاؤن درکار پر بہرے ہونے اور گونگے ہونے
کے لئے اور لُنجے ہونے اور لنگڑے ہونیکے لئے کسی چیز کے ہونے کی ضرورت نہین فقط اعضاء مذکورہ اور قوے مسطورہ کا نہونا
کافی ہی اسی پر اور کمالات اور نقائص کو خیال کر لیجیے ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا ٭ اس سے صاف ظاہر ہی کہ کمالات
قطعات وجود ہین اور نقائص قطعات عدم اور کیون نہو نقصان خود عدم پر دال ہی غرض بناء کمال وجود پر ہی اور بناء نقصان
وعیب عدم پر اور ظاہر ہی کہ عدم مخلوقات اصلی ہی اسی لئے خالق کی ضرورت ہوئی اور وجود مخلوقات مستعار اسی لئے فیض خالق
کہنا پڑا مگر جب یہ فرق معلوم ہوگیا تو یہ بھی عیان ہوگیا کہ کمالات خدا کی طرف سے مستعار ہین اور نقائص اور عیوب خود انکی طرف سے متعلق
نہین خانہ زاد مخلوقات ہین اور جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اسی سخن اول کو سُنیے جب ذات باری جامع الکمالات ہی تو تجلی اول مذکور
بالضرور مجمع الکمالات ہوگی اور کیون نہو تجلی مذکور بہ نسبت ذات بابرکات بمنزلہ مرکز دائرہ ہی چنانچہ دقیقہ سنجان معانی خوب سمجھ چکے
ہین اور مرکز کا حال عیان ہی کہ وہ مجمع الابعاد والجہات اور ملتقی الخطوط والاقطار ہوتا ہی جو بات دائرہ مین بالتفصیل ہوتی ہی وہ

پرتوہ ہوتا ہی جو کچھ مرتبہ صفات اور مرتبہ تجلی مین ہوگا وہ مرتبہ ذات اور مرتبہ اصل مین اول ہوگا مگر باین نظر کہ کارگذاری
صفات اور کارپردازی تجلی مذکورہ وہ اُس اصل سے مربوط ہی جو ذات سے صادر اور اصل کا پرتوہ ہی اور اطلاق اسما مین
اُس کی پر نظر ہی جو بتنزل مراتب کو لازم ہی تو اطلاق اسماء مذکور تو نار وا ہوگا پر اسکا اقرار لازم ہوگا کہ اصل صفات مرتبہ ذات مین
مرتبہ صفات سے کہین بڑھکر ہی باقی رہا تنزل مراتب وہ خود اس سے ظاہر ہی کہ مرتبہ صفات معلول مرتبہ ذات اور مرتبہ
معلول اور پرتوہ مرتبہ اصل ہوا کرتا ہی اس تقریر سے اہل فہم کو واضح ہوگیا ہوگا کہ حکماء یونان کا یہ قول کہ صفات باری عین ذات باری
ہین گو باین خیال صحیح ہے کہ مرتبہ ذات باری مین اصول صفات مرتبہ صفات سے بڑھکر ہین پر باینہمہ غلط ہی کہ مرتبہ ذات مین
اسماء صفات کا اطلاق اُنکے قول سے لازم آتا ہی اور پھر اُسکے ساتھ دوسری غلطی ہی کہ مرتبہ صفات کا انکار کرتے ہین اطلاق صفات
کا مرتبہ ذات پر صحیح غلط ہونا تو آشکارا ہوگیا پر اقرار و انکار مین شاید ہنوز تامل ہو اس لئے یہ گذارش ہی کہ وجہ انکار حکماء تو فقط یہ ہی
کہ درصورت اقرار مرتبہ صفات استکمال ذات بالغیر یعنی بالصفات لازم آئیگا پر جس شخص کو یہ بات معلوم ہوجائیگی کہ مرتبہ ذات مین
اصل صفات مرتبہ صفات سے بھی بڑھکر ہے اُسکو یہ وہم ہرگز موجب خلجان نہوگا۔ ہان اگر مرتبہ ذات کو اُس اصل سے معری مانتے تو
یہ بات بیشک لازم آتی بلکہ اہل فہم کو تو بعد استماع تقریر مذکور یہ واضح ہوجائیگا کہ معاملہ بالعکس ہی یعنی مرتبہ ذات کو اپنے کمال مین محتاج
مرتبہ صفات کیا ہوتا اُلٹا مرتبہ صفات اپنے وجود مین محتاج مرتبہ ذات ہی توضیح کے لئے وہی مثال آفتاب و شعاع و دھوپ کافی ہی یعنی کون نہین
جانتا کہ آفتاب اپنے نور مین محتاج مرتبہ شعاع اور مرتبہ شعاع اپنے نور مین محتاج مرتبہ دھوپ نہین بلکہ معاملہ بالعکس ہی یعنی خود مرتبہ
شعاع اپنے تحقق مین محتاج مرتبہ آفتاب اور مرتبہ دھوپ اپنے تحقق مین محتاج مرتبہ شعاع ہی یہان جو کچھ کمال ہی وہ اوپر سے ماخوذ ہی
سو یہی صورت خدا کی ذات او صفات مین بلکہ تمام موصوفات اور اُنکے صفات مین ہی۔ فہم و عقل کی ضرورت ہی انسان کے علم و قدرت وغیرہ
صفات کا بھی یہی حال ہی اور کیون نہو وجہ مذکور دونون جگہہ مشترک ہے یہان بھی یہی ہی کہ مرتبہ صفات معلول مرتبہ ذات او صادر من الذات
ہی فرق ہی تو اتنا ہی کہ ذات خداوندی قدیم اور واجب ہے اور اسوجہ سے اُسکی صفات بھی قدیم اور واجب ہین اور ذات انسان وغیرہ مخلوقات
حادث و ممکن ہی اور اسلئے اُسکی صفات بھی حادث اور ممکن ہین پر اُسکی ذات و صفات کا حدوث ایسا ہی جیسے [illegible]
جیسے شعاع آفتاب تو ذات آفتاب کے ساتھ ہی جب سے وہ ہی جب ہی سے یہ ہی پر دھوپ مین یہ بات نہین پر باینہمہ دھوپ بھی عین نور
ہے اور اسوجہہ سے مصدر نورانیت کچھ نہ کچھ ہوتی ہی یہی وجہ ہی کہ اُسکے قرب و جوار مین کچھ نہ کچھ نور ہوتا ہی یعنی نپٹ اندھیرا نہین ہوتا
ایسے ہی صفات باری تو ذات باری کے ساتھ ہین جب سے وہ ہی جب ہی سے وہ بھی ہین وہ قدیم ہی تو یہ بھی قدیم ہین پر ذات
ممکن اور صفات ممکن مین یہ بات نہین اُنمین وہ قدم نہین جو ذات و صفات مین ہی۔ مگر باینہمہ ذات ممکنات بھی عین وجود ہی اور
اسوجہ سے کسیقدر نہ کسیقدر مصدر و مظہر آثار وجود ہوتی ہی سو وہ آثار وجود کیا ہین یہی صفات ہین یہی وجہ ہی کہ نفس وجود انکا تحقق
ممکن نہین ہی مگر یہ ہی تو پھر جہان کہین علم وجود ہوگا وہان تمام صفات وجودیہ کا ہونا بھی ضروری ہی تفصیل اس اجمال کی تو انشاء اللہ
انہین اوراق مین کہین نہ کہین ملیگی اس لئے یہان زیادہ شرح کی ضرورت نہین پر بقدر ضرورت اشارہ بھی شرح سے معلوم

وہ مرتبہ مراد ہی جو اپنے مفعولونسے متعلق ہوتا ہے توضیح کے لئے ایک دو مثال معروض ہی۔ نور آفتاب و قمر یا قوت باصرہ و ناطقہ
اور چیز ہے اور بعد تعلق نور یا تعلق قوت باصرہ و ناطقہ جو بات حاصل ہوتی ہی وہ اور چیز ہے اگر فرض کرو نور آفتاب و قمر زمین و آسمان
سے متعلق نہو یا قوت باصرہ و ناطقہ مبصرات و ملفوظات سے متعلق نہو تو کسی عاقل کے نزدیک یہ نہوگا کہ آفتاب و قمر مین نور نہین
یا آنکھ اور زبان مین قوت باصرہ اور قوت ناطقہ نہین غرض آفتاب و قمر اور چشم و زبان کا نور اور قواے مذکورہ کے ساتھ موصوف ہونا
اسپر موقوف نہین کہ نور زمین وغیرہ سے متعلق ہو یا قوت باصرہ اور قوت ناطقہ مبصرات اور ملفوظات سے متعلق ہو ہان زمین
کا منور ہونا اور مبصرات اور ملفوظات کا بالفعل مبصر اور ملفوظ ہونا اسپر موقوف ہے کہ نور زمین سے متعلق ہو اور قوت باصرہ اور قوت
ناطقہ مبصرات اور ملفوظات سے متعلق ہو غرض مفعول کا کسی صفت کے ساتھ موصوف ہونا اسپر موقوف ہے کہ فاعل کی وہ صفت
اس سے متعلق ہو اور فاعل کا موصوف ہونا اسپر موقوف نہین کہ اُسکی وہ صفت اُسکے مفعول کے ساتھ متعلق ہو سو وہ مرتبہ یہان
مراد ہی جسپر فاعل کا موصوف ہونا موقوف ہی وہ مرتبہ مراد نہین جسپر مفعول کا موصوف ہونا موقوف ہوتا ہی الغرض خداوند عالم جو دربارہ
صفات فاعل ہی مفعول نہین بلکہ اُسکے لئے مفعول یہ مخلوقات عالم ہین قبل تعلق صفات بالمخلوقات بھی موصوف بالصفات تھا
سو وہ مرتبہ جسکو تعلق حاصل ہوتا ہی علم مین موقوف علیہ ہی اور صفات باقیہ مین وہ مرتبہ اُسپر موقوف اور پھر توقف بھی فقط تعلق
ہی مین نہین بلکہ تحقق مین توقف ہی سو جب یہ ثابت ہو گیا کہ قبل مرتبہ تجلی مذکور اطلاق علم کے کوئی صورت نہین کیونکہ کا علم
وہ تمیز ہی اور ظاہر ہی کہ قبل مرتبہ مذکور تمیز مذکور ممکن نہین اور کیونکہ ہو تمیز اور امتیاز کے لئے ایک متمیز دوسرا متمیز عنہ چاہیے اور قبل
مرتبہ مذکور وحدت در وحدت ہے اثنینیت حقیقی ہی نہ اعتباری البتہ بعد مرتبہ مذکورہ یہ بات حاصل ہو جاتی ہی چنانچہ ظاہر ہی اسلئے یہی
کہنا پڑیگا کہ قبل مرتبہ مذکورہ اطلاق علم ناجائز ہی اور جب اطلاق علم ناجائز ہوا تو اطلاق دیگر صفات بدرجہ اولی ناجائز ہوگا مگر
اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ قبل مرتبہ تجلی مذکور یعنی مرتبہ ذات پاک صفات سے معرٰی ہی اور جب صفات مذکورہ نہین تو اُنکی اضداد
ہونگی اور اسوجہ سے ذات پاک کا سراپا عیب ہونا لازم آئیگا کیونکہ جیسے ہم اپنے اندر دیکھتے ہین کہ اگر بینائی نہین ہوتی تو پھر
نابینائی ہوتی ہی اسلئے جب مرتبہ ذات مین صفات کمال نہونگی تو پھر خواہ مخواہ اُنکے اضداد یعنی نقائص اور عیوب ہی ہونگے
وجہ اسکی کہ یون نہ سمجھنا چاہیئے یہ ہی کہ اطلاق اسماء صفات سے یہ لازم نہین آتا کہ اصول صفات بھی نہوا کرین تفصیل اس اجمال
کی یہ ہی کہ جیسے اصل دھوپ یعنی نور شعاعون مین زیادہ ہی اور خود جرم آفتاب مین وہ اصل شعاعون سے بھی کہین بڑھکر مگر باینہمہ مرتبہ
شعاع پر اطلاق دھوپ ناجائز ہی اور مرتبہ آفتاب پر اطلاق شعاع ناروا اور اگر کہیے تو شعاع کے حق مین دھوپ کہنا بمنزلہ دشنام
ہی اور آفتاب کے حق مین شعاع کہنا بمنزلہ گالی ہو اور وجہ اسکی یہ ہی کہ کاربردازی شعاع و دھوپ یعنی تنویر تو اصل نور سے متعلق ہی اور
اطلاق اسم شعاع و دھوپ مین اُس کمی پر لحاظ ہے جو بوجہ تنزل مرتبہ شعاع بہ نسبت مرتبہ شمس شعاع مین ہوتی ہی اور بوجہ تنزل مرتبہ
دھوپ بہ نسبت مرتبہ شعاع دھوپ مین ہوتی ہی ایسے ہی مرتبہ ذات مین اصول صفات موجود ہین پر اطلاق اسماء صفات اُس
مرتبہ پر اُس مرتبہ کی توہین ہی غرض باین نظر کہ مرتبہ صفات مرتبہ ذات سے صادر ہوتا ہی اور مرتبہ تجلی مذکورہ مرتبہ اصل کا

وآثار مثلث ومربع وغیرہ ہی مین پائے جاتے ہین دائرہ مین انکا تحقق اور ظہور ممکن نہین غرض آثار واحکام بہ نسبت موثر ومحکوم علیہ
لوازم ذات ہوتے ہین اور ظاہر ہی کہ اختلاف لوازم ذات دلیل اختلاف ملزوم اور اتحاد لوازم ذات دلیل اتحاد ملزوم ہوتا ہی چنانچہ
تمام اہل عقل بھی اسکو تسلیم کرتے ہین اور عقل سلیم بھی اسپر شاہد ہے اگر ہنوز تامل ہو تو سن لیجیے لوازم ذات اور لوازم وجود مین اگر
فرق ہے تو یہ ہے کہ لوازم ذات اور آثار ذاتیہ تو ذات ملزوم و موثر سے صادر ہوتے ہین اور لوازم وجود وآثار وجود ذوات وجود سے
غرض لوازم وآثار وجود لوازم ذات وجود اور آثار ذات وجود ہوتے ہین پر جیسے نور آفتاب جو آفتاب سے صادر ہوتا ہے مختلف
رنگ کے آئینون مین آکر مختلف رنگون مین ظہور کرتا ہے اور مختلف شکل کے روشندانون مین اور صحنون مین آکر مختلف شکلون
مین نمایان ہوتا ہے ایسے ہی لوازم وآثار وجود گو وجود مطلق سے صادر ہوتے ہین پر قوابل مختلفہ یعنی ذوات وماہیات
مختلفہ مین آکر انکے انداز مختلف ہوجاتے ہین سو یہ فرق حرارت آتش وبرودت آب مثلا اس قسم کا ہے جیسا فرق الوان واشکال
انوار صور مفروضہ مین ہوتا ہی یہان اگر تضاد ہے تو وہان بھی یہی تضاد ہی چنانچہ ظاہر ہی اور پھر یون ہی کہتے ہین کہ روشندانون
اور آئینون کا نور بھی آفتاب ہی سے صادر ہوتا ہی علی ہذا القیاس لوازم وجود گو یا ماہیات مختلفہ مین آکر مختلف اندازون مین ظہور کرین
پر قطع نظر ان اندازون کے اصل لوازم مذکورہ ذات وجود ہی سے صادر ہوتے ہین۔ ہان یون کہیے کہ اختلاف مذکور کی بنا ترکیب لوازم
وجود ولوازم ماہیت پر ہی یعنے لوازم وجود اور لوازم ماہیت دونون باہم ہو کر ایک نیا رنگ دکھلاتے ہین۔ جیسے بے اجتماع نور و
شکل روشندان ورنگ آئینہ نور متشکل اور نور رنگین کے حصول کی کوئی صورت نہین ایسے اختلاف صفات وجودیہ بے اجتماع
لوازم وجود ولوازم ماہیت ممکن نہین۔ القصہ لوازم کی دو قسمین ہین ایک لازم ماہیت وجود دوسرا لازم ماہیت موجودہ انحصار کی
وجہ اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ کارخانہ وجود مین خود وجود ہی یا ماہیات موجودہ مگر ہرچہ باداباد جسکا لازم ہوگا اس سے اسکا اتصال
ہونا ضروری ہی ورنہ لزوم کی کوئی صورت نہین چنانچہ چند اوراق پہلے یہ ثابت ہوچکا ہی کہ بحیثیت صدور ہی اتصال ہوتا ہی ورنہ
انفصال ممکن ہی اور ظاہر ہی کہ انفصال ہوا تو پھر لزوم کہان مگر جب یہ ٹھہری کہ لوازم ماہیت تو ماہیت سے صادر ہوتے ہین اور لوازم
وجود خود وجود سے تو پھر اسکا تسلیم کرنا بھی لازم ہی کہ لوازم ماہیات لوازم وجود نہون اور لوازم وجود لوازم ماہیات نہون اور ایک ماہیت کے
لوازم دوسرے ماہیت کی نسبت لازم نہوسکین کیونکہ جب لازم صادر کا نام ہوا اور مصادر مین تباین ہی تو بالضرور صادرات مین
بھی تباین ضروری ہی ورنہ درصورت اتحاد لوازم یہ لازم آئیگا کہ مصادر مین بھی اتحاد ہو تباین نہو کیونکہ صدور تو بے اسکے ممکن ہی نہین
کہ اول صادر مصدر مین مخفی ومستتر ہو اور پھر جب صدور اوصاف کو لزوم ضرور ہوا تو یون ہی کہنا پڑیگا کہ صادر درحقیقت مصدر
ہی کا پھیلاو اور ظہور ہی سو اگر صادرون مین اتحاد ہی تو یہان اتحاد پہلے ہوگا اور انمین اختلاف اور تعدد اور تباین ہی تو
یہان اختلاف اور تعدد اور تباین پہلے ہوگا غرض اختلاف آثار ذاتیہ ولوازم ذاتیہ دلیل اختلاف موثرات وملزومات ہی اور اتحاد لوازم
وآثار ذاتیہ دلیل اتحاد موثرات وملزومات اور اتصال عموم لازم واثر پر عدم انتاج دلیل انی اسیوقت تک ہے جب تک لازم اور اثر
کا لازم ذاتی اور اثر ذاتی ہونا نہ معلوم ہو مگر یہ بات سبکو معلوم ہی کہ قبل وجود مخلوقات بھی صفات باری موجود تھین اور خداوند عالم

ہوتا ہے۔ سنیے جب تحقق صفات ثبوت وجود پر موقوف ہوا تو خواہ مخواہ یہ کہنا پڑیگا کہ صفات وجودیہ بہ نسبت وجود ایک امر انتزاعی اور معلول ہین اور اسوجہ سے فیما بین وجود و صفات اُسی نسبت کا تسلیم کرنا پڑیگا جو فیما بین مصدر و صادر ہوا کرتی ہے ورنہ ثبوت صفات کے لئے ثبوت وجود کی کیا ضرورت تھی یعنی جب صفات وجود سے صادر ہی نہین ہوئین تو انکا تعلق یعنی اتصال کسی موصوف کے ساتھ تعلق وجود پر یعنی وجود موصوف پر کیون موقوف ہوتا اس قسم کی تقریر چونکہ قریب ہی مرقوم ہوئی ہے اسلئے اتنا اشارہ بھی کافی ہے۔ بالجملہ صدور صفات وجودیہ من الوجود واجب التسلیم ہے۔ اور چونکہ مصدر سے صادر جدا نہین ہوا کرتا اور ہو تو کیونکر ہو معلول بھی کہین علت سے جدا ہوا ہی تو خواہ مخواہ یہ بھی ماننا پڑیگا کہ جہان نام وجود ہوگا خواہ نباتات مین خواہ جمادات مین وہان علم و قدرت صفات وجودیہ بھی ضرور ہونگی۔ فرق ہوگا تو بوجہ مزید قابلیت و نقصان قابلیت کمی و بیشی صفات کا ایسا فرق ہوگا جیسے آئینہ وغیرہ اجسام مین کمی و بیشی قبول نور کا فرق ہوتا ہی بالجملہ مصدر سے صادر جدا نہین ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ وہ شعاعین جو آفتاب سے صادر ہوتی ہین باوجودیکہ زمین و قمر وغیرہ سے بھی اُنکی ایک جانب متصل ہوتی ہے آفتاب سے منفصل نہین ہوتین قمر و زمین سے منفصل ہو جاتی ہین اور قمر وغیرہ سے بھی انفصال اگر ہوتا ہی تو بحیثیت اتصال ہی ہوتا ہی بحیثیت صدور نہین ہوتا یعنی وہ اتصال جاتا رہتا ہے جو بعد صدور من الشمس شعاعونکو قمر کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہی پر وہی شعاعین بعد اتصال جب قمر سے صادر ہو کر کسی اور طرف کو جائین تو پھر قمر سے انفصال ممکن نہین ہان زمین وغیرہ اُن اشیاء سے انکا انفصال ممکن ہوگا جنکی طرف قمر سے صادر ہو کر جاتی ہین چنانچہ قمر و زمین وغیرہ مین اگر کوئی جسم کثیف حائل ہو جاتا ہی تو وہ شعاعین زمین وغیرہ ہی سے جدی ہو جاتی ہین پر قمر کے ساتھ اُسی طرح چسپان رہتی ہین جیسے درصورتیکہ قمر اور آفتاب کے بیچ مین کوئی جسم کثیف آجاے تو قمر سے شعاعین منفصل ہو جاتی ہین پر آفتاب سے منفصل نہین ہوتین۔ الغرض ذات باری اور ذوات مخلوقات مین فرق قدم و حدوث و لوازم قدم و حدوث ہے مگر یہ فرق ایسا ہی جیسا آفتاب اور اُسکے عکس مین یا اصل اور تصویر مین ہوا کرتا ہی یعنی عکس آفتاب بہ نسبت آفتاب متاخر الوجود ہی اور نیز وہ عظمت و شان بھی نہین جو آفتاب مین ہوتی ہی علی ہذا القیاس تصاویر کاغذی کو خیال کر لیجے مگر اس سے اس بات مین کچھ فرق نہین آیا کہ جیسے آفتاب مصدر انوار تھا ایسے ہی عکس آفتاب بھی مصدر عکوس انوار ہی یا جیسے صورت یوسفی مثلاً دلربائے عالم تھی تصویر یوسفی مین بھی وہی دلبری کی صورت ہی سو ایسے ہی اس تاخر وجود سے جو حادث کو بہ نسبت قدیم لازم ہے اور اس حقارت و ذلت سے جو مخلوقات کو بوجہ احتیاج بہ نسبت خالق غنی حاصل ہی اسمین فرق نہین آسکتا کہ ذات واجب جو فی الحقیقت مصدر اول ہی کیونکہ وہ تجلی جو مصدر معلوم ہوتی ہی وہ بھی اُسیکا پرتو ہی۔ یا یون کہیے تجلی اول یعنی وہ تجلی جو بہ نسبت ذات بابرکات بمنزلہ مرکز دائرہ اور مسمی باسم موجود اسم جمیل اُسکو قرار دیا ہی اگر مصدر صفات واجب ہی تو ذوات ممکن مصدر صفات ممکنہ ہی اور کیون نہو آخر ممکنات اور مخلوقات تمامہا عکوس تجلیات ذات بابرکات ہین وجہ اسکی یہ ہی کہ یہ ظہور آثار علم و قدرت جو بالبداہت مخلوقات مین مشہود ہی بے اسکے متصور نہین کہ عکوس علم و قدرت وغیرہ صفات کارپرداز آثار مذکورہ ہون کیونکہ یہ تو ظاہر ہی کہ دائرہ کے احکام و آثار دائرہ ہی مین پائے جاتے ہین مثلث اور مربع مین انکا تحقق اور ظہور ممکن نہین اور مثلث و مربع وغیرہ کے احکام

مرتبہ ذات بلا ہی پر اطلاق اسمار صفات کرنا اور مرتبہ صدور سے انکار کرنا اور اس امر مین واجب اور ممکن مین فرق اُٹھا دینا سراسر
غلط ہے مگر جیسے حکماء کا یہ قول غلط ہی ایسا ہی معتزلونکا یہ قول بھی غلط ہی کہ مرتبہ ذات محض معرا ہے لحوق صفات سے اُسکی
تکمیل ہوتی ہی کیونکہ اس صورت مین صفات کمالیہ خانہ زاد ذات نہونگی بلکہ عطار غیر ہونگی اور چونکہ صفات کمالیہ کا صفات وجودیہ
ہونا ظاہر ہی اور صفات وجودیہ کا لازم ذات وجود ہونا ان اوراق مین ظاہر ہو چکا ہی تو یہی اسکے ساتھ ماننا پڑیگا کہ وجود
جناب خداوندی بھی عطار غیر ہی اور اسلئے بجاے خداوندی خدا کی بندگی کا اقرار لازم ہوگا نعوذ باللہ من امثال ہذہ الخرافات صحیح
یہ ہی کہ مرتبہ صدور واجب التسلیم ہی اور پھر اسپر مرتبہ ذات محض معرّیٰ نہین بلکہ اصل صفات مرتبہ ذات مین مرتبہ صفات سے بھی
بڑھکر ہی اور اسلئے اطلاق اسمار صفات مرتبہ ذات پر جائز نہین بلکہ اسمین اُسکی توہین ہی اور وجہ اسکی وہی ہی کہ اطلاق اسمار صفات
مین اُس کمی پر نظر ہی جو بوجہ تنزل صفات بہ نسبت مرتبہ ذات مرتبہ صفات مین ضروری ہی سو یہی وجہ ہی کہ تجلی اول سے پہلے اطلاق
اسم موجود اور اسم جمیل بھی درست نہین۔ ہان اُس مرتبہ پر اطلاق اسم جمیل اور اطلاق اسم موجود دونون درست بلکہ واجب ہی کیونکہ
جیسے آفتاب مبدأ انوار صادرہ ہی یعنی شروع نور اُس شکل سے ہی ایسے ہی ہر موصوف مین شکل موصوف مبدأ صفات صادرہ ہوتی
ہے سو اگر اُس مبدأ پر اطلاق اسمار مذکورہ روا نہو تو پھر وسط اور منتہی پر کاہیکو یہ اطلاق روا ہوگا مگر ہی ہی تو پھر تجلی اول پر اطلاق اسمار
صادرہ من التجلی بالضرور ضروری ہوگا کیونکہ تجلی مذکور مبدأ صفات صادرہ ہی چنانچہ ملاحظہ فرمایان اوراق گذشتہ کو یہ مضمون خود بخود منکشف
ہوگیا ہوگا مگر اتنی بات ملحوظ خاطر اہل نظر ہے کہ صدور اور چیز ہی اور ظہور اور چیز ہے صدور کے لئے ظہور لازم ہی ظہور کو صدور ضرور نہیت
ظہور فقط اتنی بات کا خواستگار ہی کہ مدرک ہو سکے پر صدور کے لئے علاوہ قابلیت ادراک امکان تعدی بھی چاہیئے یعنی کسی چیز پر عروض
بھی ہو سکے اگر یہ فرق مقتضاے وضع ہی چنانچہ بذوق عربیت اسپر شاہد ہی تب تو خیر ورنہ اصطلاح مین تو کچھ حرج نہین اگر یہ فرق
مقتضاے وضع اول نتھا تو اب ہم اپنی اصطلاح مین ظہور و صدور مین یہ فرق کرتے ہین اور پھر بطور مثال یہ عرض کرتے ہین
حسن و قبح و شکل و صورت و سطوح اجسام مین تو ظہور ہی صدور نہین کیونکہ مدرک تو ہوتے ہین پر کسی مفعول اور معروض کیطرف تعدی اور
عروض نہین ہوتا اور نور آفتاب اور حرارت آتش مین ظہور تو تھا ہی صدور بھی ہی اسلئے کہ علاوہ احساس و ادراک جو شرط ظہور ہے
تعدی بھی موجود ہی نور آفتاب و سطح دیوار اور اشجار و کہسار پر عارض اور واقع بھی ہوتا ہی یہ نہین کہ مثل حسن و قبح وغیرہ اوصاف لازمہ اپنے
موصوف سے آگے نہ بڑھے اسی تک رہے اسکے بعد یہ گذارش ہی کہ تجلی اول مین تو فقط ظہور ہی صدور نہین اور صادر اول مین علاوہ
ظہور مذکور صدور بھی موجود ہی کیونکہ تجلی اول تو بمنزلہ شکل آفتاب ہی جو آفتاب سے متعدی نہین ہوتی آفتاب ہی کے ساتھ قائم
رہتی ہی اور صادر اول بمنزلہ نور آفتاب ہی جو آفتاب سے صادر ہو کر زمین وغیرہ تک بھی پہنچتا ہے اسی لئے تجلی اول کو اگر جمیل کہیے
تو بجا ہی اور صادر اول کو مالک اور نافع و ضار کہیے تو زیبا ہی وہان بوجہ ظہور و فراہمی جملہ سامان جمال موجود ہی اور یہان بوجہ
اعطار و سلب وجود و کمالات وجود و نفع و ضرر او آثار مالکیت متحقق تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ صدور کو لزوم ضروری ہی اور وقوع میں
امکان انفصال یقینی چنانچہ اوراق گذشتہ مین اسکی تحقیق سے فراغت کلی حاصل ہو چکی ہی پر جب یہ لحاظ کیا جائے کہ وقت

قبل ایجاد عالم بھی موصوف بصفات کمال تھا اور کیون نہو عالم مین جو کچھ ہے وہ فیض جناب باری ہی اگر اسمین پہلے سے کمالات نہوتے تو مخلوقات مین یہ کمالات کہان سے آتے بالجملہ صفات باری قبل وجود عالم ذات باری تعالی کو لازم تھین اور پھر تمام صفات باہم متمائز اور ایک دوسرے سے متمیز۔ اس صورت مین یہ نہین ہوسکتا کہ ایک کے احکام اور آثار دوسری صفت سے نمودار ہون پھر جس صورت مین مخلوقات مین وہ احکام اور آثار پائے جاتے ہون تو باین نظر کہ مخلوقات حادث ہین قدیم نہین یہی کہنا پڑیگا کہ مظاہر آثار ولوازم مذکورہ یا عکوس صفات ہین یا اُنکی تصاویر۔ ہان یہ مسلم کہ جیسے نقوش کاغذ الفاظ زبانی پر منطبق اور الفاظ معانی پر منطبق ہین اور اس وجہ سے نقوش کو تصویر الفاظ اور الفاظ کو تصویر معانی کہہ سکتے ہین کیونکہ تصویر مین بھی انطباق ہوتا ہی اور کیا ہوتا ہی مگر با اینہمہ ایک آنکھون سے نظر آئے اور ایک کانون سے سُنائی دے اور ایک عقل سے سمجھ مین آئے اور اس وجہ سے یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ نقوش کو الفاظ سے کیا نسبت اور الفاظ کو معانی سے کیا نسبت ایسے ہی باوجود انطباق مذکور بوجہ تباین قدم وحدوث ولوازم قدم وحدوث یہی کہنا پڑیگا ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ٭ خیر یہ قصہ تو طویل ہی اصل مطلب یہ ہی کہ بعد انطباق مذکور فرق قدم وحدوث سے یہ فرق نہین ہوسکتا کہ صفات باری تو ذات باری سے صادر ہون اور صفات ممکنات ذوات ممکنات سے صادر نہون اور جب یہ ٹھہری تو پھر اصل صفات کو ہر جگہہ ذات موصوف مین ماننا پڑیگا پر اطلاق اسماء صفات مرتبہ ذات موصوف پر کہین جائز نہوگا۔ سو یہ حکماء یونان کا مرتبہ ذات باری پر اطلاق اسماء صفات کرنا اور اس بات مین صفات باری عز اسمہ مین مرتبہ صدور کا انکار کرنا بھی اُنکی غلط فہمی کی دلیل ہی توضیح اس مقال کی یہ ہی کہ بناء حدوث عروض پر ہی یعنی وجود خالق جل جلالہ اور کمالات وجود خالق تعالی شانہ اگر ذوات ممکنات پر عارض نہین تو باوجود کمالات وجود ممکنات خانہ زاد ممکنات ہونگے یا نہونگے اگر خانہ زاد کہیے تو قدم ممکنات لازم آتا ہی کیونکہ بناء قدم وجود و کمالات وجود خالق اسی پر ہی کہ خدا تعالی مین یہ سب خانہ زاد ہین چنانچہ اہل فہم کے لیے تقریرات گذشتہ اس بات مین کافی ہین اور خانہ زاد نہ کہیے۔ اور عروض یعنی عطاء خارجی بھی تسلیم نہ کیجئے تو پھر ممکنات کے وجود اور کمالات وجود کی کوئی صورت نہین کیونکہ کسی شے کی کہین ہونے کی بھی دو صورتین تھین خانہ زاد ہو یا عطاء غیر جب دونون نہین تو پھر ممکنات کے وجود اور اُنکے کمالات وجودیہ کی کونسی صورت رہ گئی اسلئے خواہ مخواہ عروض کا اقرار کرنا پڑیگا۔ اور جب عروض کا اقرار کیا تو پھر مرتبہ صدور کا آپ اقرار لازم ہوگا کیونکہ جب عروض ہی اور صدور نہین تو پھر موصوف اصلی ہی کو معروضات پر عارض ماننا پڑیگا اور اس وجہ سے خواہ مخواہ معروضات پر اطلاق موصوفات اصلیہ کا صحیح ہونا واجب التسلیم ہوگا مگر کون نہین جانتا کہ ممکنات پر اطلاق واجب اور کشتی نشینون پر اطلاق کشتی اور زمین منور پر اطلاق شمس و قمر کسیطرح روا نہین الغرض مرتبہ صدور کا تسلیم کرنا اہل عقل کے ذمے تمام موصوفات مین ضروری ہی وہ موصوفات از قسم واجب ہون یا از قسم ممکن اور چونکہ مرتبہ صدور مین دو اعتبار ہین ایک اعتبار اصل جسپر مدار کار پردازی صفات ہوتا ہی اور وہ اصل موصوف مین بدرجہ اولی اور اول ہوتی ہی دوسرا اعتبار تنزل جسپر مدار اطلاق اسماء صفات ہی تو اب اگر صفات صلیہ صادرہ کو لا غیر موصوف کہین تب صحیح ہی اور لا عین موصوف کہین تب صحیح ہی غرض حکماء یونان کا یہ قول کہ صفات باری عین ذات باری ہین اور اسوجہ سے

زیادہ اسلیئے عکس تجلی اول عکس صادر اول کا مصدر ہوگا کیونکہ صادر بحیثیت صدور لازم ہوا کرتا ہے اسلیئے ملزوم کا تقابل نے تقابل لازم متصور نہین ورنہ لزوم کہان ہوگا۔ الغرض بعد انعکاس بھی وہی لزوم رہتا ہے چنانچہ مشاہدہ عکس آفتاب سے ظاہر ہے کہ عکس آفتاب مصدر عکس نور آفتاب رہتا ہے۔ بالجملہ عکس تجلی اول عکس صادر کا مصدر ہوگا اور اسلیئے تجلی گاہ تجلی اول نمائشگاہ صادر اول سے وجود مین بھی مقدم ہوگا۔ اور عظمت و اقتدار مین بھی اُس سے زیادہ باقی رہا یہ شبہہ کہ اگر مصدر و صادر مین بعد انعکاس بھی یہ علاقہ ملازمت باقی رہتا ہے تو اگر عکس مین مصدر کو صادر لازم رہیگا تو وجود صادر بھی وقت انعکاس بے وجود مصدر متصور نہین ہو سکتا اس صورت مین اگر کوئی چیز تجلی گاہ مصدر ہوگی تو تجلی گاہ صادر بھی ہوگی اور تجلی گاہ صادر ہوگی تو تجلی گاہ مصدر بھی ضرور ہوگی پھر یہ فرق کیونکر متصور ہو کہ تجلی گاہ تجلی اول نمائشگاہ صادر اول سے وجود مین بھی مقدم ہوگا اور عظمت و اقتدار مین بھی زیادہ یہ بات اُسوقت متصور ہوتی جبکہ تجلی گاہ تجلی اول تجلی گاہ صادر اول نہوتا۔ اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ یہ تو بیشک ممکن نہین کہ تجلی گاہ تجلی اول تجلی گاہ صادر اول نہو اگر یہ ہو تو ایسا قصہ ہو کہ کوئی آئینہ مظہر و منظر آفتاب یعنے تجلی گاہ آفتاب اور محل انعکاس آفتاب تو ہو پر مظہر و منظر نور آفتاب اور تجلی گاہ نور آفتاب اور محل انعکاس نور آفتاب نہو سو وہ کونسا دیوانہ ہے جو ایسی غلط بات کو تسلیم کرلیگا۔ بالبداہتہ یہ بات سبکے نزدیک غلط ہے پر جیسے اُسکے غلط ہونے مین کسیکو تامل نہین ہو سکتا ایسے ہی اسکی صحت مین بھی تامل ممکن نہین کہ صادر کسی تجلی گاہ مین جلوہ افروز یعنی منعکس ہو اور مصدر نہو اگر ہنوز سمجھ مین نہ آیا ہو تو روز روشن مین آئینہ کو آفتاب سے ذرا منحرف کرکے رکھ دیکھیئے اور پھر دیکھیے کہ باوجود عدم انعکاس آفتاب انوار آفتاب اُس آئینہ مین منعکس ہوتے ہین کہ نہین اور اس آئینہ سے باوجود عدم انعکاس آفتاب شعاعین نکلتی ہین کہ نہین اور اگر یون کہیے کہ درصورت انحراف مشار الیہ عکس آفتاب آئینہ مین جلوہ افروز ہوتا ہے پر دیکھنے والے کو بوجہ عدم تقابل جو ادراک و ابصار کے لئے ضرور ہے نظر نہین آتا اگر ذرا جگہ بدلکر دیکھیے تو عکس آفتاب بھی اُسمین نظر آتا ہے۔ ہان بشرط تقابل کامل وسط آئینہ مین نظر نہین آتا ایک طرف کو نظر آتا ہے تو اول تو ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ یون ہی سہی پر مدار عبادت حضور ہے اور تجلی گاہ کا تجلی گاہ ہونا اور نمائشگاہ کا نمائشگاہ ہونا ادراک اور ابصار پر موقوف ہے اگر بنی آدم وغیرہم کو کسی تجلی گاہ ربانی مین عکس تجلی اول اسوجہ سے مدرک و مشہود نہو سکے کہ جیسے درصورت انحراف آئینہ اُسوقت جبکہ خطوط شعاع ملے بصری خطوط انوار منعکسہ سے متقاطع ہو جائین عکس آفتاب آئینہ مشہود نہین ہوتا ایسے ہی بانیوجہ کہ اُس مقام مین جو منجملہ مقامات وجود مقام بنی آدم وغیرہم ہے عکس تجلی اول سے تقابل حاصل نہین اور اسوجہ سے اس مقام مین اُسکا مشہود ہونا ممکن نہین تو ایسی تجلی گاہ بنی آدم وغیرہم کے حق مین جو کہ معمور بالعبادۃ ہین تجلی گاہ صادر اول ہی ہوگی تجلی گاہ مصدر یعنی تجلی اول نہوگی کیونکہ تجلی کو یہ بھی ضرور ہے کہ جسکے لئے ہو اُسکا ابصار اور دیدار بھی ممکن ہو غرض اول تو بوجہ مذکور یہ ممکن ہے کہ کوئی تجلی گاہ تو بنی آدم کے حق مین تجلی گاہ مصدر و صادر دونون ہو اور کوئی تجلی گاہ فقط تجلی گاہ صادر ہو تجلی گاہ مصدر نہو مگر چونکہ اس صورت مین تعلق عبادت فقط عکس صادر ہی سے

تعدی بوجہ صدور نذلو مصدر کی طرف سے عطاء وصف صادر ہوتی ہے اور وقت انفصال اُسی وصف صادر کا انفصال ہوجاتا
ہے جو مصدر کو لازم رہتا ہے تو خواہ مخواہ یہ کہنا پڑیگا کہ پہلی صورت مین مصدر کی طرف سے نفع رسانی ہے اور اسلئے وہ نافع ہے
اور دوسری صورت مین ضرر واضرار ہے اور اسلئے وہ ضار ہے اور جب یہ ہے تو پھر مصدر کو مالک کہنا ضروری ہے کیونکہ مالک وہی ہے
جسکو اختیار داد وستد ہے اور جسکی طرف سے داد وستد ہے غرض تجلی اول کو جب قطع نظر صادر اول سے لحاظ کیا جائے تو وہ معنی جمیل ہے
اور جب باعتبار صادر اول دیکھا جائے تو پھر وہی مسمی بہ مالک و ملک اور مسمی بنافع وضار ہے مالک اور نافع وضار ہونا تو ظاہر ہو چکا رہا اُس کا
ملک ہونا اُسکی وجہ بعد ظہور نفع وضرر خود ظاہر ہے آخر ملک اُسیکو کہتے ہین جو حکمرانی کر سکے اور ظاہر ہے کہ بناء حکمرانی اُسی نفع وضرر پر ہے
اور مدار اطاعت امید اور اندیشہ ضرر پر ہے نوکر آقا کی اطاعت امید پر کرتا ہے اور رعیت اپنے حاکم کی اطاعت اندیشہ ضرر کے باعث کرتی
ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ جسقدر اطاعت بوجہ امید واندیشہ کیجاتی ہے اسکو اُس اطاعت سے کچھ نسبت نہین جو بوجہ محبت کیجاتی
ہے - وہان تہ دل سے ہوتی ہے اور یہان اوپر کے دل سے بلکہ غور سے دیکھیے تو امید واندیشہ مین بھی محبت ہی کا لگاؤ
ہوتا ہے اگر وہ نہ ہو تو نہ پھر امید ہو نہ خوف واندیشہ نہ ادھر سے اطاعت ہو نہ اُدھر سے حکمرانی مطلب یہ ہے کہ اُمید اُسی چیز کی
ہوتی ہے جسکی محبت ہوتی ہے - اور اندیشہ اور خوف اُسی چیز کے زوال کا ہوتا ہے جس سے الفت ہوتی ہے غرض مدار کار
اطاعت محبت اور الفت پر ہے محبت اور الفت نہین تو اطاعت بھی نہین ہان کبھی خود مطاع کی محبت ہوتی ہے جیسے
محبوبون کی اطاعت مین ہوا کرتا ہے اور کہین کسی اور چیز کی محبت اطاعت کراتی ہے جسکا حصول اور زوال مخدوم مطاع
کے ہاتھ مین ہو جیسے نوکر اور رعیت کی مثال سے ظاہر ہے ان دونون صورتون مین اپنی محبت موجب اطاعت ہوجاتی
ہے اور صورت اول مین مطاع کی محبت سرمایہ اطاعت ہوتی ہے القصہ اصل مخدوم ومطاع ہونا محبت پر موقوف ہے
نفع وضرر کی امید واندیشہ مین بھی در پردہ یہی محبت کارپرداز ہوتی ہے اسلئے محبوب تو اول درجہ کا مطاع ہوگا اور مالک
اور ملک یعنی حاکم اور بادشاہ جنکا مخدوم ومطاع ہونا بوجہ اختیار نفع وضرر ہوتا ہے دوسرے درجہ مین ہونگے اس لئے تجلی
اول یعنی جمیل کی معبودیت نمبر مین اول ہوگی اور صادر اول یعنی مالک اور ملک اور حاکم یعنی حکم اور [illegible] معبودیت دوسرے
نمبر مین خاصکر جب یہ لحاظ کیا جاوے کہ تجلی اول مصدر صادر اول ہے اُسوقت تو یہ اولیت اور ثانویت اور بھی موجہ ہوجاتی
ہے اور یہ بھی سمجھ مین آجاتا ہے کہ خدا کا مالک اور حاکم اور نافع اور ضار ہونا جس طرح اُسکے جمیل اور محبوب ہونے پر موقوف
ہے ایسے ہی اُسکی وہ معبودیت جو بوجہ مالکیت وحکومت ہو اصل مین اُس معبودیت پر موقوف ہے جو بوجہ محبوبیت ہے
ہان بوجہ نارسائی افہام یہ توقف باہمی ہر کسیکو معلوم نہین ہوتا ادھر نفع وضرر وامید واندیشہ کو بذات خود علی العموم
جمال اور محبوبیت اور محبت اور الفت کی ضرورت نہین اسلئے اکثرون کی اطاعت فقط امید وخوف سے مربوط ہوتی ہے
محبت خداوندی سے اُنکو چندان محبت نہین ہوتی بہر حال تجلی اول مصدر صادر اول ہے اور اسلئے تجلی اول صادر
اول سے باعتبار وجود بھی مقدم ہے اور باعتبار استحقاق عبادت بھی مقدم ادھر نیاز مندانہ عجز والحاح خائف اُمیدوار سے

اور دار الخلافت بادشاہان دین حق مقرر کیجاے اور آخرت مین یہ صورت ہو کہ مرجع حکومت جزا و سزا تو تجلی گاہ صادر اول ہو اور اخلاص سے ارکان حج کے بجالانیوالے اس کشمکش سے محفوظ رہین۔ غرض یہ ہی کہ مرتبہ محبوبیت نیاز ہاے محبت کا خواستگار ہی اور مرتبہ حکومت آداب رعیت کا طلبگار ارکان حج و عمرہ اور تیمم اور زمین پر سجدہ کرنے مین اول ہی اور افعال نماز مین ثانی چنانچہ حقائق شناسان بے رہوئے دریا پر بشرط آگاہی ارکان حج و افعال نماز یہ بات مخفی نرہیگی مگر بہر حال بادا تجلی گاہ مرتبہ تجلی اول استحقاق تعلق ارکان حج مین تو وحدہ لاشریک ہوگا۔ اور استحقاق تعلق افعال نماز مین گو تجلی گاہ صادر اول بھی اسکا شریک ہوگا پر شریک غالب یہی تجلی گاہ تجلی اول رہیگا جب یہ بات واضح ہوگئی کہ تجلی گاہ تجلی اول تجلی گاہ صادر اول سے بہر طور مرتبہ مین زیادہ ہی تو اور ایک بات بھی سن لیجیے جس سے تفاوت مراتب باہمی زیادہ روشن ہو جاے اور ہر ایک کی پہچان کے لئے بشرط انصاف ایک عمدہ علامت ہاتھ آجاے وہ یہ ہی کہ عقل سلیم اس بات پر بھی شاہد ہوتی ہی کہ تجلی گاہ تجلی اول تو وسط بعد مجرد اور سمت عالم ہوگا اور تجلی گاہ صادر اول اس سے چالیس منزل کے فاصلہ پر شمال کیجانب ہو تو زیبا ہی علی ہذا القیاس لازم یون ہے کہ تجلی گاہ تجلی اول تعمیر مین سب تعمیرات سے اول ہو اور تجلی گاہ صادر اول اس سے چالیس سال بعد بنایا گیا ہو۔ اور بوقت بربادی عالم یہ بھی ضرور ہی کہ تجلی گاہ تجلی اول سب مین پہلے ویران ہو اسکے بعد اور اجسام اور اجرام اور مکانات ویران کئے جائین سو ان سب باتون کے لحاظ کے بعد ہمین تو کچھ شک نہین کہ تجلی گاہ تجلی اول تو خانہ کعبہ ہی اور تجلی گاہ صادر اول بیت المقدس ہی چونکہ حاصل اس تقریر کا یہ ہی کہ امور مذکورہ بتفصیل وار خانہ کعبہ اور بیت المقدس مین پائے جاتے ہین اور پھر ہر ایک کے خصائص تفاوت مرتبہ کے بر شاہد اسکے علامات ہین اسلیے یہہ بھی بیان کرنا ضرور ہی کہ امور مذکورہ بتفصیل وار دونون مقامون مین پائے جاتے ہین اور پھر جن جن امور کی علامت اور شاہد ہونے مین کچھ تامل ہو اسکا واضح کر دینا بھی لازم ہی اسلیے اول ایک تمہید معروض ہے اسکے بعد مضمون مذکور عرض کیا جاویگا

سنئیے اپنے زمانہ اور زمانہ آیندہ کے واقعات کے مشاہدہ کی تو امید ہوتی ہی پر زمانہ گذشتہ کے وقائع کے مشاہدہ کی امید نہین ہوتی اسلیے انکے اطلاع کی بجز اسکے اور کچھ صورت نہین کہ مشاہدہ والون سے سنئیے مگر چونکہ روایت بہ اطمینان اسیوقت متصور ہی کہ راوی راستباز ہون اور اسباب غلط فہمی مرتفع ہو جائین سو ہمین تواتر تک پہنچ گئی تو اول درجہ کا اطمینان ہوگا ورنہ بصورت ثبوت راستبازی و ہوشیاری و فہم راویان روایت بھی اطمینان بقدر ضرورت ضرور ہوگا ایسے روایات کا انکار اگر ہوگا تو بوجہ ناانصافی ہوگا۔ مگر تواتر کی تو یہ صورت ہی کہ کثرت روات کی یہ نوبت پہنچی کہ سبکا جھوٹھ بولنا اور غلط سمجھ جانا عقل کو باور نہو مثلاً کلکتہ۔ لندن۔ متھرا۔ بنارس۔ مکہ۔ مدینہ۔ بیت المقدس وغیرہ مشاہیر شہرونکا روے زمین پر ہونا۔ یا سری رامچندر۔ سری کرشن۔ حضرت موسی علیہ السلام۔ حضرت عیسے علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ سابق مین پیدا ہونا ایسا نہین کہ کوئی عاقل اسمین متامل ہو سکے وجہ کیا بجز اسکے اور کیا ہی کہ ان واقعات کے بیان کرنیوالے اس کثرت سے ہین کہ ان سبکا دروغ پر متفق ہو جانا اور لب بیان مین غلطی کرنا عقل کے نزدیک محال عادی ہی اسلیئے یہ بھی ضرور ہی کہ اگر کوئی واقعہ بہت دنونکا ہو تو اسکی تصدیق

کیلیے

ہوگا عکس مصدر سے نہوگا اور اسلئے وہ قبلہ عبادت محبوبیت نہو سکے گا قبلہ عبادت حکومت یعنی مالکیت ہی رہیگا اور ظاہر ہی
کہ یہی فرق اقتدار و عظمت ہے جو ایک تجلی گاہ کو دوسری تجلی گاہ سے ہونا چاہیے دوسرے یہ در روشن ہین اگر آئینہ کو آفتاب سے انحراف
تام ہو یعنی پشت آئینہ مقابل آفتاب ہو تو اسوقت بھی انوار آفتاب تو اسمین منعکس ہونگے پر خود آفتاب اسوقت منعکس نہین ہوسکتا
عدم انعکاس تو اسی سے ظاہر ہی کہ تقابل یکلخت مفقود ہی اور انعکاس انوار پر یہ دلیل موجود ہی کہ اشکال اجسام متقابلہ جو آئینہ مین اسوقت
منعکس معلوم ہونگے وہ حقیقت مین اشکال انوار آفتاب ہین۔ یہی وجہ ہی کہ ادراک عکس کے لئے نور شرط ہی غرض جسکا نور ذریعہ ادراک و
ابصار ہوتا ہی اُسی کے نور کی شکلین آئینہ مین منعکس معلوم ہوتی ہین اور وجہ اسکی یہ ہی کہ نور آفتاب وغیرہ جب اجسام کو محیط ہوتا ہی تو
مثل قالب انپر لپٹ جاتا ہی اور اسوجہ سے انکی تقطیعات کے موافق اشکال اُسکے باطن مین ایسی طرح منقش ہو جاتے ہین جیسے مطابق شکل مقلوب
قالب مین پہلے سے ہوتی ہی اور چونکہ محسوس یہی اشکال انوار ہوتے ہین خود تقطیعات اجسام نہین ہوتے ورنہ درصورت عدم النور بھی اشکال اجسام
محسوس ہوا کرتی تو وقت انعکاس بھی یہی اشکال انوار محسوس ہونگی کیونکہ عکس آئینہ جات مین حقیقت مین انعکاس نظر ہوتا ہی انعکاس
منظور نہین ہوتا اور اگر انعکاس منظور ہو تب بھی یہی مطلب رہتا ہی کہ منعکس اشکال انوار ہین اشکال اجسام نہین کیونکہ منظور وہ اشکال انوار ہی
ہوتی ہین اشکال اجسام نہین ہوتین بالجملہ اس صورت مین بالیقین انعکاس صادر ہوگا اور انعکاس مصدر نہوگا سو ایسے ہی تجلی اول اور صادر
اول کا معاملہ ہو تو کیا حرج ہی۔ یعنی ایک تجلی گاہ تو مظہر تجلی اول اور صادر اول دونون ہو اور ایک تجلی گاہ فقط نمایش گاہ صادر اول ہو مظہر و
منظر تجلی اول نہو بلکہ مثال مذکور کے انطباق پر نظر کیجیے تو پھر یہ لازم آتا ہی کہ تجلی گاہ تجلی اول کو بحیثیت انعکاس صادر اول بھی تجلی گاہ
صادر اول پر فوقیت رہیگی کیونکہ یہان تو عکس تام ہوگا اور جو فقط تجلی گاہ صادر اول ہوگا اسمین عکس تام نہوگا بلکہ جیسے درصورت انحراف تام
آئینہ مین عکس آفتاب تو کیا ہوتا عکس انوار آفتاب بھی پورا نہین ہوتا ایسے ہی تجلی گاہ صادر اول مین عکس تجلی اول تو کیا ہوتا صادر اول کا
عکس بھی پورا نہوگا۔ ہان تجلی گاہ تجلی اول مین باین نظر کہ تقابل صحیح اور محاذات تامہ موجود ہی عکس تجلی اول تو پورا ہی ہوگا۔ عکس صادر
اول بھی پورا ہوگا۔ اور کیون نہو آئینہ مین وقت تقابل صحیح اور محاذات تامہ فقط پورا پورا عکس آفتاب عالمتاب ہی نہین ہوتا عکس انوار
آفتاب بھی بتمامہا موجود ہوتا ہی کیونکہ جب مبدأ انوار بتمامہ منعکس ہوا تو شروع کی طرف سے سارے ہی انوار منعکس ہونگے گو انتہا کیطرف
سے بعض شعاعین ناتمام منعکس ہون اور ظاہر ہی کہ انوار آفتاب کے پورے پورے منعکس ہونیکی وجہ یہی ہی کہ وہ تجلی گاہ مبدأ انوار یعنی شکل
آفتاب ہی سو یہی وجہ یہان موجود ہی الغرض مرتبہ حکومت و مالکیت یعنی صادر اول بھی جسکے ساتھ نفع و ضرر کا تعلق ہی تجلی گاہ مرتبہ محبوبیت
یعنی تجلی اول مین بہ نسبت تجلی گاہ صادر اول زیادہ تر نمایان ہوگا اور اسلئے اُس تجلی گاہ سے فقط انہین عبادات کو تعلق نہوگا جو خاص مرتبہ
محبوبیت سے متعلق ہین وہ عبادات بھی بوجہ اعلیٰ اُس سے متعلق رہینگے جو خاص مرتبہ حکومت سے مربوط ہین البتہ ظہور حکومت کو تجلی گاہ
صادر اول سے ایسا ہی ایک خاص اختصاص ہوگا جیسا تجلی گاہ تجلی اول کو ظہور محبوبیت سے ایک خاص خصوصیت ہی مگر دنیا مین تو یہہ
اختصاص یون نمایان ہوگا کہ تجلی گاہ تجلی اول سے ارکان حج مخصوص کئے جائین جسکا حاصل یہ ہو کہ وہ دار المحبوبیت ہی اور تجلی گاہ
صادر اول سے یہ خصوصیت ہو کہ سلطنت دینی وہان قائم کیجاے اور ظہور شوکت دین اُسجگہہ سے ہو جسکا خلاصہ یہ ہوگا کہ وہ دار السلطنت

لہ زمین یا آسمان اور اسمین سے بھی فلان مکان اول بنا ہی تو بنظر فراہمی جملہ سامان اعتبار و ارتفاع حجاب اوہام اہل انصاف
کے ذمہ اُس بات کا ماننا لازم ہوگا۔ اور پھر اُسکے ساتھ اگر شواہد خارجیہ بھی اُسپر شاہد ہون اور دلائل واضحہ اُسکے مؤید ہون تو پھر وہ یقین
حد اطمینان تک پہنچ جائیگا مگر چونکہ تنقیح روایات مین اہل اسلام کا تمام مذاہب مین نمبر اول ہی اسپر قرآن کی روایت متواتر ہی قرآن
مین لاکھون ہزارون حافظ برابر چلے آتے ہین اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مثل آفتاب نیم روز روشن اس لئے
احتمال ہی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے یہ قرآن اور یہ حکایات بنا کر کھڑے کر دئے ہین اور نہ یہ وہم ہو سکتا ہی
کہ راویون نے غلط کہدیا ہو یا غلطی کھائی ہو۔ اسلئے قرآن شریف کی آیات تو اول درجہ مین واجب التسلیم ہونگی۔ اور احادیث اہل اسلام
کی روایات دوم درجہ مین مگر قرآن مین دیکھا تو یہ نکلا کہ زمین اول بنی ہی اُسکے بعد آسمان اور پھر زمین مین بھی اول تعمیر خانہ کعبہ ہے
مضمون اول پر تو آیت ہو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسوٰہن سبع سموات وہو بکل شیٔ علیم اور آیت قل ائنکم
لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون لہ انداداً ذلک رب العالمین وجعل فیہا رواسی من فوقہا وبارک فیہا وقدر فیہا
اقواتہا فی اربعة ایام سواء للسائلین ثم استوی الی السماء وہی دخان فقال لہا وللارض ائتیا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعین
فقضٰہن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرہا وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظا ذلک تقدیر العزیز العلیم۔ اور خانہ کعبہ کی
ویرانی عالم یعنی قیامت کے وقت ویرانی مین اول رہنے پر آیت جعل اللہ الکعبة البیت الحرام قیاما للناس والشہر الحرام والہدی والقلائد
ذلک لتعلموا ان اللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض وان اللہ بکل شیٔ علیم دلالت کرتی ہے وجہ دلالت کی یہ ہی کہ اگر لفظ قیاما للناس
کو بغور دیکھا جاوے اور کچھ تکلف نہ کیا جاوے تو یہی مطلب نکلتا ہی کہ خانہ کعبہ سامان قیام جملہ بنی آدم ہی کیونکہ لفظ قیام مقید بقید
فی العرب وغیرہ نہین اور لفظ للناس اصل مین سبکو عام ہی اور وجہ تخصیص پس و پیش مین کوئی پائی نہین جاتی پھر یہ کہنا کہ قیام
سے قیام فی العرب مراد ہی اور للناس سے فقط اہل عرب مقصود ہین اور مطلب یہ ہی کہ عرب مین بوجہ کثرت خونریزی اور شیوع رہزنی
قیام دشوار تھا اور سامان قیام مثل تجارت وغیرہ ضروریات کی وہان کوئی صورت نہ تھی البتہ ایام حج مین زائران کعبہ کو بلحاظ عظمت
کعبہ کوئی کچھ نکہتا تھا اس بہانہ سے سبکے کام چل جاتے تھے اور سب ارمان نکل جاتے تھے خالی تکلف سے نہین ہان اگر یون کہیے
جبتک یہ گھر قائم ہی جبھی تک بنی آدم کا بھی اس عالم مین قیام ہی جس روز یہ ویران ہوا تو انکا قیام بھی معلوم پھر سارے کارخانے
جسمانی کو ویران سمجھیے کیونکہ بدلالت آیت خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسوٰہن سبع سموات یہ بات عیان ہی کہ
زمین و آسمان سب بنی آدم کے لیے ہین جب وہ ہی نہونگے تو زمین و آسمان کاہیکو رہینگے گھاس دانہ گھوڑون ہی تک رہتا ہی وہ
نہین رہتے تو اسے کون رکھتا ہی تو نہ تکلف کی ضرورت ہوتی ہی نہ تخصیص کی نوبت آتی ہی اب رہی یہ بات کہ خانہ کعبہ کا آبادی
اور ویرانی مین اول ہونا اسپر دلالت کرتا ہی کہ وہ تجلی گاہ مرتبہ محبوبیت اور مظہر مرتبہ اول معبودیت ہی سو یہ ہمارے ذمہ ہی سنئیے
دار الخلافہ اگر آباد کیا جاتا ہی تو اول مکانات شاہی کے لئے کوئی جگہہ تجویز ہوتی ہی اور انکی بنا ڈالی جاتی ہی اسکے بعد وزرا و امرا
شاگرد پیشون کے مکانات کی تعمیر تجویز ہوتی ہی۔ اور جب دار الخلافہ کسی وجہ سے بحکم شاہی ویران کیا جاتا ہی تو اول بادشاہ۔

ہر قرن مین اس قسم کی تواتر کی ضرورت ہی فقط ایک طبقہ کا تواتر کافی نہوگا اسلیئے قرآن کا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ثبوت کامل ہوگا۔ اور انجیل اور توراۃ اور بید کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور برہمجی تک ثبوت کامل نہوگا۔ کیونکہ قرآن کی روایت تو ہر قرن مین متواتر رہی ہی اور یہی وجہ ہی کہ آجتک اُسکے الفاظ اور عبارات مین اختلاف نہین ہوا اور توراۃ و انجیل اور بید مین یہ بات مفقود ہی چنانچہ کتب مذکورہ کا اختلاف نسخ اسپر شاہد ہی علاوہ برین کتب مذکورہ کی سند اوپر تک نہین چلتی اور اسوجہ سے یہ کہنا لازم ہی کہ کتب مذکورہ درجہ روایت مین کتب احادیث اہل اسلام کی برابر بھی نہین بلکہ غور سے دیکھیے تو اہل اسلام کی تواریخ قدیمہ کے بھی ہم پلہ نہین کیونکہ اہل اسلام کی تواریخ مین ہر واقعہ مختصر کو بھی جدی جدی سند سے بیان کرتے ہین اور کتب مذکورہ کے ایک واقعہ کی بھی سند متصل نہین ملتی بلکہ انصاف سے دیکھیے تو یہ بھی پتا نہین کہ کس عہد مین یہ کتب تصنیف ہوئی ہین چہ جائیکہ سن و سال اور پھر تسپر کتب ہنود مین یہ اور طرہ ہی کہ وہ واقعات مذکورہ کو لاکھون برس کا قصہ بتلاتے ہین اس صورت مین جب یہ دیکھا جاے کہ اتنا زمانہ اور سند ندارد ادھر اہل ہند کو تاریخ نویسی کیطرف نہ کبھی توجہ ہوئی نہ کبھی قواعد تمیز روایات صحیحہ و سقیمہ سے انکو آگاہی ہوئی اور معہذا اہل اسلام اور یہود و نصاری جنکی تاریخ دانی پر انکی تحقیقات شاہد ہین بالخصوص اہل اسلام جنہون نے ضبط قواعد تمیز روایات مین کوئی دقیقہ نہین چھوڑا اس بات مین اُنکے مخالف علاوہ برین پرستش آفتاب وغیرہ شرکیات اور ہیسری گردون گردان بابیہ ہاے عرابہ رامچندر وغیرہ شعریات جنکے بطلان پر خود وہ مضامین اسی طرح شاہد ہین جیسے آفتاب کی روشنی پر خود آفتاب تو پھر کسی عاقل کو اسکی گنجایش نہین رہی کہ ہنود کے بیان پر کان بھی رکھے چہ جائیکہ تسلیم و قبول اور اہل اسلام کی بات مین متامل ہو چہ جائیکہ رد و انکار۔ القصہ زمانہ سابق کے واقعات کی روایات اگر قابل قبول ہین تو اہل اسلام کی روایات قابل قبول ہین بلکہ واجب القبول۔ جیسے اورونکی روایات لایق انکار بلکہ واجب الانکار ہین۔ دوسری بات لائق گذارش یہ ہی کہ اگر کوئی شخص کوئی بات کہے یا کوئی دعوی کرے اور پھر اُس بات کے مناسبات اور اس دعوی کے شواہد اور مؤیدات ہاتھ آجائین تو اگر اُس بات کے اثبات کے سامان ضروری اور اس دعوی کی وجہ ثبوت لابدی کے باعث یقین ہوا ہوگا تو اب اطمینان ہوجائیگا مثلاً اگر کوئی معتبر شخص یہ کہے کہ فلان شخص بادشاہ ہوگیا اور اس خبر کی تحقیق اور تصدیق کے لئے راویان معتبر کے حوالے دے تو موافق قواعد تحقیق اخبار اس صورت مین اس روایت کی تصدیق لازم ہوگی مگر اسکے ساتھ اگر سننے والے اپنی آنکھون سے یہ بھی دیکھ لین کہ شخص مشار الیہ تخت سلطنت پر جلوہ آرا ہی اور چپ و راست امرا و وزرا دست بستہ اپنے اپنے قرینہ سے کھڑے ہین جسطرف کو وہ اشارہ کرتا ہی ہر کوئی بسعو چشم آمادہ تعمیل نظر آتا ہی جدھر کو جاتا ہی امرا نامدار اور لشکر جرار ادلی ہین چلتے ہین غرض ہر قسم کے سامان سلطنت فراہم ہین تو وہ یقین سابق اسوقت اطمینان تک پہنچ جائیگا معہذا عبارات اگر دقیق ہو اور وہ مضمون دعوی بلند اور ادھر شخص بظاہر علوم اور فنون سے ناآشنا ہو تو اس صورت مین تو اُسکے اعجاز اور کرامت علمی میں کچھ تامل نرہیگا اور اسوجہ سے اُسکی اور ملفوظات اور دعاوی کی تصدیق کے لئے یہ ایک بات کافی ہوگی اس تمہید کے بعد یہ گذارش ہی کہ اجزاء عالم اجرام مین سے کسیکا اول بننا اور کسیکا اُسکے بعد منجملہ واقعات گذشتہ ہی اگر بروایت معتبر ہمکو یہ بات ثابت ہوجا

زمین پر تیار کرائین اور اسطرف کو عبادت کروائین جب یہ مطلب ذہن نشین ہو چکے تو اب سنیے احادیث اہل اسلام مین یہ بات مصرح ہی کہ خانہ کعبہ اور بیت المقدس کی تعمیر مین چالیس برس کا تفاوت ہے اور یہ بھی بعض روایات مین ہی کہ اول بیت زمین پر فرشتون نے کعبہ اور بیت المقدس کو بنایا تھا مگر طوفان نوح مین وہ دونون تعمیرین آسمان پر اٹھالی گئین اور یہ بھی بعض روایات مین ہی کہ اول پانی تھا پھر اسجگہہ سے جہان اب کعبہ ہی بلبلا سا اٹھا اور زمین کی پیدایش شروع ہوئی ان روایات کے ملاحظہ سے آشکارا ہی کہ تجلی گاہ تجلی اول ہر طرح سے اول ہی زمین کا ٹکڑا بھی اول وہی بنا جہان کعبہ شریف ہی اور تعمیر بھی اول اسی کی ہوئی اور ویران بھی اول وہی ہو گا مگر یہ اولیت تعمیر اور وہ تفاوت چہلسالہ اسی تعمیر کے اعتبار سے ہی جو فرشتون کے ہاتھون سے ہوئی تھی باعتبار تعمیر ابراہیمی نہ وہ اولیت ہی اور نہ یہ تفاوت ہے چنانچہ ظاہر ہی یہ تعمیر اس تعمیر کے ساتھ وہی نسبت رکھتی ہی جو تخت اول کو جو نیچے سے اوپر پہنچایا گیا ہو تخت ثانی کے ساتھ ہوتی ہی جو اسکے محاذات مین نیچے رکھا جاے کیونکہ تعمیر اول اور تعمیر ابراہیمی مین بشہادت روایات وہی محاذات ہی بالجملہ امور مذکورہ مین سے جو جو باتین منجملہ وقائع زمانہ ماضی ہین وہ سب بروایت اہل اسلام وبحوالہ پیغمبر اسلام علیہ السلام ثابت ہین اور جو باتین از قسم وقائع گذشتہ نہین جیسے بیت المقدس کا جانب شمال ہونا اور چالیس منزل کے فاصلہ پر اسکا ہونا وہ آنکھون سے معلوم اور نقشون اور جغرافیون سے ثابت پھر امور مذکورہ مین سے اولیت تعمیر اور اولیت تخریب کا شاہد ہونا بھی بشہادت عقل معقول ہی البتہ امور باقیہ کا شاہد ہونا ہنوز محل تامل ہی اسلئے یہ گذارش ہی کہ مرتبہ مالکیت اور حکومت کے ساتھ ایک نفع خلائق متصور ہی یعنی احسان متعلق ہی اور ایک ضرر خلائق یعنی نقصان اسکے ساتھ تعلق رکھتا ہی مگر اثر اول محبت ہی اور تاثیر ثانی خوف چنانچہ ظاہر ہی اس صورت مین حکومت اور محبوبیت مین اگر تقابل ہو گا تو باعتبار ثانی ہی ہو گا باعتبار اول نہوگا کیونکہ اول مین تو مرتبہ اول بھی شریک ہے بلکہ شریک غالب اور کیون نہو علاوہ جمال وکمال کے جو عمدہ موجبات محبت مین سے ہین احسان بھی اصل مین اسیکا کام ہی وہی مصدر وجود ہی جو اصل مین مجموعہ انعام واکرام ہی اور اس وجہ سے اگر یون کہیے کہ قرابت تامہ بھی بہ نسبت مخلوقات اسیکو حاصل ہی تو عقل سلیم سے دور نہین کیونکہ اس صورت مین وجود مخلوقات کو حسب اشارہ تمثیل آفتاب و نور آفتاب جو مکرر گذر چکی ہی تجلی اول یعنی مرتبہ محبوبیت اور اول مرتبہ معبودیت کے ساتھ وہی نسبت ہوگی جو دھوپ کو آفتاب کے ساتھ یعنی جیسے دھوپ پرتوہ شعاع آفتاب اور شعاع آفتاب پرتوہ آفتاب ہی ایسے ہی وجود مخلوقات پرتوہ صادر اول یعنی مرتبہ حکومت اور مرتبہ ثانی مرتبہ معبودیت اور وہ پرتوہ مرتبہ محبوبیت اسلیے جیسے تعقل دھوپ کا تعقل شعاع آفتاب پر موقوف ہی اور تعقل شعاع تعقل آفتاب پر ایسے ہی تعقل وجود مخلوقات تعقل صادر اول یعنی تعقل مرتبہ حکومت پر اور تعقل صادر اول تعقل تجلی اول یعنی اسی مرتبہ محبوبیت کے تعقل پر موقوف ہو گا اور اسلیے خود موجودات کو اول تصور مصدر وجود ہو لیگا تب کہین اپنا تصور ہو گا غرض اس حرکت علمی مین اول اس مصدر وجود کا تصور ہو لیگا اسکے بعد اپنا تصور ہو گا اور ظاہر ہی کہ حرکات مین جو اول آتا ہی وہی قریب ہوتا ہی اس صورت مین مخلوقات سے اول انکی ذات کو وہ قرب نہوگا جو اس مصدر وجود کو ہو گا اور یہ بھی ظاہر ہی کہ علم مین اخبار ہوتا ہی انتساب نہین ہوتا اسلئے یہ قرب علمی قرب واقعی اور قرب حقیقی ہو گا غرض قرابت بھی مثل احسان اصل مین اسی تجلی اول کے لئے ہی اور جمال وکمال

اپنے مکانات کو چھوڑتا ہی اسکے اتباع مین اسکے بعد وزراء امراء شاگرد پیشہ بھی اپنے اپنے مکانات کو حسب مراتب اسکے پیچھے چھوڑتے
ہین علی ہذا القیاس وقت دورہ اگر کسی مقام مین حکام کا قیام ہوتا ہی تو اول خیمہ حکام کے لئے کوئی میدان مقرر ہوجاتا ہی اور
اس میدان مین خیمہ حاکم نصب کیا جاتا ہی اسکے بعد اسکے آس پاس اور ونکے خیمے اور پالین قایم کیجاتی ہین اور پھر جب وہان سے
کوچ ہوتا ہی تو اول خیمہ شاہی اکھاڑا جاتا ہی اسکے اکھڑتے ہی اور ونکے خیمے بھی اکھڑنے لگتے ہین غرض باختیار حاکم تعمیر اور ویرانی یا قیام
و کوچ ہوتا ہی تو یون ہوتا ہی مگر یہ ہی تو یہ لازم ہی کہ تجلی گاہ تجلی اول جو مجلسرای مرتبہ محبوبیت اور خیمہ خاص مرتبہ اول عبودیت ہے
تعمیر مین بھی اول رہے اور تخریب مین بھی اول رہے وہ تعمیر کیا جاے تو اسکی تعمیر کے ہوتے ہی اوروں کے مکانات تعمیر ہونے لگین اور وہ ویران
ہو تو اسکے ویران ہونے مین اوروں کے مکان ویران ہونے لگین اور یہ ہی تو یہ بھی ضرور ہی کہ وہ تجلی گاہ وسط بعد مجرد مین واقع ہو کیونکہ جب
آئینہ وغیرہ مظاہر و مناظر کو آفتاب کے ساتھ تقابل صحیح ہوتا ہی یعنی وہ خط مستقیم جو مرکز آفتاب سے آئینہ تک متصل ہوتا ہی وسط آئینہ پر عمود
ہو تو پھر عکس آفتاب وسط آئینہ مین نمایان ہوتا ہی سو جب بعد مجرد کو مظہر تجلی اول تو تسلیم کیا ہی ہی اب یہ بھی ضرور ہی تسلیم کرنا
پڑیگا کہ بعد مجرد کو ذات خداوندی سے تقابل صحیح ہی وجہ اسکی یہ ہی کہ اگر تقابل صحیح نہوگا تو تقابل غیر صحیح ہوگا جسکا حاصل یہ ہوگا کہ
اس سے کچھ انحراف ہی اور کسی اور سے کسی اور طرف کو تقابل صحیح ہی سو یہ بات آفتاب اور آئینہ مین تو متصور ہی کیونکہ کچھ آفتاب ہی مین
جہات کا انحصار نہین یعنی عمود وسط آئینہ کو سواے مرکز آفتاب اور غیر متناہی نقاط پر مرور واقع ہوسکتا ہی پر خط استقبال ممکنات کے لئے
سواے ذات خالق کائنات بلکہ سواے تجلی اول اور کوئی مرجع اور قبلہ ہی نہین تجلی اول کو ہی مصدر وجود ہی چنانچہ اوپر معروض ہوچکا اور یہ بھی
ظاہر ہی کہ سواے مصدر وجود اور کوئی خالق نہین ہوسکتا چنانچہ ظاہر ہی اور کیون نہو جو نسبت مختلف اشکال کی دھوپون کو آفتاب اور
اسکے تنور صادر کے ساتھ ہی وہی نسبت مختلف قسم کی مخلوقات کو مصدر اول اور صادر اول کے ساتھ ہی جیسے دھوپین سواے آفتاب
اور کسی سے پیدا نہین ہوسکتین ایسے ہی خلق مخلوقات سواے تجلی اول کسی اور سے متصور نہین اتنا فرق ہی کہ خطوط فیما بین آئینہ و
آفتاب مین نورانی و غیر نورانی کا فرق نکلسکتا ہی اور اس لئے یون کہہ سکتے ہین کہ خط نورانی نہ سہی خط غیر نورانی کا مرجع اور جہات بھی
ہین پر مخلوقات اور خالق مین اس قسم کا فرق متصور نہین ہان مثل خط مطلق جو خط نورانی سے مفہوم مین اوپر ہی وجود سے کوئی
مفہوم اوپر ہوتا تو کیون نہین بالجملہ تجلی گاہ تجلی اول کا تعمیر اور تخریب مین اول ہونا اور وسط بعد مجرد مین واقع ہونا ضرور ہی ہان جیسے
یون ہوتا ہی کہ گرمیون اور جاڑون مین نیچے کے مکانات رونق افروزی شاہی سے رشک ارم ہوتے ہین اور برسات مین بالاخانہ
جلوس بادشاہی سے غیرت فردوس ہوجاتا ہی اور اسلئے تخت شاہی کبھی نیچے رکھا جاتا ہی اور کبھی اوپر پہنچایا جاتا ہی ایسے ہی یہ بھی
ممکن ہی کہ ایک زمانہ مین تجلی مذکور کو زمین سے اختصاص ہوا اور اسوقت تجلی گاہ تجلی اول زمین پر ہو اسکے بعد آسمان سے وہ خصوصیت
ہوجاے اور اس تجلی گاہ کو یہان سے وہان لیجائین اور پھر جیسے یہ ممکن ہی کہ اول ایک تخت جلوس بادشاہی کے لئے بنایا جاے
اور اسکو اوپر پہنچایا جاے اسکے بعد دوسرا اور تخت بنائین اور تخت اول کو محاذات مین نیچے کے درجے مین اسکو رکھین ایسے ہی یہ بھی
ممکن ہی کہ تجلی گاہ تجلی اول کی جگہہ پر اول ایک مکان بنائین اور پھر اسکو آسمان پر لیجائین اور اسکے محاذات مین دوسرا مکان

حرکت ہی ہمارے سر و پا کا صحیح فوق و تحت ہونا تو ایسا ظاہر ہے کہ بیان کی حاجت نہیں البتہ آفتاب کا بحیثیت حرکت مرجع و مصحح
یمین و یسار و قدام و خلف ہونا شرح طلب ہے اسلئے عرض ہے کہ جیسے تجلی اول بوجہ صدور صادر اول جو مسمیٰ بوجود اور مناط حکومت و
مالکیت ہے تمام کائنات کو کتم عدم اور پردہ ظلمت نیستی سے نکالکر نور وجود سے نمایاں کر دیتا ہے ایسے ہی عالم اجسام میں عالم افروز تمام اجسام کو
بوجہ صدور نور سراپا ظہور و حرارت ظلمتکدہ تیرگی و عجز خانہ برودت سے نکالکر اس نور سے روشن و عیاں اور اس حرارت سے گرم جوش کر دیتا ہے
غرض جیسے تجلی اول ایکطرف اور تمام کائنات یعنی ممکنات ایکطرف وہ اگر ادہر متوجہ ہے تو یہ سب ادہر سے مقابل اور آمنا سامنا نہو تو یہ افادہ وجود
اور استفادہ وجود بھی نہو ایسے ہی آفتاب کو ایک طرف سمجھیے اور تمام اجسام کو ایک طرف آفتاب کو ادہر متوجہ سمجھیے اور اس حرکت شب و روز کو جو
شرق سے غرب کو ہے عین توجہ خیال فرمایئے اور تمام اجسام مذکورہ کا رخ ادہر کو تصور کیجیے اور یہ اخذ نور و استفادہ حرارت ہو رہا ہے اور یہ حرکت
جملہ سیارات کو جو غرب سے شرق کو ہے بعد بلحاظ اس امر کے کہ بوجہ علو شان و تاثیرات معلومہ عالم سفلی و علوی کے حق میں وہ سب بمنزلہ حکام ہیں
گو بمقابلہ آفتاب بمنزلہ حکام ماتحت ہوں تمام اجسام کیطرف سے آفتاب کی طرف کو روئے نیاز خیال فرمایئے اسلئے یہ کہنا لازم ہے کہ اگر آفتاب کا مونھ
اسطرف کو ہے تو تمام اجسام کا رخ اسکی طرف کو ہے غرض روئے زمین کو بجانب شرق خیال فرمایئے اور اسلئے جانب جنوب کو بمنزلہ جانب راست اور
شمال کو بمنزلہ جانب چپ تصور کیجیے اور شرق کو بمنزلہ قدام اور غرب کو بمنزلہ خلف خیال کیجیے اور شاید یہی وجہ ہے کہ جانب شمال کو کہیں یوں
شمال کہتے ہیں کیونکہ شمال عربی میں دست چپ کو کہتے ہیں گو بالتخصیص ملک شام کا شام کہنا حالانکہ وہ بھی مرادف شمال ہے اور اسکے مقابلہ
مین ملک یمن کا یمن کہنا جس سے یمین ہونیکی طرف اشارہ ہے اسوجہ سے ہو کہ خانہ کعبہ کا دروازہ بجانب شرق ہے اور یمن اسکے یمین میں
اور شام اسکے شمال میں ہے غرض بیت المقدس کا بنسبت کعبہ بجانب شمال ہونا بھی اسی فرق مرتبہ کا نتیجہ ہے جو فیما بین محبوبیت و حکومت
ہے اور اس تناسب سے اہل عقل کو احکام متعلقہ کعبہ و بیت المقدس کی حقیت اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کا پتا لگتا ہے اب ہے
یہ بات کہ چالیس منزل اور چالیس برس کا تفاوت کیونکر اس فرق کا نتیجہ ہے جو فیما بین تجلی اول اور صادر اول ہے اسلئے یہ معروض ہے کہ مدار عبادت
تجلی اول اسکی محبوبیت پر ہے اور مدار عبادت صادر اول اسکی ضررسانی پر چنانچہ تقریرات گذشتہ اس امر پر شاہد کامل ہیں مگر محبوبیت سے لیکر
ضررسانی تک چالیس درجہ کا تفاوت ہے کیونکہ ضررسانی جو ایک فعل اختیاری ہے بے تکوین متصور نہیں اور تکوین بے قدرت ممکن نہیں اور
کارپردازی قدرت بے ارادہ محال اور کارگذاری ارادہ قبل امر و فرمان طبعی خیال باطل اور امر و فرمان طبعی بے کلام پنہانی ممتنع یعنی یہ ضرور ہے کہ قبل ارادہ اپنے دلمیں
یہ سوچ سمجھ لے کہ یہ کام کرنا چاہیے یا نچاہیے اسی مشورہ پنہانی کو کلام نفسی یعنی کلام پنہانی کہتے ہیں اور کلام نفسی کو مشیت یعنی
رغبت کی ضرورت اور مشیت یعنی رغبت کو محبت کی حاجت اور محبت کو علم منافع چاہیے اور علم کو حیات درکار ہے اور حیات کو وجود لازم ہے
ادہر دیکھا تو مضرت کو جسپر مدار کار حکومت ہے دو قسموں میں منقسم پایا ایک مضار داخلی دوسرے مضار خارجی وجہ اس تقسیم کی یہ ہے کہ مضرت
زوال و عدم منافع یا ازالہ و اعدام منافع کا نام ہے چنانچہ اندھا بہرا ہونا۔ آنکھہ کان کے زوال و عدم کو کہتے ہیں اور افلاس و تنگدستی
اموال و اسباب کے عدم و زوال کو کہتے ہیں اور منافع ظاہر ہے کہ دو قسموں میں منقسم ہیں ایک داخلی دوسرے خارجی کیونکہ سرمایہ منفعت
نعمت ہے اور نعمت یا داخل وجود منتفع ہے یا خارج چشم و گوش و دست و پا وغیرہ اعضا و صحت و عافیت قوت طاقت وغیرہ احوال

بھی اُسکے لئے اور اس تقریر پر ہر چند نقصان بھی اصل مین اُسی کیطرف منسوب ہوگا مگر چونکہ تکلیف محبوب بھی لذیذ ہوتی ہے چنانچہ
مولانا روم تو یون فرماتے ہین ؎ ناقہ این ست نوبت چون بود ٭ ملامت این ست سورت چون بود ٭ اور مرزا غالب یون کہتے ہین
؎ اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے ٭ تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر ٭ تو خوف جو منجملہ موجبات اطاعت ہے اُس
تکلف کے اندیشہ پر مبنی نہوگا۔ ہان اگر موجبات محبت نظر مطلع سے مخفی رہین اور پھر اندیشہ ایذا ہو تو البتہ امید حدوث خوف ہے سو یہی خوف بنا
حکومت ہو تو ہو غرض موجبات اطاعت یا موجبات خوف ہین یا موجبات محبت موجبات خوف تو یکے سب اسباب حکومت ہین اور سامان
محبت یکے سب سرمایہ محبوبیت مگر وہ سامان یون تو پانچ ہین جمال کمال احسان قرابت اطاعت پر خدا سے کیسکی اطاعت متصور نہین
البتہ وہ پہلے چار باتین بوجہ اتم اُسمین موجود ہین اسلئے محبوبیت اصل مین اسیکے لئے ہے اور سوا اُسکے اور سب اُسکے دریوزہ گر اور اُسی کے
دست نگر ہین ان چار باتون مین جسقدر جو بات کسیکے نصیب ہوئی وہ سب اُسیکی ان چار باتونکا پرتوہ اور اُسکی نقل ہے بہر حال وہ وجوہ محبوبیت
سب کے سب بطور مذکور حصۂ تجلی تجلی اول ہین البتہ وجوہ خوف حصۂ حکومت یعنی صادر اول ہے اور ظاہر ہے کہ محبت و خوف باوجود تقابل باہمی
ہمسنگ یکدگر نہین بلکہ محبت استحقاق اطاعت مین اشرف اور اقوی ہے اور باینہمہ خوف مطاع تو محبت مطاع نہین جو فوقیت
و تحتیت مرتبہ پیدا ہو اور اُسکا تناسب مستدعی فوقیت و تحتیت مکانی ہو اور نہ یہ ہے کہ خوف پیش آئے تو محبت و شوق نہوا کرے اور محبت
و شوق ہو تو خوف نہوا کرے یہ اُسوقت ہو جبکہ موجبات خوف و شوق ایک شخص مین مجتمع نہو سکین مگر کون نہین جانتا کہ خدا تو خدا ہے
مخلوقات مین بھی بعض بعض افراد جامع جمال و جلال ہوتے ہین اور اسلیے خوف و شوق دونون بسا اوقات مجتمع ہو جاتے ہین اور کیون
نہون جب موجبات محبت و خوف دونون ایک شخص یعنی مطاع مین مجتمع ہو جاتے ہین تو اگر خوف و شوق ایک شخص مین مجتمع ہو جائین تو کیا
مضائقہ ہے بالجملہ توجہ مرتبہ محبوبیت مرتبہ حکومت سے انحراف کا باعث نہین جو استقبال و استدبار بوجہ تناسب خواہ مخواہ بنسبت قدام و خلف
مکانی ہو اسلیے ایک کا مشرق مین ہونا اور دوسرے کا مغرب مین ہونا لازم آوے ہان اگر صادر اول لازم ذات تجلی اول نہوتا تو یہ بھی احتمال تھا
لیکن اسکو کیا کیجے کہ باہم تلازم ذاتی ہے اور سب جانتے ہین کہ لازم ذات ذہن و خارج مین دونون مقامون مین اپنے ملزوم کے ساتھ
رہتا ہے غرض یہ ممکن نہین کہ ملزوم کیطرف توجہ ہو اور لازم کیطرف توجہ نہو جائیکہ استدبار یعنی انحراف اُس سے لازم ہو مگر جب خوف
و محبت مین نہ باعتبار مرتبہ فوقیت و تحتیت ہے اور نہ باعتبار توجہ استقبال و استدبار بلکہ باین خیال کہ جیسے دو ہاتھ ایک تن کے ساتھ
متعلق ہوتے ہین اور پھر اقوی و اشرف کو یمین اور اضعف و ادنی کو یسار کہتے ہین ایسے ہی موجبات محبت و خوف اصل مین ایک ذات کے
ساتھ متعلق ہین اور پھر محبت دربارہ استحقاق عبادت و اطاعت خوف سے اشرف اور اقوی ہے اسلیے محبت و خوف مین وہ نسبت ہوگی جو
یمین و یسار مین یعنی راست و چپ مین ہوتی ہے اور اسوجہ سے یہ مناسب ہوگا کہ مظہر محبوبیت جانب راست بنایا جاوے اور مظہر حکومت جانب
چپ تعمیر کیا جائے اب یہ بات باقی رہی کہ زمین کروی آسمان کروی بعد بجز سب طرف سے غیر متناہی اسلیے سب جہات برابر نظر آتی ہین
پھر فرق یمین و یسار و قدام و فوق و تحت کے کیا معنی اسلیے یہ گذارش ہے کہ واقعی یہ فرق جہات مذکورہ اصلی نہین بلکہ کسی غیر چیز کے
اعتبار سے یہ فرق پیدا ہوا کرتے ہین سو مصحح فوق و تحت تو یہ ہمارے سر و پا ہین اور مرجع یمین و یسار و قدام و خلف آفتاب بحیثیت

ہوتے ہین اور انتزاعیات کا وجود ایسی طرح عین وجود منشأ انتزاع ہوتا ہی جیسے حرکت کشتی نشین عین حرکت کشتی تو اون
اشکال کی لذت وہ ان قوی ہی کی لذت ہوگی نعماء خارجی کی لذت نہوگی غرض نعماء خارجی آلۂ لذت وراحت ومنفعت ہین خود
لذیذ نہین اور اسلیئے انکا نعمت ہونا وہ نعماء داخلی ہی کا ظل وپرتوہ ہوتا ہی مگر ہان شاید کسیکو انتزاعی ہونیمین اشکال وصورت مذکورہ
کے کچھ تامل ہو اسلیئے یہ گذارش ہی کہ شکل وصورت ایک احاطہ کا نام ہوتا ہی جسکے وسیلہ سے داخل احاطہ خارج احاطہ سے جدا ہوجائے
چنانچہ مشاہدہ دائرہ ومثلث وغیرہ اشکال سی خود نمایان ہی البتہ اتنا ہی کہ ہر نوع کا احاطہ جدا داخل جدا خارج جدا مبصرات مین مثل جسم وبعد
وسطح تفاوت ہوتا ہی بعد کو سطح محیط ہوتا ہی اور سطح کو خط مبصرات اور مسموعات اور مشمومات وغیرہ مین تفاوت کیون نہوگا مگر باوجود تفاوت
مذکور اس امر مین تمام احاطی شریک یکدیگر ہین کہ خود عدمی ہوتے ہین اور داخل یا خارج کے فیض سے موجود ہوکر مدرک ہوتے ہین بطور
نمونہ بھی دائرہ مثلث وغیرہ اشکال سطح اور کرہ مخروط وغیرہ اشکال جسم کو پیش کرتا ہون دیکھ لیجیے خط مستدیر جو احاطۂ دائرہ ہی اور
سطح مستدیر جو احاطہ کرہ ہی ایک حد فاصل ہی جسکے لئے بشہادت مشاہدہ اصل مین کچھ وجود نہین کیونکہ اِدھر سطح اُدھر سطح اِدھر
بعد اُدھر بعد اور پھر اُسکے ساتھ اندر کے سطح باہر کے سطح سے منفصل اور اندر کا بعد باہر کے بعد کے ساتھ متصل بیچمین نہ کوئی چیز
حائل ہی نہ کچھ فاصلہ ہی اس صورت مین سطح اور خط کو اگر موجود کہیے تو پھر بیچمین ہوکر حائل اور فاصل ہو خلل انداز اتصال کیونکر
نہونگی ہان اگر یون کہیے کہ سطح اور خط انتہائی بعد اور سطح مین اور انتہاء اسکا نام ہی کہ کوئی چیز آگے نہین تو پھر یہ معنی ہونگے
کہ سطح اور خط امور عدمیہ مین سے ہین کیونکہ آگے نہونا بھی اگر عدمی نہوگا تو پھر عدمی کون ہوگا مگر ظاہر ہی کہ عدم قابل ادراک نہین تو
علم نہین علم وادراک کے لیے وجود چاہیئے ورنہ علم کس پر واقع ہوگا اور ادراک کس سے متعلق ہوگا اسلیئے یہ بھی ضرور ہوا کہ ان عدمیات اور
معدومات اصلیہ کے لئے کوئی وجود خارجی تجویز کیا جاے جو اشکال مذکورہ کے حق مین ایسا ہو جیسا زمین کے حق مین ظلمانی
الاصل ہی نور خارجی جو آفتاب وقمر کی طرف سے عارض ہوتا ہی تاکہ یہ علم اور ادراک دوائر ومثلثات جو منجملہ بدیہیات ہی صحیح ہو غرض
جیسے زمین کا منور ہونا بدیہی مگر نور بالائی ہی ایسے ہی مثلث ودائرہ وغیرہ کا موجود ہونا درست مگر وجود بالائی ہی اصل مین یہ
اشکال اقسام موجودات مین سے نہین رہی یہ بات کہ وہ کون چیز ہی جسکا وجود اشکال مذکورہ پر عارض ہوتا ہی اُسکے بیان کی کچھ
حاجت نہین اشکال مذکورہ کو اگر اُنکے داخل کے ساتھ قایم سمجھین تب تو مفیض وجود اشکال سطح داخل ہوگی اور خارج کے ساتھ
قائم خیال کیجئے تو منشأ وجود سطح خارج ہوگی گو وہ بھی اپنے وجود مین بعد کی محتاج ہو اور بعد اپنے وجود مین مثلاً خدا کا محتاج ہو اور
اسوجہ سے مفیض اصلی خداوند عالم ہو سو یہ ایسا قصہ ہی جیسے فرض کیجے نور آئینہ فیض قمر ہو اور نور قمر فیض آفتاب اسلیے نور
اصل مین آفتاب ہی کا ہو غرض اس سے بہ نسبت خط سطح کے مفیض وجود ہونیمین تامل نہین ہوسکا اور کیونکر ہو بدیہیات مین بھی
تامل ہو تو اطمینان کاہے مین ہوگا مگر یہ ہی تو انتزاعی ہونیمین کیا تامل رہگیا انتزاعیات اُنہین امور کو کہتے ہین جو معدوم ہوکر کسیکے
یعنی منشأ انتزاع کے طفیل مین موجود ہوجائین اور اسوجہ سے مدرک ہونے لگین اور وجہ اس تسمیہ کی خود اس سے ظاہر ہے کہ
دو موجودون کے بیچ مین سے عقل نکال لیتی ہی یعنی بوجہ معدومیت اصلیہ ظاہر ان امور کا پتا نہین ہوتا کیونکہ دونون طرفین

قوی تو داخل وجود انسانی ہین اور طعام و لباس و مکان و سواری وغیرہ اشیاء زمین سے لیکر آسمان تک سب کے سب خارج مگر اسمین کلام نہین کہ اعضا و قوی داخلی ہون یا اسباب و سامان خارجی ہیتمامہا سرمایۂ راحت ہین اور ظاہر ہی کہ اسیکو نعمت کہتے ہین مگر جیسے اسمین کلام نہین ایسے ہی اسمین بھی کلام نہین کہ داخلی نعمتین خارجی نعمتون سے درجہ مین مقدم اور رتبہ مین اول اور کیون نہون خارجی نعمتونکا نعمت ہونا داخلی نعمتونکے ہونے پر موقوف ہے کون نہین جانتا کہ زبان نہو تو کھانیکا کیا مزہ اور کان نہو تو آواز مین کیا لذت صحت و عافیت نہو تو اسباب عیش موجب آزار ہین اور اطمینان خاطر نہو تو سامان نشاط سب بیکار اور خارجی نعمتین نہون تو یون نہین کہہ سکتے کہ داخلی نعمتین بیکار ہین اسلئے اگر نہون تو بلا سے ہان جیسے بیماری مین زوال صحت اور بھوک مین مثلاً تحلل اجزاء اصلیہ ہوتا ہی مگر بوجہ قلت فہم اسوقت کی تکلیف حس مین بوجہ عدم سامان خورونوش یا عدم دوا وغیرہ نعماء خارجی معلوم ہوتی ہی ایسے ہی بسا اوقات کم فہمونکو اسکے مخالف نظر آتا ہی باانیہمہ اگر درصورت سلب نعماء داخلی تمام خارجی نعمتونکی بیکاری لازم ہی اور درصورت سلب اموال و اسباب خارجہ منافع داخلیہ یکلخت بیکار نہین ہوجاتی اور ایسی صورت پیش نہین آتی کہ زمین سے لیکر آسمان تک تمام عالم معدوم ہوجاے اور ایک صاحب منافع داخلی ہی باقی رہجاے اور اس سبب سے اسکے تمام منافع داخلی بھی بیکار ہوجائین تو زوال منافع داخلیہ بہ نسبت زوال منافع خارجیہ زیادہ تر موجب تکلیف ہوگا اور اسوجہ سے اُسکو رتبہ مین اول سمجھا جائیگا باانیہمہ اگر تمام نعماء خارجی کو ایکطرف رکھین اور تمام نعماء داخلی کو ایک طرف تو بالبداہتہ یہ کہہ سکتے ہین کہ ادنی درجہ کی نعمت داخلی کے مقابلہ مین تمام سامان خارجی ہیچ نظر آئے چہ جائیکہ کل کا کل سے مقابلہ کیا جائے علاوہ برین داخلی نعمتین تو نہ مول ہاتھ آئین نہ مستعار نہ کسی تاجر کی دکان پر ملین نہ کسی کاریگر سے بن سکین اور خارجی نعمتونکے حصول کے بسہولت سامان موجود یہ انکا نایاب ہونا اور انکا دستیاب ہونا بھی انکی عظمت اور انکی حقارت پر شاہد ہی اور اسے بھی جانے دیجیے اعضاء او قوی تو سامان کمال و جمال انسانی ہین اور خارجی نعمتون مین یہ بات کہان یہی وجہ ہی کہ کمی بیشی اسباب دنیا اہل عقل کے نزدیک موجب کمی بیشی قدر و منزلت نہین سمجھی جاتی اور یہ بھی پسند خاطر نہ آئے تو اور سنئے قوت باصرہ قوت سامعہ وغیرہ قوی اور صحت و مرض وغیرہ احوال کو خارجی نعمتونکے ساتھ وہی نسبت ہی جو نور آفتاب کو زمین وغیرہ کے ساتھ ہی یعنی جیسے نور آفتاب مبدأ فعل ہی اور زمین مفعول بہ اور قابل۔ ایسے ہی یہان بھی خیال فرمالیجیے اس صورت مین جیسے شکل زمین وغیرہ باطن نور مین منطبع ہوجاتی ہی اور وہی شکل منطبع مفعول مطلق نور یعنی منور ہوتا ہی نہ زمین وغیرہ کیونکہ وہ تو مفعول بہ نور یعنی منور بہ ہی جسکا حاصل بعد لحاظ اس امر کے کہ مفعول بہ مین بار استعانت ہی یہ ہوگا کہ وہ آلۂ مفعولیت ہی ایسے ہی یہ بھی ضرور ہی کہ باطن قوی و احوال مذکورہ مین اشکال نعماء خارجی منطبع ہون اور وہی مفعول مطلق یعنی مذوق و مسموع و مشموم و ملموس ہون اور نعماء خارجیہ مفعول بہ یعنی مذوق بہ وغیرہ ہون مگر یہ ہی تو جیسے حقوق فاعلیت مثل مدح و ثنا و ثواب و عذاب و انعام و سزا فاعل ہی کی طرف راجع ہوتے ہین قلم و شمشیر وغیرہ آلات فاعلیت سے انکو تعلق نہین ہوتا ایسے ہی حقوق مفعولیت مثل حسن و قبح و جمال و مذمت و لذت و نفرت وغیرہ بھی مفعول ہی کیطرف راجع ہونگے آلات مفعولیت یعنی مفعول بہ سے انکو تعلق نہوگا مگر چونکہ مفعول مطلق یعنی وہ صور جو باطن قوی مذکورہ مین مثلاً منطبع ہوتی ہین اول قوی ہی کے ساتھ قائم ہین اور ان قوی ہی کے حق مین منجملہ استرہیات

ہون تو سطح اور دھوپ بھی اُس جسم سے متصل نہین ہوسکتی مگر اگر یہ نسبت نہو بلکہ دونون وجود مین مستقل ہون تو پھر جیسے ایک جسم کا اتصال بوجہ استقلال دوسرے جسم کے اتصال پر موقوف نہین ایسے ہی اگر تکوین سے لیکر وجود تک باہم یہ نسبت نہو بلکہ ہر ایک کو دوسرے سے استغنا اور استقلال ہو تو ایک کا تعلق بھی بالبداہتہ دوسرے کے تعلق کے لئے شرط نہین ہوسکتا القصہ تکوین کا تعلق قدرت کے تعلق پر موقوف اور قدرت کا تعلق ارادہ کے تعلق پر موقوف ہے اور اس نشان سے یہ سمجھ مین آتا ہے کہ ایک کا تحقق یعنی وجود بھی دوسرے کے تحقق پر موقوف ہے اور اسلئے مرتبہ تکوین سے لیکر اوپر تک جو کچھ ہے وہ سب اوپر ہی کا پرتوہ ہے اور یہ چار قسمین علی الترتیب ہر مرتبہ مین موجود ہین اور چونکہ وہ مراتب باہم مقدم اور موخر ہین چنانچہ اوپر مرقوم ہوچکا ہے تو ان چار قسمونکی ترتیب کے لحاظ کے بعد چالیس انقلاب اور تحویلین حاصل ہوجاینگی کیونکہ مراتب مذکورہ دس تھے اور اقسام مذکورہ چار اور ظاہر ہے کہ دس کو چار مین ضرب کیجے تو چالیس ہوتے ہین غرض بلحاظ تقدم و تاخر مراتب معروضہ اقسام کے تقدم و تاخر سے چالیس قسمین مقدم اور موخر حاصل ہونگی اور چونکہ مرتبہ اعلی یعنی وجود مرتبہ تجلی سے موخر ہے تو محبوبیت سے حکومت تک چالیس تحویلین ہونگی کیونکہ حکومت کے لئے ان چار اقسام متبرتبہ پر اختیار کا حاصل ہونا ضرور ہے جبتک اختیار مذکور حاصل نہولے ترکیب حکومت کا ثبوت ممکن نہین مگر جب یہ نسبت محبوبیت حکومت چالیس تحویل اور قلب کے بعد ہے تو بحکم تقابل جو عکس کے لئے ضرور ہے محل انعکاس مرتبہ حکومت بہ نسبت محل انطباع محبوبیت چالیس برس کے بعد ہونا ضرور ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ تقدم و تاخر مرتبہ مذکورہ کے مقابل اسطرف تقدم و تاخر زمانی ہے کیونکہ وہان جیسے ہر مرتبہ مین ایک انقلاب ہیئت ہوتا ہے جسکے باعث ہر مرتبہ کا نام جدا ہوگیا ہے ایسے ہی ہر ساعت زمانہ مین انقلاب رہتا ہے مگر بعض انقلابات مین تو تجدد امثال ہوتا ہے جیسے حرکت مین کسی قسم کی کیون نہو متحرک سے ہر دم ایک چیز جاتی ہے اور اسکی مثل ایک نئی چیز آتی ہے چنانچہ حرکت مکانی مین ہر دم نئے مکان کا آنا تفہیم کے لئے ایک نمونہ کافی ہے اور بعض انقلابات مین تجدد اضداد ہوتا ہے جیسے پانی مین سردی کے بعد گرمی آجائے یا گرمی کے بعد سردی آجائے زمین مین اندھیرے کے بعد چاندنا ہوجائے اور چاندنی کے بعد اندھیرا ہوجائے سو انقلاب نفع و ضرر کے مناسب تجدد اضداد ہے تجدد امثال نہین اور چونکہ نفع و ضرر سے تجدد اضداد ہوتا ہے تو خود منتفع اور متضرر کی ذات مین ہوتا ہے تو اسکے مناسب تجدد اضداد مین سے بھی وہی تجدد اضداد ہوگا جو ذات بنی آدم مین موجب تجدد اضداد ہوا ہو سوا ایسا تجدد نہ انقلاب لیل و نہار مین ہے اور نہ انقلاب شہور مین یعنی مہینوں کے آنے جانے مین کیونکہ یہ انقلاب اگرچہ از قسم تجدد اضداد ہین مگر مورد تجدد مذکور ذات بنی آدم نہین انقلاب لیل و نہار مین تو مورد تجدد سطوح اجسام ہوتی ہین کیونکہ محل ورود نور و ظلمت جو اس انقلاب مین متوارد رہتے ہین یہی دو چیزین ہین اور مورد تجدد انقلاب ثانی مین اصل مین چاند ہوتا ہے اسپر ہیأت مختلفہ عارض ہوتی رہتی ہین اور وہی مواقع مختلفہ مین ہمکو نظر آتا ہے چنانچہ ظاہر ہے البتہ انقلاب ثالث مین باعتبار کیفیت مزاجیہ حیوانات ایک تغیر عظیم پیدا ہوجاتا ہے اور اسیوجہ سے یہ انقلاب اکثر موجب حدوث امراض اور باعث تبدل رغبات ہوجاتا ہے جاڑونمین اور ہی چیزونکی طرف رغبت ہوتی ہے اور اور ہی چیزونکی ضرورت اور گرمیونمین اور ہی چیزونکی رغبت ہوتی ہے اور اور ہی چیزونکی ضرورت اسلیے یہی انقلاب اُس انقلاب کے مناسب اور مقابل ہے جو باعتبار نفع و ضرر پیدا ہوجاتا ہے الحاصل یہ ضرور ہے کہ محل انعکاس مرتبہ حکومت بہ نسبت مرتبہ انعکاس مرتبہ محبوبیت چالیس برس بعد وجود اور ظہور مین آیا ہو اور محل انعکاس مرتبہ محبوبیت سے مین اول موجود ہوا ہو اور اہل عقل اسی سے چالیس منزل کے فاصلہ کی وجہ بھی نکال سکتے ہین آخر اتنی بات تو ظاہر ہے کہ سفر اگر موجب

باہم چسپان نظر آتی ہین مگر عقل باریک بین وہمین سے سراغ لگا کر امور مذکورہ کو باہر کھینچ لیتی ہی بالجملہ اشکال مشار الیہا منجملہ انتزاعیات
ہین جسوقت اُنکو مفعول مطلق قوی مذکورہ قرار دیا تو سمجھ جانا چاہا اُن اشکال کو اُن قوی ہی کے ساتھ قایم رکھنا پڑیگا چنانچہ پہلے واضح
ہوچکا ہی اور اسلئے اُن اشکال کا وجود اُن قوی ہی کا ظل و پرتوہ ہوگا اور اسلئے اشکال مذکورہ کی تاثیر اور کارپردازی بالبداہتہ جو
انہیں وجوہات ہی در پردہ تاثیر و کارپردازی قوی ہوگی جس سے یہ ثابت ہوجائیگا کہ نعماء خارجیہ فقط بظاہر نعمت ہین ورنہ در حقیقت
انکا کام بھی نعماء داخلی ہی کے ساتھ متعلق ہی اور اسلیے وہ اول درجہ مین ہین اور اول نمبر کی نعمت ہین اور نعماء خارجیہ دوم درجہ مین
ہین اور دوم درجہ کی نعمت ہین مگر یہ ہوگا تو اول کا عدم بھی اول درجہ کا ضرر اور نقصان ہوگا اور دوم کا عدم بھی دوم درجہ کا ضرر اور نقصان
مگر چونکہ ضرر اور نقصان اُس عدم کو کہتے ہین جو کسی وجود کی طرف مضاف ہو جیسے عدم البصر مثلاً اسلئے اول وجود مضاف الیہ کا لحاظ کیا
جائیگا اور اسلیے وہ بہ نسبت عدم مذکور مرتبہ مین اول ہوگا اور نفع کو ضرر پر تقدم ہوگا اور کیون نہو اگر نفس انسانی مین پہلے سے بصر اور اسکا نفع
تجویز نہو لیتا تو پھر آنکھ نہونے اور مثل سنگ کے ہونے مین کیا فرق تھا غرض وجود اس لحاظ سے اول ہی اُسکے بعد ضرر ہی بالخصوص حسب عرف
و اصطلاح عام کیونکہ عرف مین نقصان اور ضرر زوال نعمت یعنی عدم لاحق نعمت کا نام ہی مگر جیسے بحث اطاعت مین وجود کو عدم پر
سبقت ایسے ہی باعتبار تاثیر مذکور اندیشہ زوال نعمت داخلی امید نعمت خارجی پر مقدم ہی یعنی جسقدر اندیشہ و خوف زوال مذکور
موجب اطاعت و انقیاد ہی اُسقدر امید نعماء خارجی باعث اطاعت و انقیاد نہین ہوتی اسلیے باعتبار تاثیر اطاعت و انقیاد عدم نعمت
اولی کو وجود نعمت ثانیہ پر تفوق ہوگا جسکا حاصل یہ ہوگا کہ مضرت نعماء داخلیہ منفعت نعماء خارجیہ سے بحث انقیاد مین مقدم ہی اور
اسلیے بعد یاد کرنے اس بات کے کہ کسی نعمت کا وجود اُسکے عدم پر مقدم ہی یہ اقرار کرنا پڑیگا کہ اول منافع داخلیہ دوم مضار داخلیہ سوم
منافع خارجیہ چہارم مضار خارجیہ بالجملہ جیسے منافع داخلی منافع خارجی سے مقدم تھے ایسے ہی مضار داخلی مضار خارجی سے مقدم ہین اور
چونکہ منافع کا مضار سے مقدم ہونا اور انہین سے بھی منافع داخلی کا منافع خارجی سے مقدم ہونا پہلے ثابت ہوچکا ہی تو بلحاظ تقدم و
تاخر یہ ترتیب واجب التسلیم ٹھہری کہ اول منافع داخلی پھر منافع خارجی پھر مضار داخلی پھر مضار خارجی مگر جب بلحاظ منتفع اور متضرر کے
یہ تقسیم اور ترتیب ہی تو باعتبار نافع اور ضار کے بھی یہ تقسیم اور ترتیب واجب اللحاظ رہیگی اور اسلئے اول مرتبہ تکوین مین یہ چار قسمین
نکلین گی اور پھر مرتبہ قدرت مین اور پھر مرتبہ ارادہ مین اسیطرح اوپر تک چلے چلو کیونکہ جب وجود تکوین قدرت پر موقوف ہوا اور
وجود قدرت ارادہ پر موقوف ہوا علی ہذا القیاس اوپر تک یہی توقف نکلا تو جو کچھ نیچے کے مدارج مین ہوگا وہ لاجرم اوپر ہی کا ظہور
ہوگا اور اسلئے ہر مرتبہ مین مراتب مفروضہ مین سے یہ چار قسمین علی الترتیب پیدا ہونگی باقی یہ شبہ اگر ہو کہ یہان ایک کا تعلق دوسرے
کے تعلق پر موقوف ہی تحقق کا توقف تحقق پر کہان سے نکل آیا تو اسکی تفصیل یہ ہی کہ ایک کے تعلق کا دوسرے کے تعلق پر موقوف ہونا تو
اسیکا ثمرہ ہی کہ ایک کا تحقق دوسرے کے تحقق پر موقوف ہی کیونکہ تحقق کے توقف کی یہ صورت ہے کہ باہم یہ نسبت ہو جو جسم اور سطح مین
اور شعاعون اور دھوپ مین ہی یعنی جیسے یہان ایک دوسرے کی انتہا کا نام ہی ایسے ہی جہان کہین تحقق کا توقف ہو ہونا چاہیے اور
ظاہر ہی کہ اس صورت مین دوسرے کا تعلق کسی چیز کے ساتھ اول کے تعلق پر موقوف ہوگا اگر جسم اور شعاعین کسی جسم سے متصل

اہل خدمات اور رتق وفتق مہمات سو یہ بات بدون تبدیل وتغییر ممکن الوقوع نہین اسلیئے بیت المقدس مظہر خاصیت تغیر وتبدیل
ہوگا اور اس لیئے اگر وہان آبادی کی جا ویرانی اور ویرانی کی جا آبادی ہوتی رہے تو دور از عقل نہین کیونکہ جس چیز مین خاصیت تغییر و
تبدیل ہوتی ہی مثلاً آتش وہ جہان خود ہوتی ہی وہان زیادہ تغییر وتبدیل کا احتمال ہوتا ہی اور تاثیر محبوبیت یہ ہی کہ ہجوم خلائق اور ہنگامہ
اجتماع ہو اگر ویرانہ مین بیٹھ جایئے تو ہر عام وخاص پروانہ وار وہین جان قربان کرنیکو تیار ہو جائین یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ خانہ کعبہ
کے گرد اگرد ایسا ملک تھا جہان سامان عیش وعشرت کو چراغ لیکر ڈھونڈھیئے تو پتا نہ ملے تا کہ اس ہجوم خلائق سے جو ہر سال بہ موسم
حج مین منعقد ہوتا ہی کہ عالم مین کسی میلہ اور ہنگامہ مین اتنا نہوگا ہر کوئی یہ سمجھ جاوے کہ واقعی یہان کوئی ایسا دلبر جلوہ گر ہے جسکے
جمال عالم فریب کا ایک عالم دیوانہ ہی بالجملہ ہفت اقلیم کے آدمیونکی آمد جسمین خانہ کعبہ تمام عالم کے مقامات متبرکہ اور مشاہد مقدسہ اور زیارتگاہ
مکہ معظمہ سے بالبداہت بالاتفاق ممتاز ہی اور پھر اُسپر اُس ملک کی یہ خشکی اور کمی پیداوار بشرط عقل کنہ رس اس بات پر شاہد ہی کہ ہو نہو
یہان جلوہ محبوب حقیقی ہی اور اسلیئے احرام کی حالت کی یہ کیفیت کہ نہ عمامہ نہ ٹوپی نہ موزہ نہ جراب نہ سیا ہوا کپڑا نہ خوشبو نہ مرد کو عورت سے
مطلب نہ عورت کو مرد سے سروکار پھر ذکر لبیک کی نعرہ زنی اور پروانہ وار طواف کعبہ وصفا ومروہ اور میدان عرفات ومزدلفہ کی تضرع
وزاری اور منی کی قربانی وجان نثاری اور جمرات ثلثہ کی سنگساری جس سے ناصح نادان کیطرف سنگباری یاد آتی ہی اور سوا اسکے
وہ ارکان جو منجملہ خواص عاشقان جان نثار ہوتے ہین اول سے آخر تک چسپان نظر آتے ہین علاوہ برین حکومت خداوندی بدلالت
تقریرات گذشتہ منجملہ آثار محبوبیت ہے کیونکہ مرتبہ وجود جو صادر اول اور مصداق اسم مالک اور حاکم ہی اُس تجلی اول سے صادر ہوا ہی
جو بوجہ اجتماع جملہ محاسن مصداق اسم جمیل ہی اسلیئے مرتبہ حکومت مین جو کچھ ہوگا وہ مرتبہ محبوبیت کا پرتوہ ہوگا اور باہم ایسا فرق
ہوگا جیسا آفتاب اور زمین مین نظر آتا ہی یعنی آفتاب کے تو رگ وریشہ مین نور رچا ہوا ہوتا ہی اور زمین کے اوپر اوپر اور گرداگرد اور اسلیئے زمین
مین کبھی نور آجاتا ہی کبھی چلا جاتا ہی اور آفتاب مین برابر یکسان رہتا ہی مگر یہ ہی تو پھر برکات کا خانہ کعبہ سے جدا ہونا ممکن نہین اور
بیت المقدس سے منفصل ہوجائین تو عجب نہین اور شاید یہی وجہ معلوم ہوتی ہی جو بہ نسبت خانہ کعبہ لفظ مبارکا قرآن مین آیا اور
بہ نسبت بیت المقدس بارکنا حولہ قرآن مین فرمایا تا کہ معلوم ہوجاے کہ جیسے لفظ مبارک مین ہیئت صیغہ جو موصوف بالبرکت پر دلالت
کرتی ہی اور مادہ مصدری جو وصف برکت پر دلالت کرتا ہی باہم ایسے مخلوط ہین کہ جدا کرو تو جدا نہین ہوسکتے ایسے ہی خانہ کعبہ سے
اُسکی برکات منفصل نہین ہوسکتی اور جیسے لفظ بارکنا حولہ مین بدلالت لفظ حول اور نیز بایں وجہ کہ دال علی البرکت یعنی لفظ بارکنا اور دال
علی الموصوف بالبرکت یعنی ہا ی حولہ مین فاصلہ ہی موصوف بالبرکت اور وصف برکت مین انفصال ہی ایسے ہی بیت المقدس کی برکات
اُس سے اتصال ذاتی نہین رکھتی جو جدا ہی نہو سکین مگر جب خانہ کعبہ کی برکات ممکن الانفصال نہین اور بیت المقدس کی برکات
ممکن الانفصال ہین تو بیت المقدس کا بیدینونکے ہاتھونسے مسمار ہوجانا اور خانہ کعبہ کا مسمار نہوسکنا دور از عقل نہین مگر چونکہ
یہ ارتباط برکات اُس عکس مرتبہ محبوبیت کا نتیجہ ہی جسکے اثبات سے ہم بوجہ اکمل فراغت پا چکے ہین تو اگر وہ تجلی محبوبانہ جسکی تاثیر محبت
ہی مبدل بہ تجلی غضبانہ ہوجاے تو پھر بجاے محبت خوف اور بجاے اجتماع وہجوم تفرق اور افتراق لازم ہی چنانچہ ظاہر ہے

کلفت ہے تو سکون باعث راحت ہے اور کلفت و راحت کا حدوث بیشک باطن مسافر مین موجب تغیر ہوتا ہی پھر جب چالیس دن تک
ہر روز دن کو سفر اور رات کو سکون ہوا تو اس تجدد اضداد کو تجدد اضداد مذکورسے وہی تناسب ہوگا جو تجدد اضداد سالانہ کو تجدد اضداد مذکور سے
تھا لیکن جیسے درایت عقلی سے اسقدر تقدم و تاخر زمانی کا پتا لگا تھا روایت نقلی بھی اسکے مطابق ملی اہل اسلام اس مضمون کو بواسطہ
پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم یون روایت کرتے ہین کہ بیت المقدس کی تعمیر اول جو فرشتون کے ہاتھون ظہور مین آئی تھی بہ نسبت تعمیر
اول خانہ کعبہ جو وہ بھی فرشتون ہی کی تعمیر تھی چالیس برس بعد ہی اب جب یہ لحاظ کیا جاتا ہی کہ اگر ادھر دو مرتبہ موصوف بالمعبودیت
تھی ایک مرتبہ محبوبیت دوسرا مرتبہ حکومت اور ادھر بھی حسب اعتقاد اہل اسلام یہ دو معبد ہین ایک بیت المقدس دوسرا بیت اللہ
یعنی خانہ کعبہ اور پھر یہ خیال کیا جائے کہ بیت المقدس فقط جہت سجود وغیرہ آداب تعظیم رہا ہی اور خانہ کعبہ علاوہ تعلق رکوع و سجود وغیرہ آداب
تعظیم قدیم سے محل ادای ارکان حج بھی رہا ہی علاوہ برین خانہ کعبہ باعتبار تعمیر سب مین اول ہی اور بیت المقدس اُس سے چالیس برس بعد
تو یہ یقین ہوجاتا ہی کہ بیت المقدس محل انطباع مرتبہ حکومت ہی اور خانہ کعبہ محل انطباع مرتبہ محبوبیت ہی جو تمام ارکان حج اُس سے متعلق ہین
جنکی صورت حال اور کیفیت ثواب سے یہ ٹپکتا ہی کہ وہ انداز ہای عاشقانہ ہین اور چونکہ محبوبیت مقتضی رضاجوئی اور رضاجوئی عمدہ مقاصد حکومت
مین سے ہی تو آداب و نیاز تعظیم بھی بدرجہ اولی اُس سے مربوط رہینگے غرض اس لحاظ سے کہ خانہ کعبہ مین آثار محبوبیت نظر آتے ہین۔ اور
بیت المقدس مین فقط آثار حکومت اور حکومت محبوبیت سے چالیس مرتبہ متاخر ہی اور اسوجہ سے محل انعکاس حکومت کا بہ نسبت محل انعکاس محبوبیت
چالیس برس بعد ہونا چاہیے بطور عقل بھی روایت مذکورہ کا یقین ہوجاتا ہی گو بایں نظر کہ اہتمام روایات دینی مین اہل اسلام نے کوئی
دقیقہ نہین چھوڑا اور اس امر مین وہ اور اہل مذاہب سے ایسے ممتاز ہین جیسے چاندی سونے کے پرکھنے مین جوہری اور صراف اور ون سے
ممتاز ہوتے ہین اور پھر اُنکے نبی کی نبوت بدلائل مسطورہ ایسی روشن ہی جیسے آفتاب نیمروز روشن ہوتا ہی بحکم انصاف یون بھی وہ روایت
واجب التسلیم تھی بہرحال خانہ کعبہ خانہ محبوبیت ہی اور بیت المقدس خانہ حکومت اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ بیت المقدس چندبار مخالفون
اور بد دینون کے ہاتھون سے خراب اور برباد ہوا اور خانہ کعبہ برباوجود کثرت و شوکت مخالفین آجتک اسکی نوبت نہ آئی کہ اسکا ایک پتھر بھی مسمار
کرنیکی نیت سے اکھاڑا جاے اگر کبھی کسی نے یہ ارادہ بد کیا بھی تو سعادہ اسکی سزا کو پہنچا چنانچہ اصحاب فیل کا قصہ مشہور و معروف ہے شرح
اس معمّے کی یہ ہی کہ جب بیت المقدس تجلی گاہ مرتبہ حکومت ٹھہرا اور خانہ کعبہ تجلی گاہ مرتبہ محبوبیت تو بیت المقدس کو تو بمنزلہ کچہری حکام
یا دیوان عام خیال فرمایئے اور خانہ کعبہ کو بمنزلہ محلسرای بادشاہی یا دیوان خاص بلکہ بمنزلہ جلوہ گاہ و محفل محبوب انام اور ظاہر ہی کہ
کچہری کا مکان فقط دادرسی مظلومان اور سزادہی ظالمین کیواسطے ہوتا ہی سو یہ جب ہی تک متصور ہی جبتک عمائد رعیت برسر اطاعت
ہون اور اگر عمائد رعیت خود سرکش ہوجائین تو پھر وہ مکان کسی کام کا نہین اور اُس زمانہ مین اگر وہ ویران اور مسمار ہوجائے تو بلا سے اور
محلسرا اور دیوان خاص چونکہ شب و روز کے رہنے کے لئے ہوتا ہی اُسکی نگہبانی ہمیشہ کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہی اسلیئے خانہ کعبہ کو
کوئی شخص مسمار نکرسکا اور بیت المقدس بوجہ سرکشی بنی اسرائیل جو اُس زمانہ مین بمنزلہ عمائد رعیت تھے بیکار ہوگیا اور اسوجہ سے اُسکی
نگہبانی بے سود نظر آئی یہانتک کہ کفار کے ہاتھون سے ویران اور مسمار ہونیکی نوبت آئی علاوہ برین کار حکام کیا ہی عزل و نصب

بد افعالی اور بے اعتدالی مبغوض سو وہ غصہ حقیقت مین اقربا اور احباب پر نہین ہوتا اعدا ہی پر ہوتا ہی بالجملہ وصف غضب
کو بایںوجہ کہ وہ منجملہ آثار عداوت اور بغض ہی صفت محبوبیت کے ساتھ تضاد ہی اور جب تضاد ہوگا تو پھر باعتبار ظہور اجتماع ممکن نہین
بلکہ وقت ظہور غضب تہ محبوبیت کا استتار ایسی طرح لازم ہی جیسے ایک جسم کی آڑ مین دوسرا جسم مستور ہو جاتا ہی اور ایک رنگ کے پردہ مین
دوسرا رنگ چھپ جاتا ہی سو جیسے کسی جسم کے اور آئینہ کے بیچ مین کوئی دوسرا جسم حائل ہو جاتا ہی تو بجائے جسم اول جسم ثانی آئینہ مین منعکس
ہو جاتا ہی اور جسم اول کا عکس مفقود ہو جاتا ہی ایسے ہی اگر تجلی محبوبیت اور آئینہ بعد مجرد یعنی خانہ کعبہ کے بیچ مین تجلی غضب و جلال حائل ہو جاوے
تو تجلی اول کے عکس کے بدلے تجلی ثانی کا انعکاس لازم ہی اور در صورت حیلولت یہ ہو کہ خدا کا جامع الکمالات ہونا تو مسلم اسلیے یہ ضرور
ہے کہ اگر وہ محبوب عالم ہی گو گنہگارونکے حق مین غضبناک بھی ہو مگر اوس کمالات کو دیکھا تو باعتبار ظہور آثار محبوبیت انکو تضاد نہین بلکہ
ایک طرح کا لزوم ہی چنانچہ حکومت کا منجملہ لوازم محبوبیت ہونا بذریعہ ضرورت رضاجوئی پہلے ثابت ہو چکا اور سوا اسکے اور صفات کو چندان
محبوبیت سے بعد نہین اگر تھا تو حکومت ہی کو یہ بعد تھا کیونکہ بوجہ قہر جو حکومت کو لازم ہی مبغوضیت کا احتمال ظاہر و باہر ہی اور سوا اسکے اور
صفات مین کوئی وجہ تضاد نہین جو بعد ہو بلکہ سمع و بصر وجود و حلم و حیا کا تناسب تو ظاہر ہی علی ہذا القیاس اور صفات کو سمجھ لیجیے مگر
ہان صفت غضب کا باعتبار ظہور آثار متضاد ہونا بھی ظاہر ہو چکا گو باعتبار اصل غضب جسکو بالقوہ کہیے صفت غضب بھی منجملہ مبادی اور
متممات جمال او سامان محبوبیت ہی کیونکہ جمال کے لئے مرتبہ تجلی مین تمام کمالات مکنونہ کا ظہور ضرور ہی اور جب غضب باعتبار ظہور آثار ضد و
مخالف محبوبیت ہی تو پھر جیسے اجزاء آب وقت حرکت تہ و بالا ہو جاتے ہین خصوصاً آب حوض و تالاب اور وہ بھی فوق و تحت کی حرکت کے وقت
ایسے ہی صفات بنی آدم وغیرہم کو ہم دیکھتے ہین کہ باعتبار ظہور آثار تہ و بالا ہوتے رہتے ہین چنانچہ ظاہر ہی کہ وقت غضب محبت اور رحمت کا
پتا نہین لگتا اور وقت رحمت و محبت غضب اور عداوت کا نشان نہین ملتا اسلئے یہ ضرور ہی کہ وقت ظہور آثار غضب محبوبیت مستور ہو جاوے
اور اس استتار کے باعث بجائے عکس محبوبیت عکس غضب و جلال جلوہ گر ہو کیونکہ مبدا جملہ صفات وہی تجلی اول ہی چنانچہ پہلے عرض کر چکا
ہون بالخصوص صفت غضب جو حسب تحریر بالا ضد محبوبیت ہی کیونکہ اوصاف متضادہ محل واحد پر متوارد ہوا کرتے ہین اسلئے مبدا ظہور اور
محل ظہور صفت غضب بھی وہ تجلی اول ہی ہوگی الغرض وقت ظہور آثار صفات متضادۃ الآثار کا تہ و بالا ہونا لازم ہی اور بوجہ تقابل مذکور
اسی خانہ کعبہ مین ان سبکا انعکاس ضرور ہی مگر جیسے انعکاس محبوبیت کو بوجہ تضمن محبت جسکی طرف ابھی اشارہ گذرا ساختگی اور پرداختگی
عالم ضرور تھی ایسے ہی انعکاس غضب کو ویرانی اور بربادی زمین و آسمان اور انسان و جن و حیوان لازم ہی اس صورت مین سب مین
بوجہ اتصال و قرب خانہ کعبہ کے ویرانی چاہیے اسکے بعد اور عالم کی بربادی بقدر قرب علی الترتیب مناسب ہی چنانچہ مشابہت حال
آتش سے جو مظہر غضب ذو الجلال ہی یہ بات عیان ہی کہ اشیاء قریبہ او متصلہ اول طعمہ آتش ہوتی ہین پھر جون جون آتش بڑھتی
جاتی ہی وون وون اور اشیاء زیر تصرف آتش آتی جاتی ہین بالجملہ جسوقت ظہور تجلی صفت غضب ہو اوسوقت اس عالم کی خیر
نہین اسلئے جیسے یہ خانہ پاک جسکو خانہ خدا کہیے یعنی خانہ کعبہ وقت ظہور آثار محبوبیت و رحمت مظہر اول تھا ایسے ہی وقت ظہور آثار
غضب و جلال بھی یہی مظہر اول ہوگا اور اسلئے خانہ کعبہ کی ویرانی کو قیامت یعنی عالم کی ویرانی کی ابتدا سمجھیے او کیون نہو

باقی بجائے محبوبیت البتہ محبوبیت تجلی غضب کا ہونا اول تو یون مستبعد نہین کہ غضب اورونکے افعال ناشائستہ کا ثمرہ ہوتا ہی اور اسلئے
بدون ظہور نافرمانی اُسکے ظہور کی کوئی صورت نہین اور محبوبیت کسی غیر کے کسی فعل کا نتیجہ نہین ہوتا بلکہ ایک صفت اصلی اور ذاتی
ہوتی ہی تسلی حکومت و غضب اورونکے افعال سے سروکار نہین ہوتا اسلئے یہ یقین کامل چاہیے کہ محبوبیت اول ہی اور غضب اُسکے بعد دوسرے
صفات انسانی نمونۂ صفات ربانی ہین جیسے یہان نوبت بہ نوبت ظہور ہوتا ہی اور ایک کے ظہور کے وقت اُسکی صفات متضادہ کا اثر بھی محسوس
نہین ہوتا ایسے ہی جناب باری کی صفات کو خیال فرمائیے اور کیون نہو یہان جو کچھ ہے وہین کا پرتو ہی سو جو کیفیت یہان ہوگی وہ وہان
اول ہوگی سو جیسے یہان وقت محبت و عنایت غضب کا نام و نشان نہین ہوتا اور وقت غضب محبت کا پتہ نہین لگتا ایسے ہی وقت ظہور محبوبیت
جو محبت کی بھی اصل ہی غضب کا اثر نمایان نہوگا اور وقت ظہور غضب محبوبیت کا اثر عیان نہوگا کیونکہ محبوبیت اور غضب مین باہم
تضاد ہی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ محبت جو ضد عداوت ہے خود ایک سامان محبوبیت ہی یہی وجہ ہی کہ محبت اور اخلاق والونسے محبت و اخلاق
سے پیش آیا کرتے ہین اور یہ بھی ظاہر ہی کہ خدا کا جو وصف ہے علی الاطلاق ہی اور اسکا جو کمال ہی بدرجہ کمال ہی ورنہ کسی وجہ سے
اگر مقید اور کسی طرح سے اگر ناقص تصور کرین تو اس سے اوپر اور کسی مین اُس وصف کو علی الاطلاق اور کامل ماننا پڑیگا کیونکہ ہر مقید
کے لئے وجود مطلق ضرور ہی اور ہر ناقص کے لئے کامل کی ضرورت جسکے لحاظ سے اسکو کامل کہا ورنہ اور کوئی اگر کامل نہین تو یہ ناقص
بھی نہین کانے اور لنگڑے اور لنجے کا نقصان اگر معلوم ہوتا ہی تو دو آنکھون والون اور دو پاؤن والون اور دو ہاتھ والونکے کمال کے
مقابل مین معلوم ہوتا ہی ورنہ اُسکو نقصان کہنا غلط مگر جب خدا سے اوپر کسی کمال اور وصف مین کوئی کامل نکلا تو پھر اُسیکو خدا کہنا چاہیے
وجہ اسکی یہ ہی کہ خدا کو خدا اسلئے کہتے ہین کہ وہ بذات خود موجود ہوتا ہی کسی اور کے موجود کرنیکی حاجت نہین بلکہ وہی اورونکو موجود کرتا ہی
لیکن یہ بات بے اسکے متصور نہین کہ وجود اُسکے حق مین خانہ زاد اور وصف ذات اور لازم ذات ہو اور جب وجود خانہ زاد اور لازم ذات ہوگا
تو ہر کمال اور ہر صفت کمالی بدرجۂ کمال ہوگا کیونکہ سب کمالات وجود کے حق مین لازم ذات ہین یہی وجہ ہی کہ بے وجود صاحب کمال اورونکا
وجود ممکن نہین مگر جب وجود کے حق مین تمام کمالات لازم ذات ہوئے تو لاجرم ممکنات مین جنکا وجود مطلق نہین مقید ہی وہ کمالات بھی مقید
ہونا چاہئے سو اگر خدا مین بھی کمال محبوبیت مقید ہو علی الاطلاق اور بدرجہ کمال نہو تو یون کہو وہ خدا نہین ممکن ہی اور اسکے اوپر کوئی اور ہی
جسکو اصل مین خدا کہئے اسلئے اُسکی محبوبیت بھی بدرجہ کمال اور علی الاطلاق اور بوجہ اتم ہوگی اور بالضرور بوجہ محبت بھی وہ محبوب ہوگا اور
اسلئے صفت غضب کو جو منجملہ آثار عداوت ہے اُسکی محبوبیت کے ساتھ تضاد ہوگا اور یہ جو اقربا اور احباب کا غصہ اور اُنکا رنج اس قول
کے مخالف نظر آتا ہی تو وہ بوجہ قلت تدبر مخالف نظر آتا ہی احباب و اقارب کا رنج اور غصہ اگر ہوتا ہی تو بوجہ قرابت ہوتا ہی نہین کسی
نہ کسی بے اعتدالی کا نتیجہ ہوتا ہی اور ظاہر ہی کہ وہ بے اعتدالی اور چیز ہی اور قرابت اور دوستی اور چیز ہی در صورت اجتماع موجب محبت
وہ قرابت اور دوستی ہوگی اور موجب رنج و غضب وہ بے اعتدالی اور بدافعالی سو جیسے قرابت اور محبت بذات خود محبوب ہین ایسے ہی
بے اعتدالی اور بدافعالی بذات خود مبغوض سو اس صورت مین وہ رنج اور غصہ احباب سے نہین ہوتا اعدا ہی سے ہوتا ہی کیونکہ اس صورت
مین نہ اقربا اور احبا بجمیع الوجوہ محبوب ہوتے ہین اور نہ بجمیع الوجوہ مبغوض بجہت قرابت و محبت محبوب ہوتے ہین اور بجہت

دروولت تک سواے حبیب رب العالمین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم بالاصالت کسیکو اجازت نہوئی حضرت ابراہیم خلیل اللہ
علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام جو بنی آدم مین سے بانی اول کعبہ ہین اگر اول باریاب ہوئے تو وہ باریاب ہونا ایسا تھا کہ وقت تعمیر
عشرت کدہ جو ملاقات یاران خاص و ہمدمان با اختصاص کے لئے بنایا جاتا ہی یاران خاص سے پہلے معمار اور مہتمان تعمیر اُسمین آتے جاتے
ہین اور سوا اُنکے اور کوئی آیا تو کیا ہوا کوچہ دلدارم عالم فریب ہین کون کون نہین آتا مگر بلایا ہوا وہی جاتا ہی جسکے لئے عشرتکدہ خاص
بنایا جاتا ہی اب رہی یہ بات کہ یہ کیونکر کہیے کہ یہ گھر بالاصالت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے لئے بنایا گیا ہی
اُنکی اُمت بمنزلہ خدام امرا اُنکے طفیل مین وہان پہنچے اور اُنسے پہلے جو آیا سو اپنے شوق مین آیا حسب الطلب نہین آیا اسکا جواب یہ ہے
کہ معبود کو عابد چاہیے مگر جتنا اُدھر کمال ہوگا اتنا ہی اِدھر کا کمال مطلوب ہوگا مگر عبودیت کے لئے کمال علمی اور کمال عملی کی ایسی طرح
ضرورت ہے جیسے طائر کو دونون پرونکی ضرورت ہوتی ہی اور وجہ اُسکی ظاہر ہی یعنی عبودیت خشوع و خضوع دلی کے ساتھ انقیاد ظاہر
و باطن کا نام ہی سو اول تو اُس علم جلال و جمال ذوالجلال کی حاجت ہے علم مذکور انقیاد مذکور محال دوسرے مبادی انقیاد یعنی اخلاق حمیدہ
کی ضرورت جو مبدأ اعمال اطاعت ہوتی ہین ورنہ درصورت فقدان اخلاق حمیدہ انقیاد مذکور ایک خواب و خیال ہی کیونکہ اطاعت اور
انقیاد قوت عملی کا کام ہی اور اخلاق مذکورہ اُسکی شاخین ہین یہی وجہ ہی کہ جو فعل اختیاری صادر ہوتا ہی وہ کسی نہ کسی خلق سے تعلق رکھتا ہی
داد و دہش سخاوت سے متعلق ہی اور معرکہ آرائی شجاعت سے مربوط علی ہذا القیاس کسی عمل کو حیا کا ثمرہ کہیے کسیکو حلم کا نتیجہ کہین بخل اور جبن
کا ظہور ہی اور کہین بیحیائی اور غضب کا اثر ہی بالجملہ کوئی عمل اختیاری بے توسط اخلاق صادر نہین ہوتا اسلیے جیسے عبودیت کو علم مذکور
کی ضرورت ہے ایسے کمال اخلاق حمیدہ کی حاجت سو علم تو اس سے زیادہ متصور نہین کہ خاتم صفات حاکمہ سے مستفید ہو یعنی درگاہ علمی
خداوندی کا تربیت یافتہ اور دست گرفتہ ہو سو اسیکو ہم خاتم النبیین کہتے ہین اور وجہ خاتمیت یہی ہی کہ وہ علم خداوندی سے بے واسطہ
مستفید ہی اور علم سر صفات حاکمہ کا اختتام ہی اور کیون نہو ارادہ و قدرت کسی چیز کے ساتھ جبتک متعلق نہین ہوسکتی جبتک علم اُس سے متعلق
نہو چکے اور علم کے لئے کسی اور کے تعلق کی ضرورت نہین علم سے اوپر کوئی ایسے تعلق صفت نہین جسکو اپنے تعلق کے لئے سواے موصوف
کوئی اور یعنی مفعول درکار ہو اور اُسکے نیچے جسقدر صفات مثل محبت مشیت ارادہ قدرت ہین وہ سب اوقات کسی مفعول سے متعلق ہونے
نہین پاتے اور علم اُس سے متعلق ہوتا ہی سو جو شخص بذات خود صفت علمی خداوندی سے مستفید ہوا اور سوا اُسکے اور سب علم مین اُسکے
سامنے ایسے ہون جیسے آفتاب کے سامنے قمر و کواکب و آئینہ و ذرات جیسے یہ سب نور مین آفتاب سے مستفید ہین گو منورات سب آپکے جدے
جدے ہون ایسے ہی اور سب علم مین اُس سے مستفید ہون گو معلومات مین اُس سے علاقہ نہو وہ شخص خاتم النبیین ہوگا اور سوا اُسکے
اور انبیا اُسکے تابع اور رتبہ مین اُس سے کم۔ کیونکہ جیسے حاکم کا کام اجراء احکام ہوتا ہی بنی آدم کا کام تعلیم احکام خداوند ملک علام اور
ظاہر ہی کہ تعلیم بے علم متصور نہین سو جیسے حاکم بالادست مرتبہ حکومت مین اول ہوتا ہی گو اُسکے حکم کی نوبت وقت مرافعہ آخر مین آئے
ایسے ہی مبدأ علوم اور مصدر کمالات علمیہ رتبہ مین اور سب سے اول ہوگا گو وقت تعلیم اُسکے علوم دقیقہ کی نوبت بعد مین آئے پھر جب یہ لحاظ
کیا جاے کہ حکومت بے علم احکام متصور ہی نہین اور اسلیے حکومت علما ہی کا کام ہی تو انبیاء کو حکام اور نائب خداوند ملک علام کہنا ہ

بادشاہی مکانات آبادی اور بربادی مین اور خیمۂ حکام نصب اور قلع وقمع مین اورونکے مکانات اور اورونکے خیمونکی نسبت
اول رہتے ہین یعنی جب دار الخلافت آباد کیاجاتا ہی تو اول شاہی مکانات کے لئے زمین اور میدان تجویز کرکے تہیہ تعمیر کیاجاتا
ہے اسکے بعد امرا وعمدا وغیرہم شاگرد پیشونکے مکانات کے نقشے جمائے جاتے ہین علی ہذا القیاس اگر دار الخلافت بوجہ تبدل دار الخلافت
یا کسی اور وجہ سے ویران ہوتا ہی تو اول بادشاہ اپنے مکانات کو ترک کرتے ہین پھر اُنکے سبب اور سب اپنے اپنے گھرونکو ترک کرکے چلدیتے ہین
ایسے ہی وقت دورہ حکام جہان کہین ڈیرہ ہوتا ہی اول کہین خیمہ حکام نصب کیاجاتا ہی اُسکے بعد اُسکے گرد وپیش مین اورونکے خیمے اور راؤٹین
قائم کیجاتی ہین اور پھر وقت روانگی اول خیمۂ حکام اکھاڑا جاتا ہی اسکے بعد اورونکے خیمے اکھڑنے شروع ہوجاتے ہین سو اس عالم اجسام مین خانہ کعبہ کو
بمنزلہ مکان شاہی یا خیمۂ شاہی خیال فرمائیے اور کیون نہو تجلی گاہ ربانی اور آئینہ جمال یزدانی ہی اسلیئے بنا مین بھی اُسکو اول رکھا اور ویرانی عالم
کے وقت بھی اُسکو اول رکھینگے چنانچہ آیت ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ جسکا حاصل یہ ہی کہ سب مین پہلا گھر جو لوگونکے لیے بنایا
گیا ہی وہ ہی جو مکہ معظمہ مین ہی اُسکی اولیت تعمیر پر دلالت کرتی ہی اور اہل اسلام کی اُس روایت پر نظر کیجئے جسمین کچھ ایسا مذکور ہی کہ اول
پانی تھا اور اُس پانی ہی پر عرش کبریائی تھا پھر اُس پانی مین سے اسجگہہ سے جہان پر اب خانہ کعبہ ہی ایک بلبلا سا اٹھا جھاگ سے
اٹھے اور وہین سے زمین کی بنا شروع ہوئی تو اولیت خانہ کعبہ دور تک پہنچتی ہی کیونکہ موافق اشارات قرآنی مثل خلق لکم ما فی الارض
جمیعا ثم استوی الی السماء فسوٰہن سبع سمٰوات زمین جملہ عناصر اور تمام افلاک سے پہلے پیدا ہوئی ہی گو اسکا پھیلاؤ آسمانونکے بعد وقوع
مین آیا ہو پھر جب زمین کا یہ ٹکڑا خاص جہان خانہ کعبہ ہی زمین کے اجزا مین بھی سب مین اول نکلا تو یون کہو بعد عرش کے جو عالم سے ایک
علیحدہ چیز ہی کیونکہ وہ تخت ربانی ہی اور عالم بمنزلہ ملک و رعیت یزدانی خانہ کعبہ کی جگہہ سب مین اول ہوئی بہرحال ان اول بیت اور روایت
مشار الیہا اور اشارات مذکورہ جنکا حاصل یہ ہی کہ سب مین پہلا گھر اور سب مین پہلی جگہہ یہ ہی جہان خانہ کعبہ ہی اولیت تعمیر خانہ کعبہ اور اولیت
پیدائش بقعہ خانہ کعبہ پر دلالت کرتی ہی اور آیت جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس جسکا حاصل یہ ہی کہ یہ گھر لوگونکے قیام کا باعث
ہی اُسکی اولیت ویرانی پر دلالت کرتی ہی اسلیئے کہ حاصل اشارۂ قرآنی یہ ہوا کہ جبتک یہ گھر قائم ہی لوگ بھی اس عالم مین قایم ہین جس روز
یہ گھر ویران ہوا اس روز عالم کو خراب اور ویران سمجھو۔ الغرض بوجہ عکس تجلی مشار الیہ خانہ کعبہ کا آبادی اور بربادی دونون مین اول رہنا
ضرور ہی اور چونکہ خانہ کعبہ نمائشگاہ اصل تجلی ہی چنانچہ تحقیق متعلق عکس سے یہ بات اول بخوبی واضح ہوچکی ہی اور تجلی مذکور سے ابتدا
معبودیت ہے تو اُسکی طرف سجدۂ عبادت بھی ہوتا ہی اور سوا اُسکے اور ارکان عبادت بھی اُس سے تعلق رکھتے ہین اور چونکہ وہ تجلی
اول مسمّی اسم جمیل اور مصداق محبوبیت ہی تو تمام انداز عاشقانہ یعنی ارکان حج اُسکے ساتھ متعلق رہے اور چونکہ وہ تجلی مذکور بوجہ
محبوبیت مرتبہ مین صادر اول یعنی وجود سے اول ہی تو آئینہ عکس محبوبیت یعنی خانہ کعبہ بھی بہ نسبت آئینہ عکس حکومت یعنی بیت المقدس
مرتبہ مین اول رہا اور اسلیئے اُسکے استقبال کی نوبت بعد مین آئی اور اسلیئے حج بھی علی العموم جب ہی فرض ہوا شرح اس معما کی یہ ہی کہ
دیوان عام اور کچہری حکام تک تو ہر کسیکو رسائی ممکن ہی اور دیوان خاص اور مجلس شاہی اور عشرت کدۂ دلارام خاص وعام تک ہر
کسیکو پہنچنا نصیب نہین ہوتا اور جیسے یہ دن نصیب ہوتے ہین اُسکو بھی بہت دنون مین نصیب ہوتے ہین۔ القصہ اُس

آخر اور سب کے احکام کا ناسخ ہوگا مگر چونکہ نبوت اور سفارت از قسم اوصاف ہین اور پھر وصف بھی کیسا منجملہ احکام کیونکہ خدا کی طرف سے سفارت اور رسالت ہے اور ظاہر ہے کہ اُسمین یا احکام ہوتے ہین یا ثواب و عذاب کے پیام تو لاجرم دین خاتم الانبیاء ناسخ ادیان باقیہ اور خود خاتم الانبیاء سرور انبیاء اور افضل الانبیاء ہوگا اور اسلیئے اول نمبر کے دربار کی آمد و شد اُسکے اور اُسکے تابعین کے ساتھ مخصوص ہوگی یون کوئی اپنے آپ اُس کوچہ مین جائے اور آئے تو محبوبون کے کوچہ مین کون نہین آتا جاتا مگر خواص کی آمد و شد کچھ اور ہی چیز ہے محبوبون کی انجمن تک سوائے محبوب محبوبان اور کوئی نہین پہنچ سکتا سو مرتبہ محبوبیت درگاہ وجوب کا محبوب ہی ہوگا جو عالم امکان مین ایسی طرح مرجع و مآب ہو جیسے عالم وجوب مین یعنی تجلیات ربانی اور صفات یزدانی مین وہ تجلی اول جو مسمیٰ بتجلیل اور مصدر وجود ہے یعنی جیسے وجود اور صفات وجود اور تجلیات کی اصل اور مصدر وہ تجلی اول ہے چنانچہ پہلے عرض کر چکا ہون ایسے ہی عالم امکان مین عالم امکان کے کمالات کے لئے وہ اصل اور مصدر ہو سو ایسا بجز ذات جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات اور کون ہے علم مین اُسکا سب مین اول ہونا اور انبیاء کے علوم کا مرجع و مآب ہونا تو ابھی واضح ہو چکا اور باقی تمام صفات کے حق مین علم کا مرجع و مآب ہونا پہلے آشکارا ہو چکا ہے اسلیئے تمام کمالات انبیاء کا نشو و نما حضرت خاتم کی ذات سے واجب التسلیم ہے اور جب انبیاء کے کمالات کی یہ کیفیت ہے تو اورون کے کمالات کس حساب مین ہین اور اگر ہنوز اُنکی نسبت کچھ شک ہو تو وہی تقریر جس سے خاتم الانبیاء کا مصدر العلوم ہونا اور انبیاء باقی کا اُس سے مستفید ہونا ثابت ہوا ہے اورون کے علوم کے مقابلہ مین جاری ہو سکتی ہے باقی علم معقولات مین اگر خاتم الانبیاء اور اور انبیاء کو بظاہر مداخلت نہین معلوم ہوتی تو اول تو معلوم نہونے سے کسی شے کا نہونا ثابت نہین ہوتا ہم بہت سی باتین جانتے ہین اور بہت سے علوم مین دخل رکھتے ہین مگر غیر ضروری سمجھکر اُسمین نہین ہوتے اسلیے اورونکو اطلاع نہین ہوتی علاوہ برین گفتگو علم مین ہے معلومات مین نہین دخل کا ہونا نہونا معلومات کا ہونا نہونا ہے علم کا ہونا نہونا نہین اگر کوئی شخص قوی البصر خانہ نشین ہو اور دوسرا شخص ضعیف البصر اور سیاح اور اسلیے اُسکو نسبت شخص اول زیادہ تر عجائب و غرائب کے مشاہدہ کا اتفاق ہوا ہو تو اس زیادتی معلومات سے اُسکی بصارت قوی نہو جائیگی اور کمال بصارت مین شخص اول سے نہ بڑھ جاویگا سو اگر کسی شخص کم فہم اور غبی کو بوجہ محنت و طلب کسی فن مین کچھ دخل حاصل بھی ہوا تو کیا ہوا ان چند معلومات سے مرتبہ فہم مین اہل فہم سے نہ بڑھ جائیگا علاوہ برین جیسے سوئی دیکھو یا پہالی قوت باصرہ دونون صورتون مین ایک ہے فرق ہے تو اتنا ہے کہ سوئی باریک ہے اور پہالی موٹی ایسے ہی ذات و صفات خداوندی اور اور اسرار احکام خداوندی کا علم ہو یا زمین و آسمان اور ادویہ اور خواص اجسام اور قضایا اور تصورات کا علم ہو قوت علمیہ یعنی ذہن اور فہم ایک ہے فرق ہے تو اتنا ہے کہ اول صورت مین معلومات دقیقہ اور خفیفہ ہین اور دوسری صورت مین معلومات جلیہ و واضحہ سو جیسا بمقابلہ سوئی اور بال بنسبت دیکھنے کے پہالی اور سوا اُسکے اور موٹی چیزونکا دیکھنا کمال نہین سمجھا جاتا ایسا ہی بمقابلہ علم ذات و صفات و اسرار احکام خداوندی علم زمین و آسمان و ادویہ و خواص اجسام و قضایا و تصورات منجملہ کمالات نہ شمار کیا جائیگا ہان شمار کرنیوالا کم عقل ہو تو خیر بالجملہ بوجہ خیال معلوم کمال علمی سرور انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام مین متامل ہونا اُسیکا کام ہے جسکو سر اور دم کی تمیز نہو

پڑیگا اور چونکہ خدا تک بیواسطہ کسیکو رسائی نہین جو نبی رتبہ مین سب مین اول ہوگا اُسکا دین یعنی اُسکے احکام اعتبار زمانہ سب مین آخر رہینگے کیونکہ ہنگام مرافعہ جو موقع نسخ حکم حاکم ماتحت ہوتا ہی حاکم بالا دست کے حکم کی نوبت آخر مین آتی ہی غرض اس وجہ سے مصدر علوم کے احکام اور علوم تک نوبت بعد مین آئیگی اور اس طور اُسکے دین کا بہ نسبت اور ادیان ناسخ ہونا ظہور مین آئیگا باقی شبہہ امتناع نسخ جو احکام خداوندی مین اسوجہ سے پیش آتا ہی کہ اس صورت مین خدا کیطرف غلط فہمی کا وہم ہوگا تو یہ شبہہ مشاہدہ کیفیت اختلاف منضج و مسہل سے دفع ہو سکتا ہی غرض اختلاف احکام سابقہ و لاحقہ کو یہی ضرور نہین کہ اول حکم مین غلطی ہی ہو بالجملہ جیسے تجلی گاہ محبوبیت رتبہ مین تجلی گاہ حکومت سے اول ہی ایسے ہی قبلہ اول کے استقبال کے لئے بھی اول ہی درجہ کا نبی اور اول ہی درجہ کی امت چاہیے مگر ایسا نبی سواے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور ایسی امت سواے امت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور کوئی نہین وجہ اسکی یہ ہی کہ قافلہ انبیاء ایک قافلہ سفارت ہی یہی وجہ ہی کہ انبیاء علیہم السلام کو پیغامبر اور رسول کہتے ہین۔ اور وجہ اس کہنے کی یہی ہوتی ہی کہ وہ پیغام خداوندی پہنچاتے ہین اور احکام خداوندی لاتے ہین مگر جب قافلہ انبیاء کو قافلہ سفارت کہا تو لاجرم انمین ایک کوئی قافلہ سالار ہوگا اول تو ایسے قافلون مین ایک کا قافلہ سالار ہونا ظاہر ہی ہی دوسرے سفارت اور نبوت ایک وصف ہے اور اوصاف کی کل دو قسمین ہین ایک تو وہ جو موصوف کے حق مین خانہ زاد ہو عطاء غیر نہو دوسرے وہ جو موصوف کے حق مین عطاء غیر ہو مگر ظاہر ہی کہ عطاء غیر کے لئے اول اُس غیر کی ضرورت ہی اور یہ بھی ظاہر ہی کہ وہ غیر اُس وصف کا موصوف ہی ہوگا ورنہ تحقق اوصاف بے تحقق موصوف لازم آئیگا لیکن جب اسکو موصوف مانا اور اسکا وصف اُسکے حق مین عطاء غیر نہین تو یہ بھی خواہ نخواہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ وہ غیر مصدر وصف ہے اور وہ وصف اُس سے صادر چنانچہ مشاہدہ کیفیت نور زمین سے جیسے یہ روشن ہی کہ اُسکا نور عطاء آفتاب ہے مشاہدہ کیفیت آفتاب سے یہ ظاہر ہی کہ اُسکا نور اُسیکا خانہ زاد ہی اور اُسی سے صادر ہوا ہی ورنہ بالبداہتہ کسی اور ہی کا فیض کہنا پڑیگا مگر یہ تقسیم ہی تو پھر درصورت تعدد موصوفات دو وصف واحد یہ تو ممکن نہین کہ سب مین عطاء غیر ہو کیونکہ اس صورت مین عطاء غیر کا تحقق بے تحقق غیر لازم آئیگا اور نہ یہ ممکن ہی کہ سب مین یا چند افراد مین وہ وصف خانہ زاد ہو ورنہ باوجود تعدد موصوفات وحدت موصوف لازم آئیگی کیونکہ تعدد حقیقی یہ ہی کہ کسی بات مین اشتراک اور وحدت نہو اس صورت مین وصف واحد سب سے صادر ہو تو کسی درجہ مین وحدت ہوگی اور وہی درجہ موصوف بالوصف ہوگا اسلئے درصورت تعدد موصوفات یہ ممکن نہین کہ وصف واحد سب کے حق مین خانہ زاد ہو لیکن جب دونون احتمال باطل ہین تو پھر یہی ہوگا کہ ایک موصوف مصدر وصف ہو اور باقی موصوفات اُسکے دست نگر یعنی انکا وصف اُسکی عطا ہو اور اسوجہ سے وہ سب مین افضل بھی ہو اور سبکا سردار بھی ہو اور سبکا خاتم بھی ہو کیونکہ جب اُسکو مصدر وصف مانا تو وصف مذکور اُسمین اول اور بدرجہ اتم ہوگا چنانچہ مشاہدہ حال آفتاب و زمین وغیرہ فیض یافتگان آفتاب سے ظاہر ہی اور جب وصف کسی وصف مین اول اور اتم ہوگا تو لاجرم اُس وصف مین وہ موصوف افضل ہوگا اور چونکہ اور موصوفات مین وہ موصوف موثر ہی کیونکہ اورون کا وصف اُسیکا فیض اور اثر ہی تو لاجرم اُسکو سردار بھی کہنا پڑیگا کیونکہ سردار اُسیکو کہتے ہین جو اپنے ماتحتون پر حکومت کرے اور سرداری ٹھہرے تو وہ وصف اگر از قسم احکام ہی یا احکام کے لئے شرط ہی جیسے علم احکام ہی تو پھر اُسیکا علم سبکے احکام سے

اطاعت ہوگی سو یہی کمال عبودیت ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ کمال مقابل کمال معبودیت ہے مگر کمال معبودیت محبوبیت مین ہے چنانچہ
پہلے معروض ہو چکا ہے وہان اگر جمال ہے تو یہان محبت ہے وہان اگر استغنا ہے تو یہان خوف ہے باقی رہی حکومت اگرچہ وہ بھی ایک قسم
معبودیت ہے وہان بھی یہی دو صورتین ہین ایک محبت پر محبت احسانی دوسرے خوف پر خوف قہر لیکن محبوبیت مین جو بات ہے وہ حکومت
مین کہان اسلیے محبت جمالی مین جو بات ہوگی محبت احسانی مین کہان وہ بات ہوگی اور خوف استغنا مین جو بات ہے وہ خوف قہر مین
کہان چنانچہ محبت جمالی اور محبت احسانی کو موازنہ کر دیکھیے محسنونکی محبت بیشک ہوتی ہے پر عشق محبوبان سے اسکو کیا نسبت اور
اہل قہر کا خوف بالضرور ہوتا ہے پر خوف استغنار محبوبان سے اُسکو کیا مناسبت اور ظاہر ہے کہ مطلوب محبوب بحیثیت محبوبیت محب ہوتا ہے
اور مطلوب معبود بحیثیت معبودیت عبد اول تو یہ بات تقابل باہمی ہی سے ظاہر ہے جیسے فوق کو تحت چاہیے یمین و یسار قدام
خلف ہو کہ نہو اب کو ابن چاہیے بھائی بھتیجے ہون کہ نہون زوج کو زوجہ چاہیے مان باپ ہون کہ نہون ایسے ہی اُستاد کو شاگرد حاکم
کو محکوم محبوب کو محب چاہیے اور کوئی ہو کہ نہو دوسرے محبوبون مین ناز انداز عشوہ غمزہ وغیرہ کمالات محبوبی تو سب ہوتے ہین پر عجز و نیاز
و سوز و گداز نہین ہوتا ایسے ہی معبود مین علم و قدرت و جمال و کمال تو سب کچھ ہونا چاہیے پر منت و سماجت خوشامد و درماندگی حاجت اور
بیقراری اور ذلت اور خواری نہین ہوتی اور ظاہر ہے کہ مطلوب وہی چیز ہوتی ہے جو اپنے پاس نہین ہوتی اسلیے محبوبیت کو محبت اور معبودیت کو
عبدیت اور عزت کو ذلت مطلوب ہوگی اور اسوجہ سے خدا کے یہان سے بالاصالت اور بالذات اگر مطلوب ہونگی تو یہی باتین ہونگی یہی اُسکے
خزانہ مین نہین اور سب کچھ ہے مگر مطلوب وہی چیز ہوتی ہے جو محبوب ہوتی ہے اسلیے یہ ضرور ہے کہ حضرت خاتم مرتبہ محبوبیت کے مطلوب ہون
اور نیز یہ ضرور ہے کہ مرتبہ محبوبیت کے محبوب ہون اور اسلیے یہ ضرور ہے کہ دربار خاص اُنکے لیے مخصوص ہو سو وہ دربار تو خانہ کعبہ ہے اور
وہ خاتم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین کمال علمی پر تو اُنکا اعجاز علمی یعنی اعجاز قرآنی کافی ہے اگرچہ ماہران احادیث کو
اور بھی اُسکا یقین بڑھ جاتا ہے القصہ کمال علمی کو یہ ضرور ہے کہ معلومات کاملہ تک بوجہ احسن پہنچے اور انکا نشان عرض کر چکا ہون کہ
وہ کیا چیز ہین اور اب یہ عرض کرتا ہون کہ قرآن اس باب مین لاجواب ہے اگر کوئی نہ مانے تو کوئی کتاب اس سے بہتر یا اسکے مثل دکھائے
تو جانین یہ تو علم حقائق کا حال تھا اب علم وقائع کی بات سنیے علم وقائع مین سب مین بڑھکر علم مبدأ و معاد ہے اور علم زمانہ گذشتہ اور
زمانہ آیندہ ہے علم واقعات زمانہ گذشتہ مین تو اس سے بڑھکر کوئی واقعہ نہین کہ اچھون اور برونکے افعال اور احوال معلوم ہون جس سے
عبرت ہو اور ثمرہ شجرہ زندگانی سے شیرین کام ہو اور علم واقعات مستقبلہ مین وہ پیشین گوئیان ہین جن سے اچھون اور برونکی آمد و رفت اور
اُنکے افعال و احوال کی برآمد کی خبر ہو اور اُس سے امید اور اندیشہ دلمین پیدا ہو اور متاع عمر عزیز بیکار نجائے سو ان دونو مین بھی
جس کسیکا جی چاہے قرآن و حدیث سے مقابلہ کر لے رہے کمالات عملی اُنپر اول تو اہل عقل کے لئے سوانح عمری محمدی صلعم دلالت کرنیکو کافی
ہے اور بزرگونکی سوانح عمری کو آپکی سوانح عمری سے ملا دیکھیے جیسے دیدۂ اہل نظر بے اُسکے کہ پہلے سے کوئی پیمانہ دیا جائے جمال یوسفی کو
اور ونکے جمال سے دیکھتے ہی بڑھکر بتلائیگا ایسے ہی دیدہ اہل بصیرت آئینہ جہان نما سوانح عمری کو دیکھتے ہی کمال عملی محمدی کو اور ونکے
کمالات عملی سے انشاء اللہ بڑھکر بتلاویگا دوسرے کمال عملی کی بہت سی شاخین ہین پر جیسے درخت کی چوٹی ایک ہی ہوتی ہے

بعد استماع فرق علم و معلوم و اطلاع مصدریت خاتم الانبیاء یہ خیالات اہل عقل کے نزدیک قابل التفات نہین اور اسلئے بعد لحاظ
اس امر کے کہ علم اور کمالات کے حق مین منشا اور اصل ہی علم اور نیز جملہ کمالات مین خاتم الانبیاء کو اصل اور مصدر ماننا لازم ہی جس سے
یہ بات عیان ہو جاتی ہے کہ عالم امکان کمالات علمی ہون یا کمالات عملی دونون مین خاتم الانبیاء اصل اور مصدر ہی اور سوا اُسکے جو کوئی
کچھ کمال رکھتا ہی وہ در یوزہ گرد خاتم الانبیاء ہی اس سے زیادہ وضوح کی ہوس ہو تو تتمہ کا انتظار لازم ہی مگر جو شخص ان دونون کمالون
مین اورون سے کامل ہوگا وہ لاریب عبدیت اور عبودیت مین بھی اورون سے بڑھا ہوا ہوگا وجہ اسکی یہ ہی کہ جیسے آگ اور پھونس کے
اقتران کا نتیجہ احتراق ہوتا ہی اور آفتاب اور آئینہ کے تقابل کا ثمرہ آئینہ کی استنارت ہوتی ہی ایسے ہی کمال علمی اور کمال عملی کے اقتران
کا نتیجہ بھی عبودیت اور عبدیت ہی وجہ اسکی یہ ہی کہ کمال علمی کو یہ لازم ہی کہ اعلی درجہ کی معلومات تک ذہن پہنچے سو جو شخص تمام افراد بشری سے
اس کمال مین ممتاز ہوگا لاجرم عمدہ سے عمدہ معلومات تک اُسکا ذہن پہنچیگا اور وہ مین پہلے عرض کر چکا ہون کہ ذات و صفات و تجلیات
و اسرار احکام خداوندی ہین اور کمال عملی کو یہ لازم ہی کہ علم سے معاً متاثر ہو اور موافق ہدایت علمی اُس سے اعمال سنجیدہ صادر ہون یہ اسلئے
عرض کرتا ہون کہ علم کو بشرط صحت طبیعت عملی عمل لازم ہی ورنہ نقصان طبیعت مذکورہ ہو تو علم رکھا رہا کرو خاک بھی نہین ہوتا بخیل کو کتنے
ہی فضائل سخاوت کیون نہ معلوم ہون ہاتھ سے کوڑی ہی نہین چھوٹ سکتی مگر یہ فرق کہ علم ہو اور عمل نہو قابل ہی کی جانب متصور ہے
فاعل یعنی اصل اور مصدر کمال علمی و عملی کی جانب متصور نہین وجہ عقلی تو یہی ہی کہ مصدر کے حق مین تو وصف صادر خانہ زاد ہوتا ہی سو جو شخص
مصدر کمال علمی ہو اور پھر با اینہمہ جبکہ کمال علمی کمال عملی کے لئے اصل اور منشا ہی وہ شخص مصدر کمال عملی بھی ہو تو لاجرم موافق اس قاعدہ ممہدہ
مذکورہ کے کہ اصل اور مصدر وصف اُس وصف مین اکمل اور افضل ہوا کرتا ہی مصدر مذکور یعنی خاتم کا دونون کمالون مین کامل ہونا بلکہ اکمل اور
افضل اور اعلی اور اشرف ہونا واجب التسلیم ہوگا ہان قابل کی جانب کئی احتمال ہین دونون کا قبول بدرجہ کمال ہو یا دونون کے قبول مین نقصان
ہو یا ایک قبول اچھا ہو اور دوسرے کمال کے قبول مین نقصان ہو مگر ہر چہ باداباد قابل مصدر کے برابر نہین ہو سکتا چنانچہ اوپر عرض کر چکا ہون اور
تمثیل مطلوب ہی تو لیجئے آفتاب مصدر نور بھی ہی اور مصدر حرارت بھی ہی اسکا دونون کمالون مین کامل ہونا تو مثل آفتاب نیمروز روشن ہی رہی
قابلات اُنمین سے آتشین شیشہ تو دونون کے حق مین بدرجہ اتم قابل ہی مگر قبول کتنا ہی کیون نہو مصدر کی برابری ممکن نہین یہی وجہ ہی کہ باوجود
کمال قبول آتشین شیشہ آفتاب کا ہم سنگ تو کیا پاسنگ بھی نہین اور آئینون مین قبول نور تو بدرجہ اتم ہی پر قبول حرارت نہین اور پتھر
لوہے وغیرہ مین قبول حرارت زیادہ ہی پر قبول نور نہین بالجملہ خاتم مین چونکہ دونون کمال بدرجہ کمال ہوتے ہین اور وجہ اُسکی یہی ہی کہ
وہ مصدر ہوتا ہی تو بالضرور بمقتضای کمال علمی اول خدا کے جمال و جلال سے بدرجہ کمال اُسکو واقفیت ہو یہانتک کہ اور کوئی ہمسنگ تو کیا اُسکے
پاسنگ بھی نہو سکے اور پھر بمقتضای کمال عملی علم جمال و جلال سے بدرجہ کمال ہی متاثر ہو اُسکے بعد بمقتضای کمال علمی اسرار احکام خداوندی
سے آگاہ ہو اور پھر بمقتضای کمال عملی اُسکے موافق بجالاے مگر علم جمال کی تاثیر محبت اور علم جلال کا اثر خوف ہے اور ظاہر ہی کہ یہی دو سامان
تذلل ہین لیکن جب کمال تاثیر علمی اور کمال تاثیر عملی ہی تو پھر کمال ہی درجہ کی محبت اور کمال ہی درجہ کا خوف بھی ہوگا اور اسلئے کمال ہی درجہ کا
عجز و نیاز اور تذلل خدا کے حضور مین ہوئیگا سو یہی کمال عبدیت ہے اور اُسکے بعد بوجہ کمال علم اسرار احکام و کمال انقیاد کمال ہی درجہ کی

ہے جسکی ہمت کی بدولت توحید کا بول بالا ہوا اور مشرق سے غرب تک ایک خدا کی پرستش کا شور پڑ گیا ہو یہ کرشمہ محبت خداوندی اور اعجاز کمال علمی نہ تھا تو اور کیا تھا اگر آپ مسند آرائے حکومت یا کار فرمائے مال و دولت ہوتے تو یہ بھی احتمال تھا کہ خوف شوکت یا طمع دولت مین ایک لشکر ظفر پیکر ساتھ ہو گیا ہو مگر اس بیکسی اور افلاس پر یہ کار نمایاں جسکی نظیر تواریخ سلاطین مین بھی نہین ملتی اور وہ بھی اس کیفیت کے ساتھ کہ اپنے لئے کچھ نہین ادھر ہر بات مین خدا کی عظمت اور توحید پر نظر ہے اُسی اخلاص اور محبت کا ثمرہ ہو سکتا ہے یا تسخیر اخلاق کا نتیجہ سو ایسا اخلاص اور محبت اور ایسے اخلاق اور الفت کوئی کسی مین دکھلا دے تو سہی۔ سری رامچندر اور سری کرشن نے یہ کام کیے تھے یا حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ سے یہ بات بن پڑی تھی اور یہ تو ظاہر بینون کے انداز فہم کے موافق گفتگو تھی کاملان فہم کے لئے تو اور بھی ترقی محبت اور اعتقاد محمدی کی گنجایش ہے غرض یہ ہے کہ ایک قسم کے دو کامون مین تفاوت دو طرح ہوتا ہے ایک تو یہ کہ ایک ہی قسم کا نتیجہ دونون پر متفرع ہو پر ایک پر زیادہ ایک پر کم دوسرا یہ ہے کہ باہم دونون کے نتیجون مین فرق نوعی ہو دو سپہ سالار اگر حفاظت حدود ملک مین جانبازی کرین پر ایک زیادہ کامیاب ہو تو یہ تو پہلی صورت ہے اور اگر ایک سردار فقط سرحد کی حفاظت مین داد شجاعت دے اور ایک بادشاہ کے خانمان کو بچائے یا دار الخلافت سے غنیم کے لشکر کو نکال دے تو گو بظاہر باعتبار شجاعت دونون برابر ہین پر اول تو واقفان حقیقت کے نزدیک اس شجاعت اور اُس شجاعت مین بھی فرق ہے کیونکہ جسقدر غنیم کو بادشاہ کی گرفتاری مین اہتمام ہوتا ہے اُتنا اورونکی گرفتاری مین نہین ہوتا اور جسقدر دار الخلافت کے تسلط کے وقت خیال استحکام ہوتا ہے اُسقدر اور مواقع مین نہین ہوتا اور اسلئے ایسے وقت مین ایسے ویسے شجاعون سے کام نہین چلتا دوسرے یہ امداد ایسی ہے جیسے شکار کے پیچھے دوا دوش کے باعث کوئی بادشاہ لشکر سے علحدہ شدت تشنگی سے جان بلب تھا اور اسلئے ایک پیالہ پانی کا آدھی سلطنت کے بدلے خرید لیا تھا اور حدود پر جان نثاری ایسی ہے جیسے حالت امن و اطمینان مین روزمرہ معمولی تنخواہون پر بہشتی پانی بھرا کرتے ہین جیسے بوجہ ضرورت اُسی پانی کے دام کہان سے کہان پہنچے ایسے ہی بوجہ ضرورت فتح مکہ کے ثواب کو بھی اور اونکی جان نثاری کی نسبت اتنے ہی تفاوت پر سمجھیے کیونکہ حاصل فتح مذکور یہ ہوا کہ تجلی گاہ محبوبیت یعنی خانہ کعبہ کو دشمنان خدا کے پنجہ سے نکالا اور پھر اُسمین سے بتونکو نکال باہر کیا یہ بعینہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی دار الخلافت سے غنیم کو باہر نکال دے ایسا سردار بیشک اسکا مستحق ہوتا ہے کہ اُسکے اگلے پچھلے سب قصورون سے اُسکو بری کردین اور عمدہ سے عمدہ عہدہ اور عمدہ سے عمدہ انعام اُسکو عطا کرین اور ہمیشہ تفقد مربیانہ اُسکے ساتھ کرتے رہین یعنی علاوہ خبرگیری ضروری اُسکے بھلے برے سے آگاہ کرتے رہین اور کوئی شخص اُس سے برسر پیکار ہو تو خود اُسکی مدد کرین اور حاصل ان سب باتونکا اور خلاصہ ان سب عنایتونکا وہی محبوبیت ہے یہ بات تو عقلی تھی پھر ادھر خدا کے کلام کو دیکھا تو آیت انا فتحنا لک فتحا مبینا مین ان چارون باتونکا وعدہ پایا اور اسلئے اُس کلام کی حقانیت کا اور اپنے خیال کی راستی کا اور بھی یقین ہو گیا باقی رہی فضیلت غزوہ بدر وہ باین نظر ہے کہ اُس قلت اور ذلت کے وقت ایسی جان نثاری دشوار در دشوار تھی ورنہ باعتبار نتیجہ اُسکو فتح مکہ سے کیا نسبت القصہ کمال عملی کمال محمدی ایسا لاثانی ہے کہ بجز اہل تعصب اور سوائے جاہلان کم فہم اور کوئی اُسکا منکر نہین ہو سکتا جب کمال علمی اور کمال عملی دونون مین آپ یکتا نکلے تو پھر آپ خاتم نہونگے تو اور کون ہوگا

نیسے ہی جہان سبی اوپلی شاخ ایک ہی ہی وہ شاخین تو یہ اخلاق حمیدہ ہین اور وہ اوپر کی شاخ محبت ہے اور دونکا شاخ کمال
عملی ہونا تو اس سے ظاہر ہی کہ تمام اخلاق مبادی اعمال متنوعہ ہین سخاوت سے کچھ اور کام ہوتے ہین اور شجاعت سے کچھ اور افعال اور محبت
کی شاخ عالی ہونے کی یہ دلیل ہی کہ تمام اخلاق اُسکے خدمتگار اور تابعدار ہین جس سے محبت ہوتی ہی اُسیطرف سخاوت و شجاعت و علم و حیا
و غضب و وفا وغیرہ کا میلان ہوتا ہی یعنی کہ محبوب کے لئے نہ مال سے دریغ نہ جان سے دریغ اُسکی میٹھی کڑوی سب ہی جاتی ہی اور اُسکی قدر
و منزلت کے آگے اپنی جان و مال کو حقیر سمجھکر بوجہ حیا اُسکے سامنے آنکھ نہین کیجاتی اُسکا دشمن نظر آئے تو آنکھوں مین خون اُتر آئے اور اُسکا عہد
و پیمان یاد آئے تو جان پر کھیل جائے غرض جدھر کو محبت کا رُخ ہوتا ہی اُدھر ہی کو تمام اخلاق کی توجہ ہوتی ہی اور کمال محبت کی نشانی
یہ ہی کہ اپنے محبوب کی بات ہلکی ہوتی نظر آئی تو مال و اسباب پر پشت پا مار زن و فرزند خویش و اقربا گھر بار کو چھوڑ مقابل مین ایک ہو
یا ہزار سر بکف تنہا میدان کارزار مین دشمنان محبوب سے دست و گریبان اور دو چار ہو جائے اُسکے بعد حضرت رسول عربی کے زمانہ کے شرک و بدعت
اور ابناء روزگار کی شوکت اور ثروت اور پھر اُسپر آپکی تنہائی اور افلاس اور پھر جوش اور اخلاص کو دیکھیے تو یون یقین ہو جاتا ہی کہ ایسی
جان نثاری اور وفاداری کسی سے نہین بن پڑی اُس زمانہ کے شرک و بدعت کی یہ کیفیت تھی کہ مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال
تک توحید اور اصل دین کا پتہ نتھا ہندوستان مین تو قدیم سے شرک رہا ہی اور کیون نہو خود اُنکے اُن بیدونمین جو اُنکے اعتقاد کے موافق
صحیفہ آسمانی اور قانون یزدانی ہی شرک کی تعلیم موجود ہی علی ہذا القیاس چین کی بھی یہی کیفیت تھی ادھر ترکستان کا یہی حال تھا ان
ممالک مین ایک ہی قسم کے خیالات اعتقادی اور عبادات اجتہادی تھے رہا ایران وہان آتش پرستی کی گرما گرمی عرب مین خود بت پرستی
تھی یورپ مین علاوہ تحریف دین جسپر اُنکی کتب کی کیفیت اور اُنکے علماء کا اقرار شاہد ہی اور جسکے باعث بجائے دین خداوندی ایجاد
بندہ یعنی بدعت رائج ہو گئی تھی بوجہ غلبہ تثلیث و صلیب پرستی توحید کا پتہ نتھا مصر و حبش کی بھی یہی کیفیت تھی غرض تمام ممالک مین
بجائے توحید شرک اور بجائے دین خداوندی ایجاد بندہ یعنی بدعت کا رواج تھا اُس زمانہ مین جو شخص توحید کا نام لے اور تجدید دین کا
کام کرے یون کہو سارے زمانہ کو اُسنے اپنا دشمن بنالیا یہ بھی امید نہین کہ یہان سے بھاگے تو وہان پناہ ملجائیگی بلکہ موافق مصرعہ
بہر کجا کہ رسیدیم آسمان پیداست ٭ اُس زمانہ مین عرب اور عجم برابر نظر آتا تھا۔ آفرین ہی ہمت محمدی کو کہ سارا زمانہ ایکطرف تھا اور وہ تنہا
ایکطرف تھے بوجہ تعصب مذہبی جسکے باعث اپنے بیگانے سب خون کے پیاسے بنجاتے ہین جو جو جفائین اُنپر اُنکی قوم نے کین اُنکو کون
نہین جانتا مگر جب اہل وطن سے امید و براہی نرہی تو گھر بار زن و فرزند خویش و اقربا کو چھوڑ بحالت تنہائی وہ اور اُنکے یار غار ابوبکر
صدیق رض سر بکف ہو کر مدینہ مین آئے اور اپنے چند خستہ حال رفیقون سے اُس بیکسی اور فقر و فاقہ مین مخالفان خدا سے اُس استقلال
سے مقابل ہوئے کہ اُسکی نظیر صفحہ ہستی مین صورت پذیر نہوئی مگر نقل مشہور ہی ہمت کا حامی خدا ہے اُنکے اس استقلال اور اُنکی اس
صدق نیت اور حسن احوال اور اُنکی اس راستبازی اور صدق مقالی اور اُنکی حقانیت اور کمال کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو مقابل ہوا اُسی نے مُنہ
کی کھائی اور جس نے سر اُٹھایا وہی سر کے بل گرا ہجرت اوروں نے بھی کی پر یہ جان نثاری کہان محبت کیش اور بھی تھے پر یہ
وفاداری کہان اگر کسی نے راہ خدا مین داد شجاعت دی بھی تو نہ ایسا خوفناک زمانہ تھا نہ پھر ایسا نتیجہ اُسپر متفرع ہوا کن

تو جتنی امیدین لیجیے بجا ہی پر پنڈت جی اور اُنکے مریدونکی عنایات سے دور نہین کہ اس تقریر مسلسل کو مجذوبونکی بڑ بتلائین خیر اسکا جواب تُرکی بہ تُرکی تو ہم اسوقت دینگے جب اُنکی طرف سے یہ صلہ ملیگا پر سر دست یہ گذارش ہی کہ یہی کہہ لین پر ایکبار بغور ملاحظہ فرمالین اور برا سے خدا بہت نہین تھوڑا ہی انصاف فرمائین۔ اب مناسب یون ہی کہ وہ مضامین بھی گزارش کرتا چلون جنکا عجب نہین واقفان اہل فہم کو انتظار ہو۔

تتمہ۔ ناظرین اوراق مین سے شاید کسیکو یہ خیال ہو کہ بعد مجرد موجود ہو تو البتہ بدلائل مسطورہ بالا اُسکا تجلی گاہ ربانی ہونا مسلم پر ہنوز اُسکے وجود ہی مین تامل ہی عجب نہین یہ بداہت جسپر مدار کا ثبوت بُعد ہے بداہت وہم اور یہ مشاہدہ بُعد ایسی طرح غلط ہو جیسے مشاہدہ حرکت ساحل وقت حرکت سفینہ یا مشاہدہ دائرہ آتشین وقت حرکت شعلہ جوالہ غلط ہوتا ہی اور اگر یہ بداہت مشار الیہا بداہت وہم نہین بداہت حواس ہی اور یہ مشاہدہ مشار الیہا مشاہدہ صحیحہ ہی تو اُسکی لاتناہی بشہادت دلائل ابطال لاتناہی کسیطرح قابل تسلیم نہین دوسرے موافق اعتقاد اہل اسلام حقیقت محمدی حقیقت کعبہ سے افضل ہی اسلیئے ایکا اُسطرف سجدہ کرنا صریح تناقض پر دلالت کرتا ہی جس سی یہ وہم ہوتا ہی کہ بانی دین اسلام اسجگہہ چوک گیا علی ہذا القیاس حسب روایت قرآنی حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ اور یوسف علیہ السلام اپنے بھائیون اور ماں باپکے مسجود مگر موافق اعتقاد اہل اسلام اور بمقتضائے دعوت خاتمیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان دونون سے افضل اسلیئے یون مناسب تھا کہ اگر حضرت آدم مسجود ملائکہ تھے تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مسجود خلائق اور مسجود آدم و بنی آدم ہوتے اور حضرت یوسف علیہ السلام اگر مسجود برادران ووالدین ہوئے تھے تو حضرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم مستحق سجدہ یوسفی ہوتے مگر دین اسلام کی روایتون سے یون معلوم ہوا کہ انبیاء اور رسل اولوالعزم اور ملائکہ تو درکنار اپنے امتیونکو بھی آپنے اپنی طرف سجدہ کرنے سے منع کیا جس سے یہ یقین ہوتا ہی کہ خدا کی طرف سے بوجہ عدم لیاقت اجازت نہوئی الغرض یہ چار باتین ہنوز تحقیق طلب باقی ہین اسلیئے یہ گذارش ہی کہ اگر یون ہی ہو یہ بداہتون مین احتمال بداہت وہم ہوا کرے تو کوئی بداہت بھی قابل اعتبار نرہیگی مشاہدہ حرکت ساحل اور مشاہدہ دائرہ آتشین کو اگر غلط کہتے ہین تو اُسکی یہ وجہ ہی کہ اُس سے پہلے ساحل کے سکون اور دائرہ کے عدم کا یقین بدیہی ہوتا ہی پھر اُسکے بعد جو یہ مشاہدہ ہوتا ہی اور اُسکے ساتھ وجہ غلطی بھی معلوم ہوتی ہی اسلیئے علم اول کو غلط نہین کہتے اس مشاہدہ ہی کو غلط کہتے ہین اور جہان یہ صورت نہو جیسا مشاہدہ بعد مجرد مین ہی تو پھر اُس بداہت ہی کو یقینی سمجھنا چاہیے ورنہ پھر کوئی بداہت قابل اعتبار نہین ہو سکتی اور جب بداہتین ہی قابل اعتبار نہین تو استدلال علوم تو کیون قابل اعتبار ہونگے تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ ساحل کا سکون بلکہ اُسکا قابل حرکت نہونا تو ایسا یقینی ہی کہ اُسکے مقابل کسیکو وہم بھی نہین ہوتا یعنی جیسے شک اور ظن مین دونون نقیضونکا ساتھ خیال ہوتا ہی یہان علم مذکور اور علم نقیض ہم آغوش نہین ہین اور یہ جو مشاہدہ مذکور اُسکے مخالف ہی تو یہ اُسکے بعد ہی اُسکے ساتھ نہین پھر حاصل حرکت کشتی یعنی تبدل اوضاع اور قرب و بعد اجسام مقابلہ جیسے بوجہ حرکت کشتی حاصل ہو سکتا ہی ایسا ہی بوجہ حرکت ساحل اگر بالفرض وہ متحرک ہو حاصل ہو سکتا ہی پھر جو دیکھا تو بوجہ سبک رفتاری کشتی حرکت کشتی خود محسوس نہین ہوتی وہی نتیجہ حرکت یعنی تبدل اوضاع اور قرب و بعد محسوس ہوتا ہی مگر یہ مضمون بسیط نہین جو تنہا اپنا اور کشتی کا تصور کافی ہو بلکہ جیسے ابوت کے لئے بنوت کا تصور اور فوق کے لئے

یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ نہ کسی اور کے لئے یہ خطاب آیا اور نہ کسی اور نے یہ دعوی کیا مگر جب خاتمیت ہے تو جیسے خاتم مراتب معبودیت مرتبہ محبوبیت ہے ایسے ہی اسکے لئے عبد بھی خاتم مراتب عبدیت و عبودیت چاہیے اسلئے تجلی گاہ محبوبیت آپ ہی کے لیے مخصوص رہا اور آپ ہی کو اُسکے استقبال کا حکم ہوا تاکہ یہ تاخر استقبال دونون کی خاتمیت پر دلالت کرے بالجملہ تجلی گاہ مجوزہ کے یہ چند خواص ہین اول تو وہ وجود اور تعمیر مین اول ہو دوسرے ویرانی اور بربادی عالم کا اُس سے ابتدا ہو تیسرے یہ کہ ارکان حج اُسکے ساتھ متعلق ہون چوتھے یہ کہ خاتم الانبیاء کے لئے وہ مخصوص رہے سو بحمداللہ یہ چارون باتین خانہ کعبہ مین موجود ہین اور وجہ اصلی ان سبکی انعکاس انوار رونق افروزی تجلی مذکور ہے وہی مسجود اور معبود ہے اور دیوار کعبہ فقط مسجود الیہ اور مثل تخت شاہی اور در دولت شاہی جہت اور سمت اور قبلہ آداب و نیاز ہے مثل بتان ہند و چین و عرب و آتش ایران خود معبود اور مسجود نہین یہی وجہ ہے کہ اُسطرف کو رکوع و سجود کرتے ہین تو اُسکو استقبال کعبہ کہتے ہین مثل بت پرستی کعبہ پرستی نہین کہتے اور یہی وجہ ہے کہ وقت استقبال عظمت کعبہ کا خیال تک بھی شرط نہین چہ جائیکہ مثل بت پرستی نیت پرستش کعبہ ہو اگر کسیکو دھیان بھی نہ آئے تو عبادت مین قصور تو کیا ہوتا اور کمال سمجھیے کہ غیر خدا کا خیال بھی نہ آیا اور یہی وجہ ہے کہ اول سے آخر تک نماز اور حج مین کوئی کلمہ مشعر تعظیم کعبہ نہین آتا جو ہوتا ہے وہ خدا ہی کی تعظیم کا کلمہ ہوتا ہے جیسے بت پرستی مین من اولہ الی آخرہ غیر خدا کی تعظیم ہوتی ہے استقبال کعبہ مین ایک لفظ بھی کعبہ کی تعظیم کا نہین ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ ادائے نماز و حج کے لئے دیوارونکا ہونا شرط نہین اگر ان عبادتون مین کعبہ پرستی ہوتی تو جیسے وقت بت پرستی بتونکا سامنے ہونا ضرور ہے دیوار کعبہ کا سامنے ہونا بھی ضرور ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام خانہ کعبہکو بیت اللہ کہتے ہین خود اللہ یا شریک اللہ نہین سمجھتے جو مثل بت پرستی وقت عبادت اہل اسلام کعبہ پرستی کا احتمال ہو اور یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام کعبہ کو اپنے حق مین مختار نفع و ضرر نہین سمجھتے بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اُدھر کو عبادت کرتے تھے اُس سے افضل سمجھتے ہین اگر اہل اسلام خانہ کعبہ کو اپنا معبود سمجھتے تو لاجرم جیسے بت پرست اپنے معبودونکو مختار نفع و ضرر اور عابدون سے افضل سمجھتے ہین وہ بھی خانہ کعبہ کو مختار نفع و ضرر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل سمجھتے اور یہی وجہ ہے کہ خانہ کعبہ کے استقبال مین اول خدا کے حکم کا انتظار رہا اگر اہل اسلام خانہ کعبہ کو مثل بتان ہندو عرب مستحق عبادت سمجھتے تو جیسے خدا کی عبادت مین اُنکو اور بتونکی عبادت مین آرزونکو کیسکے حکم کا انتظار نہین ایسے ہی خانہ کعبہ کے استقبال مین بھی اُنکو خدا کے حکم کا انتظار نہوتا اس تقریر پریشان سے اہل فہم کو فقط بت پرستی اور استقبال مین ہی فرق نہین معلوم ہوگیا بلکہ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ خانہ کعبہ تجلی گاہ محبوبیت ہے اور بتون مین یہ لیاقت بھی نہین چہ جائیکہ تجلی گاہ محبوبیت بلکہ تجلی گاہ حکومت ہی ہون اور اس ذیل مین وہ مضامین دلچسپ نذر اوراق ہوئے کہ اگر یہ تقریب نہوتی تو وہ مضامین دلفریب آویزہ گوش عام و خاص نہونے پاتے مگر یہ سب پنڈت جی کی عنایتونکا ثمرہ ہے اسلئے اہل فہم کی خدمت مین گذارش ہے کہ ملاحظہ تقریر معروض مین بیدماغی نفرمائین مین خود عرض مضامین معروضہ سے پشیمان ہون پر کیا کرون پنڈت جی کی عنایتون نے یہ سب کچھ کرایا ورنہ یہ دل کی باتین یون گوش زد جاہلان کینہ خواہ اور یہ نقوش صفحہ خیال یون پامال قلم روسیاہ نہوتے قدرشناسان علوم عالی فہم سے

یقین کی وجہ یہ ہوئی کہ درصورت فرض بعد مجرد انکے خیال مین بھی سماگیا کہ دو بعد مجتمع ہوجاینگے اگر انکو معلوم ہوتا کہ جسم قابل العاد
ہے اور اسوجہ سے بعد قبول دو بعد بنجاتا ہی تو پھر یون نہ فرماتے اوصاف قابلات حقیقت مین اوصاف داخل ہوتے ہین یہ نہین ہوتا کہ
فاعل مین اور وصف تھا اور قابل مین اور وصف ہی بلکہ وہی ایک وصف دونون طرف ایسی طرح منسوب ہوتا ہی جیسے حرکت واحد
سفینہ اور جالسان سفینہ کی طرف منسوب ہوتی ہی یعنی کشتی بالذات اور بے واسطہ متحرک ہے اور کشتی نشین بالعرض اور بواسطہ کشتی متحرک
ہوتے ہین وہی ایک حرکت ایکطرف بالذات ایکطرف بالعرض ایکطرف بیواسطہ ایکطرف باواسطہ ایکطرف صادر ایکطرف واقع ہی ایسے ہی
تمام فواعل اور قابلات مین بھی یہ کیفیت ہے الحاصل بعد بمعنی امتداد بعد مجرد مین تو بالذات ہے اور جسم مین بالعرض بعد مین بیواسطہ ہی اور جسم مین
باواسطہ بعد یکطرف سے اسکا صدور ہی اور جسم پر اسکا وقوع بعد مجرد اسکے حق مین فاعل یعنی مصدر ہے اور جسم اسکے حق مین قابل اسلئے
اسکو قابل العاد کہتے ہین بعد مجرد کی طرف اسکی جڑ ہے یعنی اسکے ساتھ قایم ہے اور جسم کے ساتھ فقط اتصال ہے غرض درصورت فرض
بعد مجرد جسم مین دو بعد ونکا اجتماع لازم نہ آئیگا ایک ہی بعد رہیگا ورنہ جالسان کشتی کو معروض حرکت مانکر اگر کشتی کو بھی متحرک کہین گے
تو یہان بھی دو حرکتونکا اجتماع لازم آئیگا اور چونکہ یہ دونون حرکتین ایک ہی قسم کی ایک ہی سمت مین ایک ہی وقت مین ایک ہی محل
پر عارض ہونگی تو اجتماع المثلین لازم آئیگا اور استحالہ اجتماع المثلین غلط ہوجائیگا الغرض یہ حجت تو ناحق کی حجت ہے البتہ یہ بات قابل لحاظ
ہے کہ وجہ اس غلطی مین پڑجانیکی کیا ہوئی اسلئے یہ گذارش ہی کہ اکابر حکماء اشراقیین اور متکلمین تو مکان اجسام اس بعد مجرد ہی کو قرار
دیتے ہین پر اکابر حکماء مشائین اسطرف گئے کہ مکان اجسام وہ سطح حاوی ہی اسجگہ سے انکے معتقد یہ سمجھ گئے کہ جسم حاوی کی سطح مراد ہی
اور چونکہ درصورت وجود بعد سطح جسم حاوی کا مکان ہونا تو بظاہر نظر مستبعد نظر آتا ہی ہو نہو وجود بعد ہی انکے نزدیک صحیح نہین اسلئے ابطال
بعد مجرد پر کمر کس بیٹھے اور الٹی سیدھی دلیلین جانی شروع کردین اور یہ نہ سمجھے کہ اگر بعد نہوگا اور مکان جسم سطح جسم ہوگی تو فوقیت تحتیت
وغیرہ اوصاف جو اجسام کو لاحق ہوتے ہین بالعرض ہونگے اور پھر انکے لئے کوئی موصوف بالذات نہوگا اسلئے کہ موصوف بالذات اصلی سے
اسکا وصف ممکن الانفصال نہین ہوتا یہی وجہ ہی کہ خدا کے وجود کو زوال نہین ہان موصوف بالذات اضافی ہو تو بمقابلہ اپنے موصوف
بالعرض کے گو اسکو لازم کہہ سکتے پر اسکا وصف اسکے حق مین لازم ذات نہین ہوتا جو انفصال محال ہو یہی وجہ ہی کہ آئینہ کا نور اور کشتی
کی حرکت بمقابلہ زمین اور کشتی نشین ممکن الانفصال نہین یعنی یہ ممکن نہین کہ اگر زمین اور آئینہ کے درمیان کوئی حجاب آجاے
یا کشتی اور کشتی نشین مین علاقہ جلوس نرہے تو آئینہ سے نور جدا ہوکر زمین کیطرف سمٹ جاے یا حرکت کشتی اس شخص مین چلی جاے
جو کشتی سے علیحدہ ہوگیا ہی بلکہ جب ہوتا ہی معاملہ بالعکس ہی ہوتا ہی مگر بمقابلہ آفتاب آئینہ کا نور اور بمقابلہ محرکات اصلیہ کشتی وغیرہ کی
حرکت بیشک ممکن الانفصال ہی چنانچہ درصورت وقوع حجاب فیمابین آئینہ و آفتاب اور نیز درصورت انقطاع علاقہ تحریک محرکات
کشتی پھر نور تو آفتاب کی طرف چل دیتا ہی اور حرکت محرکات مین رہجاتی ہی غرض نہ آفتاب کا نور اس سے جدا اور نہ محرک اصلی یعنی
ارادہ کا تجدد جو اصل حرکت ہے اس سے منفصل ہوا البتہ جیسے آفتاب کا نور بوجہ حجاب مستور ہوجاتا ہی ارادہ کا تجدد بوجہ عدم مرادات
وغیرہ ظہور نہین کرتا اور اگر آفتاب منور اصلی نہین اور ارادہ محرک اصلی نہین تو جسکو منور اصلی اور محرک اصلی کہین گے اس مین

تحت کا تصور ضروری ہی ایسے ہی اپنے اور کشتی کے ساتھ ساحل وغیرہ کا تصور ضروری ہی کیونکہ قرب بعد اور یمین و یسار وغیرہ ہوجانا بھی اس آ
مین ویسا ہی ہی جیسا ابوت بنوت فوق و تحت وغیرہ الغرض خود حرکت محسوس نہین قرب بعد اور تبدل اوضاع محسوس ہی اور وہ ساحل کے
ملاحظہ اور تصور کا محتاج پھر اسکے ساتھ اپنا تصور اور اپنی جانب کا تصور بہ نسبت اور ونکے تصور کے کسیقدر ستر ہوا کیونکہ تصور والی کی طرح علم اور
تصور کا صدور ہوتا ہی اور جسکا تصور ہوتا ہی اُسپر اُسکا وقوع ہوتا ہی اور ظاہر ہی کہ جو مصدر ہو وہی محل وقوع ہو اور جو مبدا ہو وہی منتہا ہو
بدون انقلاب حرکت متصور نہین اور انقلاب حرکت کے لئے کوئی سبب تازہ اور محرک جدید چاہیئے اسلئے باعتبار حرکت صدور مصدر کا محل
وقوع ہوجانا اور مبدا کا منتہا بنجانا ممکن نہین یہی وجہ ہی کہ اپنے مخروط بصری یعنی قوت باصرہ سے خود اپنا چہرہ اور آنکھ نظر نہین آتی
ہان اگر آئینہ سامنے آجائے اور اسلئے مخروط بصری ٹکر کھا کر پھر گیند کی طرح پیچھے کو ہٹے اور حرکت منقلب ہوجائے تو البتہ چہرہ اور آنکھ
نظر آئے مگر یہ چہ بلا باد وقت سے خالی نہین اور قبیل حدوث سبب انقلاب یہ بات ممکن نہین مگر کشتی کے قصہ مین جبتک خیال کیجیے
اپنے تصور کا کوئی سبب نہین اسلئے سر دست تصور قرب و بعد و تبدل اوضاع مین ساحل ہی پر نظر پڑتی ہی اور سامان اُدھر ہی نظر
آتا ہی اور اسلئے وہی متحرک معلوم ہوتا ہی غرض اس وجہ غلطی اور اس یقین بے مزاحم کو نظر کیجیے تو پھر یہ بداہت حرکت ساحل بداہت
وہم ہی کہنے کے قابل ہی علی ہذا القیاس شعلہ جوالہ کا حال پہلے سے معلوم اور اُس علم کے مقابل اسکو وہم تک بھی نہین اسکے بعد
جو دائرہ آتشین محسوس ہوتا ہی تو اُسکی وجہ وجیہہ یہ ساتھ موجود یعنی وقت حرکت ایک جگہہ پر شعلہ کا تصور اور مشاہدہ ہوتا ہی تو وہ ہنوز ذہن
سے نکلنے نہین پاتا جو دوسری جگہہ شعلہ مذکورہ پہنچ جاتا ہی اور اسلئے چار و ناچار اُسکا تصور ذہن مین آتا ہی اور تصور سابق کے ساتھ ملکر
ایک صورت متصلہ بنجاتی ہی آخر کار رفتہ رفتہ حرکت مستدیرہ شعلہ کے باعث اسیطرح ایک دائرہ ذہن مین بنجاتا ہی اور اسوجہ سے
دائرہ محسوس ہوتا ہی الغرض اُس علم یقینی سابق کو جسکے پہلو مین کوئی مزاحم نہتھا جب اسطرح کے مشاہدہ کے ساتھ ملائیے تو پھر یہی کہنا
پڑتا ہی کہ یہ مشاہدہ غلط ہی اور یہ بداہت صحیح نہین بداہت وہمی ہی مگر اس مشاہدہ بعد مجرد مین یہ بات کہان نہ مشاہدہ مین کسیطرحکا
تردد ہی اور نہ کوئی مشاہدہ اور بداہت پہلے سے اسکے مخالف ہی اور نہ کوئی وجہ غلطی کی ساتھ لگی ہوئی ہی حرکت ساحل اور دائرہ آتشین
کے مشاہدہ مین اول تو پہلے سے مشاہدہ ہی مخالف ہے مشاہدہ اول اسپر شاہد ہی کہ نہ ساحل متحرک ہی اور نہ متحرک ہوسکے اور نہ دائرہ آتشین کا
وجود ہی دوسری وجہ غلط فہمی دونون جگہہ ساتھ ہی چنانچہ اول عرض کرچکا ہون اگر مشاہدہ بعد مجرد کو مشاہدہ حرکت ساحل اور مشاہدہ دائرہ
آتشین پر قیاس کرنا تھا تو اول مشاہدہ معارض کو جو پہلے ہوچکا ہو اور وجہ غلطی کو کہین سے لانا تھا مگر جو چیز ہو ہی نہین اسکو کوئی کہان
لائے اور وہ کہان سے آئے البتہ بہت کوئی چون و چرا کرے تو یہ کرے کہ جسم کا ذو ابعاد ہونا تو مسلم پھر بعد مجرد کو تسلیم کیجیے تو دو بعدونکا
اجتماع لازم آئیگا اور اسلئے تداخل غلط ہوجائیگا یعنی دو جسمونکا تداخل اگر ممتنع ہی تو اسیوجہ سے ممتنع ہی کہ تداخل ابعاد لازم آتا
اور وہ بالبداہت محال ہی یہی وجہ ہی کہ درصورت فرض بعد مجرد اُسکے ایک ٹکڑے کا دخول دوسرے ٹکڑے مین ہرگز ذہن مین نہین آتا
یہ خیال نہین صاحبو اُنکے ذہن مین جاگزین ہوسکتا ہی جو وہمی ہوتے ہین اور حقیقت حال کو نہین سمجھ سکتے اگر وہ بداہت احساس
کو بداہت وہم کہین تو دور نہین وہمیونکو یقینی باتین بھی وہمی نظر آتی ہین اور وہمی باتین اُنکے نزدیک یقینی بنجاتی ہین اسی طرح

وبرودت وغیرہ بالعرض وبالتبع یہی وجہ ہے کہ جملہ کی نسبت کا انقسام ممکن نہو سنہ ایک جملہ مین متعدد نسبتین ممکن ہوتین اس لحاظ سے ان حکماء نے خود بعد کو مکان نہ کہا بعد کی سطح مذکور کو مکان کہا مگر انکے توابع نے انکا مطلب نہ سمجھا در پئے انکار بعد ہولیے جس مشائین کے مذہب کا وہ خاکہ اڑا کہ کیا کہیئے یہ نہ سمجھے کہ انکا مطلب کچھ اور ہے اور وہ نہایت عجیب مضمون ہے جسکا انکار نہین ہو سکتا اور کیونکر ہو اس صورت مین وہ اعتراض واقع ہوسکتا ہے جو سطح جسم حاوی کے مکان ہونے پر واقع ہوتا تھا یعنی فوقیت وتحتیت کے لئے اس صورت مین موصوف بالذات ہاتھ آجائیگا ورنہ اس صورت مین فلک الافلاک کو مستثنے کرنا پڑیگا کہ اسکے لئے مکان اور حرکت مکانی نہین حالانکہ امکان حرکت مکانی عقل سلیم ہو تو مثل اجسام دیگر اس مین بھی موجود ہے خاص کر جب یہ لحاظ کیا جاے کہ بعد مجرد غیر متناہی ہے اور فلک الافلاک سے آگے موجود ہے چنانچہ انشاء اللہ عنقریب واضح ہو جائیگا رہی یہ بات کہ اگر بعد ہوگا تو غیر متناہی ہی ہوگا ورنہ بعد کے لئے ایک اور بعد ماننا پڑیگا جسکے اعتبار سے یہ کہہ سکین کہ یہانتک حد ہے کیونکہ یہان وہان وغیرہ ظروف مکانی کا اشارہ اس صورت مین جو بعد مذکور کی طرف ہو تو ہو ہی نہین سکتا ورنہ خود ہی ظرف خود ہی مظروف ہوگا اسلئے اور ہی بعد اس بعد مجرد کے لئے ماننا پڑیگا اور پھر اُس دوسرے بعد مین بھی یہی گفتگو کیجاویگی انجام کار یا تسلسل یا دور ماننا پڑیگا یا اُسکی یا کسی اور بعد کی لاتناہی کا اقرار کرنا پڑیگا مگر تسلسل اور دور بھی محال اور لاتناہی بھی محال اسلئے یہی بہتر ہے کہ اعتقاد بعد ہی سے باز آئیے اسکا جواب یہ ہے کہ تسلسل یا دور کے محال ہونے مین تو کچھ تامل نہین عقل سلیم بالبداہتہ انکے استحالہ پر گواہ ہے کیونکہ حاصل دور وتسلسل یہ ہوتا ہے کہ وصف بالعرض کے لئے کوئی موصوف بالذات نہین اور اسکا حاصل یہ ہوتا ہے کہ وصف بالواسطہ ہے پر واسطہ نہین یا یون کہیے عطاء غیر ہے پر غیر نہین اتنا فرق ہے کہ تسلسل مین یہ ہوتا ہے کہ یہ وصف یہان مثلاً وہان سے آیا اور وہان دوسری جگہہ سے آیا اور پھر وہان بھی کہین اور ہی سے آیا ہے اسیطرح الی غیر النہایۃ چلے چلو اور دور مین یہ ہوتا ہے کہ جس وصف کو اول ایک جگہہ کہیے اور اُسے مستعار مانیے وہان اُسی وصف کو یہان سے مستعار کہیے مثلاً یون کہیے کہ آب گرم مین حرارت آتش کا فیض ہے اور آتش مین آب گرم کا فیض ہے یا ایک دو یا زیادہ واسطے تجویز کرکے پھر اسیطرح اُلٹے چلیے مثلاً یون کہیے کہ آب گرم مین عطاء آتش ہے اور پتھر مین عطاء آب اور لوہے مین عطاء سنگ اور آتش مین عطاء آہن الحاصل تسلسل ہو یا دور دونون صورتون مین یہی ہوتا ہے کہ وصف بالعرض اور بالواسطہ اور عطاء غیر ہوتا ہے پر کسی بالذات اصلی اور واسطہ حقیقی اور اُس غیر کا پتا نہین ملتا جس سے یہ سلسلہ چلا اور ظاہر ہے کہ یہ صورت بالبداہتہ محال ہے اور کیون نہو جب عطاء غیر اور بالواسطہ اور بالعرض کہا تو اُسوقت اُس غیر اور اُس واسطہ اور کسی موصوف بالذات کا اقرار کر لیا پھر جب تسلسل اور دور کا اقرار کیا تو ان سب سے انکار کر دیا اور اجتماع النقیضین کا اقرار کر لیا الغرض دور اور تسلسل تو بالضرورۃ محال پر قطع نظر تسلسل سے لاتناہی کا بطلان اُنہین صاحبونکے خیال مین آسکتا ہے جنکے خیال مین اصل حال نہین آسکتا ورنہ جنکو خداوند عالم نے فہم رسا عطا کیا ہے اُنکو یہ بات بالبداہتہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر متناہی کے لئے ایک غیر متناہی چاہیئے وجہ اسکی بالاجمال تو پہلے عرض کر چکا ہون اب کسیقدر تفصیل کے ساتھ عرض کرتا ہون سُنیئے جس بناء پر مقید کے لئے مطلق کی ضرورت ہے اسی بناء پر متناہی کو غیر متناہی کی طلب ہے اگر مقید کو مطلق کی اسلیے ضرورت ہے کہ تقیید ایک تقطیع کا نام ہے اور تقطیع کے لئے اول کوئی چیز وسیع چاہیے جسمین سے بقدر قید

یہ بات ہوگی ورنہ موصوف اصلی سے اگر اُسکا وصف منفصل ہوسکے تو خدا کا وجود بھی ممکن الانفصال ہوگا غرض موصوف بالذات خود مقتضی وصف ذاتی ہوتا ہی اُسکا وصف اُسکے حق مین خانہ زاد اور اُسکا معلول ہوتا ہی اور اسلیئے انفصال ممکن نہین ہوتا اور ادھر یہ بات بدیہی اور متفق علیہ تمام عقلا ہی کہ ہر وصف بالعرض یعنی مستعار کے لئے وصف ذاتی یعنی خانہ زاد چاہیئے اور کیون نہو مستعیر اور عاریت کے لئے معطی اور مالک کی ضرورت ہی اسصورت مین اگر مکان جسم سطح جسم حاوی ہوگی تو فوقیت و تحتیت وغیرہ اوصاف اجسام کے لئے جو بدلالت انفصال بالیقین بالعرض ہین کوئی موصوف بالذات نہوگا کیونکہ جب تمام اجسام قابل الحرکت اور اُنکے سطوح حرکت و سکون مین اُنکے تابع اسلیئے نہ کیسیکی فوقیت لازم ذات ہوسکتی ہی نہ کیسیکی تحتیت لازم ذات ہوسکتی ہے جسم فوقانی اگر بوجہ حرکت تحت مین آجاے اور جسم فوقانی تحت مین چلا جاوے تو اسصورت مین اجسام اور سطوح دونون کی فوقیت اور تحتیت زائل ہوجائیگی اور دونون مین سے کیسیکی نسبت بھی یہ نہ کہہ سکین گے کہ یہ موصوف بالذات ہی اور فوقیت و تحتیت اُسکے حق مین خانہ زاد ہین اور بالذات ہین اور دوسرے کے حق مین بالعرض اور مستعار بلکہ دونون کے دونون نہ نسبت فوقیت و تحتیت موصوف بالعرض ہونگے مگر باینہمہ اس وصف بالعرض کے لئے کوئی موصوف بالذات نہوگا اور ظاہر ہی کہ ایسی پوچ بات ایسے ایسے حکماے نامدار سے سرزد نہین ہوسکتے اور نہ ایسی باتین ایسے عاقلوں کے مُنھ پر پھبتی ہین ہان اگر سطح حاوی سے سطح بعد حاوی مراد لیجاے تو پھر کوئی خرابی لازم نہین آتی بلکہ اور ایسی خوبی نکل آتی ہی جسکے لحاظ سے اس قول کو اگر یون کہا جاے کہ آب زر بباید نوشت تو بجا ہی مگر یون کہیئے تو پھر بعد مجرد سے بھی انکار نہین ہوسکتا بلکہ اقرار سطح بعد حاوی خود مستلزم اقرار بعد ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ اشراقیین و متکلمین کے طور پر تو مکان ہر جسم بعد کا اتنا ہی ٹکڑا ہوگا جسمین وہ سمایا ہوا ہو اور مشائین کے طور پر موافق گذارش احقر وہ سطح موہوم مکان جسم ہوگی جو بعد محیط یعنی بعد حاوی کے باطن اور مقعر مین مطابق شکل اجسام ایک سطح متوہم ہوگی اور ظاہر ہی کہ جیسے بعد مجرد اور بعد مذکور کے قطعات کو حرکت ممکن نہین ایسے ہی اُنکے سطوح کو بھی حرکت ممکن نہین اور اسلیئے اُنکی فوقیت اور تحتیت وغیرہ اوصاف مدام بحال خود رہتے ہین اور کبھی کسیطرح اُنسے منفصل نہین ہوسکتے مگر ہر چہ بادا باد ان سطوح کا اقرار خود مستلزم اقرار بعد ہی فرق ہوگا تو اتنا ہوگا کہ بعد اور قطعات بعد قابل انقسام ہین چنانچہ ظاہر ہی اور اسوجہ سے وہ اوصاف جو کسیطرح نہ بالذات منقسم ہوسکین نہ بالعرض اُنکو لاحق نہین ہوسکتے کیونکہ اس صورت مین اُن اوصاف کا انقسام بہ تبعیت انقسام بعد بالعرض لازم آئیگا اور اشکال مقعر بعد حاوی جسکو سطح بعد حاوی بھی کہہ سکتے ہین چونکہ قابل انقسام نہین اوصاف مذکورہ اُنکو لاحق ہوسکتے ہین وجہ عدم انقسام اشکال تو یہ ہی کہ اگر کسی شکل کو توڑ دیتے ہین تو پھر وہ شکل باقی نہین رہتی اجزاء حاصلہ پر اطلاق شکل درست نہین ہوتا دائرہ کے دو ٹکڑے کردو تو پھر دائرہ نہین رہتا دو قوسین ہوجاتی ہین اگر انقسام ہوتا تو شکل اول کا اطلاق اُسپر بالضرور درست ہوتا کیونکہ اقسام پر صدق مقسم ضروری ہی الحاصل سطوح باطن بعد حاوی چونکہ از قسم اشکال ہین چنانچہ مطابق اشکال اجسام ہونا اُسپر شاہد ہی قابل انقسام نہین ادھر فوقیت و تحتیت وغیرہ جو بالاتفاق مکان کے اوصاف ذاتی ہین اور اجسام کے حق مین بالبداہتہ بالعرض منجملہ اضافیات چنانچہ ظاہر ہی اور یہ بھی ظاہر ہی کہ اضافیات از قسم نسبت ہوتے ہین اور یہ بھی ظاہر ہی کہ نسبت کسیطرح قابل انقسام نہین نہ بالذات نہ مثل حرارت

مبدأ و منتہی کا لحاظ لیجیے تو مسافت تو درکنار خود حرکت مین بھی اور جہتین نکل آتی ہین چنانچہ کرہ کی حرکت وضعی کو دیکھیے تو ظاہر ہی کہ مسافت بلکہ متحرک کے ہر ہر جزو مین حرکت موجود ہی کہ بعد انقسام سواے طول حرکت اور ہی اطراف مین ہی سو یہی حال زمانہ کا سمجھیے آخر وہ بھی منجملہ حرکات ہی بایں ہمہ بعد خود ایک ایسی چیز ہی کہ اگر متناہی بھی ہو تب بھی اسمین حرکت کی کوئی صورت نہین وہ طرف حرکت ہی اگر خود اسکو متحرک کہیے تو اسکے لئے کوئی اور طرف حرکت کہین سے لانا پڑیگا جسکا انجام یہ ہوگا کہ بعد کے لئے اور دوسرا بعد ہی اور پھر اس بعد مین بھی یہی گفتگو ہوگی رہا برہان سلمی اسمین بھی یہی دھوکا اور غلطی ہوتی ہی مطلب یہ ہی کہ انحصار بین الحاصرین المتناہیین خواص متناہی مین سے ہی مگر کسی زاویہ کی دونون ساقونکو اگر الی غیر النہایۃ بڑہاتے چلے جائین تو انکے درمیان کا فاصلہ اگر غیر متناہی نہو تو وہ دونون متناہی ہو جائین غیر متناہی نرہین کیونکہ اس صورت مین اس فاصلہ کی دونون سرونپر دونون ساقونکا انتہا ہو جائیگا الحاصل دونون ضلع اگر متناہی ہونگے تو بیچ کا فاصلہ بھی متناہی ہوگا اور دونون غیر متناہی ہونگے تو بیچ کا فاصلہ بھی غیر متناہی ہوگا متناہی نہوگا علی الاطلاق یون نہین کہ بیچ مین جو چیز ہوگی وہ متناہی ہوگی جن صاحبونکو یہ شبہہ پڑا ہے انکے ذہن مین وہی ایک صورت انحصار بین المتناہیین کی جمی ہوئی ہی اور اسلئے انحصار بین المتناہیین کا تصور اگر انکو ہوتا ہی تو اسی پیرایہ مین ہوتا ہی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ احاطہ غیر متناہی تو بوجہ لاتناہی ذہن سے ممکن نہین اور انحصار بین المتناہیین بارہا مشہود ہوتا رہتا ہی سو جیسے خدا کو تصور کرتے ہین تو اپنے محسوسات ہی کے پیرایہ مین اسکا تصور آتا ہی ایسا ہی انحصار بین الغیر المتناہیین کا تصور آتا ہی تو انحصار بین المتناہیین ہی کے تصور مین آتا ہی مگر جب انکے نزدیک انحصار اسی ایک انحصار مین منحصر ہی تو پھر انکی تسلی کی یہی صورت ہی کہ یون کہیے غیر متناہیونکے بیچ مین انحصار ہی نہین ہوتا اسلئے کہ انحصار تو جب متحقق ہو جب کوئی امتداد تصور مین آئے اور اسکی دو نہایتین سطور پر سمجھ مین آئین کہ ایکطرف ایک چیز رکی ہوئی ہو اور ایکطرف ایک مگر ظاہر ہی کہ اسصورتمین وہ دونون بھی اس رکاوٹ اور روک کی حد تک متناہی ہی ہونگی الغرض انحصار اسکا نام ہی اور یہ بات اس صورتمین پائی ہی نہین جاتی جس صورت مین دونوان طرفین غیر متناہی ہون علی ہذا القیاس اور براہین ابطال لاتناہی کو خیال فرما لیجیے انمین بھی اسی قسم کا دھوکہ ہوا ہی علاوہ برین مفہوم لاتناہی اگر بذات خود عند العقل باطل ہی تب تو کوئی لاتناہی بھی صحیح نہین ہو سکتی نہ معلومات خداوندی غیر متناہی رہین نہ مقدورات خداوندی اور ممکنات غیر متناہی ہوسکین نہ اعداد کا سلسلہ الی غیر النہایۃ چل سکے نہ زمانہ کی چال الی غیر النہایۃ ہو سکے کیونکہ زمانہ اور اعداد کی لاتناہی کے لئے بھی کوئی غیر متناہی بالفعل چاہیے جسکے اعتبار سے مفہوم لاتقف عند حد صحیح ہو سکے آخر حاصل لاتقف عند حد تو یہی ہی کہ حرکت زمانہ یا حرکت اعتبار و تعقل اعداد کا کوئی انتہا نہین سو امکان حرکت الی غیر النہایۃ بے مسافت غیر متناہیہ موجودہ بالفعل متصور نہین بالجملہ یہ سب لاتناہیان مسلم ہین اور ان سب مین غیر متناہی بالفعل ماننا پڑتا ہی اس صورت مین اگر نفس مفہوم لاتناہی کو باطل کہیے تب تو یہ سب قصے غلط ہو جائین اور اگر نفس لاتناہی باطل نہین یعنی امتناع ذاتی نہین امتناع بالغیر ہی تو امکان لاتناہی پہلے مسلم ہوگا کیونکہ امتناع بالغیر مین امر ممتنع بذات خود تو ممکن ہوتا ہی اور وہ غیر ممتنع بالذات اسکے اقتران سے اس ممکن بالذات مین امتناع ایسی طرح آجاتا ہے جیسے

قطع کر لیجیے تو متناہی مین بھی یہی تقطیع ہوتی ہے اُسکے لئے بھی غیر متناہی کا ہونا ضرور ہوگا علاوہ برین متناہی کے معنی یہی ہین کہ یہ چیز یہانتک ہی اور یہانتک ہے اور اس سے آگے اور اس سے زیادہ نہین اور ظاہر ہی کہ یہ کہنا کہ آگے نہین اور زیادہ نہین در پردہ اسکا مقر ہی کہ کوئی چیز ایسی ہی جسکو آگے اور زیادہ کہتے ہین اور چونکہ یہ بات ہر متناہی مین ہی کتنا ہی بڑا کیون نہو اور کتنا ہی زیادہ کیون نہ تجویز کرین تو پھر خواہ مخواہ ایک غیر متناہی ماننا پڑیگا ہان اگر کسی متناہی مین یون نہ کہہ سکتے تو پھر اور متناہیون کے لئے وہ متناہی اس قول کا صحیح ہو سکتا اور اسلئے خواہ مخواہ متناہی کے لئے غیر متناہی ضرور ہوتا اور یہ ایسی بات ہی کہ بعد استماع سوا غبی یا کج فہم کوئی اسکا منکر نہین ہو سکتا بلکہ یہ مضمون دلنشین کے استماع کے بعد مخالفت دلائل ابطال لاتناہی ایسی ہی جیسے بعد مشاہدہ طلوع و غروب گھڑی و گھنٹے وغیرہ آلات حساب اوقات کی مخالفت جیسے بعد مشاہدہ چشم گھڑی وغیرہ کی مخالفت قابل اعتبار نہین ہوتی ایسے ہی مضامین دلنشین کے بعد دلائل کی مخالفت قابل اعتبار نہین ہوتی غرض بالائی شبہات سے مضامین اولیہ اور یقینیہ مین تامل نہین ہو سکتا اور اسلئے اسکی ضرورت نہین کہ دلائل ابطال لاتناہی کو باطل کیجے پر بغرض مزید توضیح وہ باتین بھی عرض کیے دیتا ہون جنسے دلائل ابطال کا از قسم مغالطہ ہونا ثابت ہو جاے اور بالائی شبہے بھی دل سے جائین اسلئے یہ عرض ہی کہ دلائل ابطال لاتناہی کا حال کچھ نہ پوچھیے غیر متناہی مین خواص متناہی تجویز کر کے غیر متناہی کو باطل کیا جاتا ہی اگر فہم خداداد ہو تو یہ معلوم ہو جاے کہ اُن دلائل سے اگر باطل ہوتا ہی تو متناہی کا غیر متناہی ہونا باطل نہین ہوتا برہان تطبیق اور برہان مسامتت مین تو غیر متناہی کے لئے حرکت تجویز کیجاتی ہی اور ظاہر ہی کہ حرکت منجملہ خواص متناہی ہی جہت لاتناہی مین کسیطرف کو حرکت ممکن نہین وجہ اسکی یہ ہی کہ اگر کسی چیز کو حرکت عارض ہوگی تو بالضرور ایک مبدأ حرکت ہوگا اور ایک منتہی اور ظاہر ہے کہ مبدأ اور منتہی بے تناہی متصور نہین الغرض حرکت خود خواص متناہی مین سے ہی غیر متناہی مین حرکت متصور نہین ہان یہ شبہہ ہو سکتا ہی کہ غیر متناہی کی حرکت اگر محال ہوگی تو لاتناہی کی سمت مین یا اُسکے مقابل مین محال ہوگی سو دائین بائین کو تو اس تقریر کے موافق محال نہوگی کیونکہ اسطرف لاتناہی ہی نہین جو مبدأ و منتہی کا ہونا محال ہو اور ظاہر ہی برہان مسامتت مین یہی صورت ہے مگر اس شبہہ کا جواب یہ ہو سکتا ہی کہ اس صورت مین بھی بنظر انصاف وہی خرابی موجود ہی کیونکہ جب ایک نقطہ کا متعین ہو جانا اُسکی ہر سمت کو اسطرف سے متناہی بنا دیتا ہے علاوہ برین زمانہ اور حرکت اور مسافت باہم مطابق یکدیگر ہوتی ہین مسافت مثل زاویہ غیر متناہی الساقین ایکطرف سے غیر متناہی اور ایکطرف سے متناہی بطور تثلیث ہوگی تو حرکت اور زمانہ مین بھی تثلیث ہوگی اور ایک طرف سے تناہی اور لاتناہی انمین بھی ہوگی اور اسلئے قطع جانب لاتناہی زمانہ کی لاتناہی کی جانب مین لازم آئیگا یہ نہوگا کہ مسافت غیر متناہی زمانہ متناہی مین قطع کیگئی جو کچھ خرابی لازم آئی باقی رہا یہ خیال کہ زمانہ کی کل دو طرفین ہین ماضی و مستقبل تثلیث وغیرہ تقطیعات تو جب متصور ہون جبکہ اور جہات بھی ہون گو یہ خیال باعتبار آمد و شد زمانہ تو درست کیونکہ اس اعتبار سے وہ منجملہ حرکات ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق بقدر ضرورت انشاء اللہ آگے آتی ہی اور ظاہر ہی کہ حرکات کے لئے باعتبار آمد و شد یہی دو جہتین ہوتی ہین جنکو جہت مبدأ و منتہی کہیے اور اس حرکت ہی کے لحاظ سے مسافت مین بھی انہین دو جہتون مین انحصار ہوتا ہے مگر اس آمد و شد

پر وہان ابھار ہو تو یہان گہراؤ ہو اس انعکاس کے باعث کہ باوجود اتحاد صورت وہان ابھار ہے تو یہان گہراؤ ہی ایک کو قالب اور دوسرے کو مقلوب کہتے ہین اگر یہ انقلاب اور انعکاس نہوتا تو یہ نام بھی نہوتا مگر یہی انعکاس اور انقلاب یہان موجود ہی تفصیل اسکی یہ ہی کہ تعبد تذلل کو کہتے ہین عبد کی جانب سے تذلل ہوتا ہی اسلئے اسکو عبد کہتے ہین اور چونکہ معبود کے لئے تعظیم ہوتی ہی اور اُسکے سامنے ہوتا ہے تو اسکو معبود کہتے ہین مگر بنا اس تذلل کی یہ ہوتی ہی کہ عبد کی جانب احتیاج اور معبود کی جانب استغنا ہوتا ہی سو احتیاج کی بنا عدم پر ہی اور اسلئے اس فرق استغنا و احتیاج کا حاصل یہ ہوگا کہ جو یہان نہین وہ وہان ہی اور جو وہان ہے یہان نہین اگر ہے تو اُسکے مقابل کوئی مفہوم عدمی ہی مثلاً وہان وجود ہے تو یہان عدم ہی وہان علم ہے تو یہان جہل ہی وہان قدرت ہی تو یہان عجز ہے علے ہذا القیاس اور صفات کو خیال فرمائیے مگر جیسے بعد لحاظ قابلیت جہل عدم العلم کو کہتے ہین اور عجز عدم القدرت کو تو حاصل مدعا یہ ہوگا کہ علم اور جہل اور قدرت اور عجز وغیرہ متقابلات ایک شکل پر ہین فقط فرق وجود و عدم ہے یعنی جب جہل کی جانب اور عجز کی طرف قابلیت شرط ہوئی اور پھر عدم العلم اور عدم القدرت ہوا تو پھر عجز اسکے اور کیا صورت ہوگی کہ صورت تو وہی ہی پر علم اور قدرت کی طرف جوف شکل بہی ہی اور جہل اور عجز کی طرف جوف شکل اور شکم صورت خالی ہی اور اسیوجہ سے اُسکو قابل کہتے ہین کیونکہ قبول کے لئے یہ ضرور ہی کہ کسی شے کی شکل وصورت ہو اور پھر وہ چیز نہو سو یہ قصہ بعینہ ایسا ہی جیسا قالب و مقلوب مین ہوتا ہے قالب مین صورت ہوتی ہی ذو صورت نہین ہوتا مگر جیسے ہر مقلوب اپنے قالب مین آسکتا ہی ایسے ہی علم اپنی ہی صورت مین آئیگا اور قدرت اپنی ہی صورت مین اور اسلئے یون کہنا پڑیگا کہ یہ صورت اُسکے لئے قابل ہے اور وہ اُسکے لیے قابل ہی الحاصل متقابلات مذکورہ مین باوجود اتحاد شکل فرق وجود و عدم ہوتا ہے سو یہی قالب اور مقلوب مین ہوتا ہی اور کیا ہوتا ہی مقلوب کی جانب شکم صورت و شکل پر ہوتا ہی اور قالب کی جانب جوف یعنی شکم صورت خالی اسلئے خواہ مخواہ اس بات کا تسلیم کرنا پڑیگا کہ عبد اور معبود مین اُسی قسم کا اتحاد ہے جو قالب اور مقلوب مین ہوتا ہی اور اُسی قسم کا فرق ہی جس قسم کا فرق قالب اور مقلوب مین ہوتا ہی مگر وہ اتحاد تو اتحاد شکل وصورت ہے اور وہ فرق ذو شکل وصورت کے وجود و عدم کا فرق ہی اسلیے عبد کامل کو یہ ضرور ہی کہ معبود کی شکل کامل رکھتا ہو اور عبد ناقص کو یہ لازم ہے کہ وہ شکل اُس مین ناقص ہو اگر کوئی قالب پورا ہی تو اُسمین شکل مقلوب بھی کامل ہے اور قالب ناقص ہی کسی طرف سے ٹوٹا پھوٹا ہے تو شکل مقلوب بھی اس صورت مین اُسمین ناقص ہوگی پھر جب معبودیت کے اُن دونون مرتبونکو یاد کیا جاوے جن مین سے ایک کا نام مرتبہ محبوبیت ہمنے رکھا تھا اور ایک کا نام مرتبہ حکومت اور اُسکے ساتھ یہ بھی یاد کیجیے کہ اول مرتبہ مین اول ہے اور دوم اُس سے مرتبہ مین دوم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمقابلہ مرتبہ اول عبد کامل ہین تو پھر یہ بات خواہ مخواہ دلنشین ہو جائیگی کہ حقیقت محمدی وہ شکل مرتبہ محبوبیت پر ہے ایسے طور پر جیسے قالب کی شکل ہوا کرتی ہی جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو اب یہ گذارش ہی کہ خانہ کعبہ کو اگر بیت اللہ کہتے ہین تو باین نظر کہتے ہین کہ وہ تجلی گاہ مرتبہ محبوبیت ہی اور اسلئے شرف کعبہ وہ شکل ہوگی جو باعتبار انعکاس اُسکے باطن مین مطابق شکل مرتبہ محبوبیت پیدا ہوگی اور اسوجہ سے شکل باطن کعبہ کو مرتبہ عکس مذکور کے ساتھ وہی نسبت فیما بین قالب و مقلوب ہوگی اور اس لحاظ سے خانہ کعبہ کا بیت اللہ ہونا اسی اعتبار سے ہوگا کہ اُسکی شکل باطن عکس مذکور کو محیط ہی اور عکس مذکور کے حق مین بمنزلہ ظرف ہے یعنی وہ ظرفیت اور

آفتاب سے زمین مین نور اور آتش سے آب گرم مین حرارت جیسے زمین بذات خود ظلمانی اور آفتاب بذات خود یعنی بیواسطہ غیر نورانی ہے یا آب بذات خود سرد اور آتش بذات خود یعنی بیواسطہ غیر گرم اور پھر آفتاب سے زمین مین نور اور آتش سے آب مین حرارت آجاتی ہے ایسے ہی ممتنع بالذات تو بذات خود ممتنع اور ممکن بالذات بذات خود ممکن اور پھر اُس ممتنع بالذات کا امتناع اُس ممکن بالذات مین آجاتا ہی پر جیسے زمین کی ظلمت آفتاب مین اور پانی کی سردی آتش مین نہین جاتی ایسے ہی ممکن کا امکان ممتنع مین نہین جاتا اور وجہ اُسکی یہی ہی کہ موصوف بالذات مین وصف ہوتا ہی اور قابل مین وصف نہین ہوتا بلکہ عدم الوصف ہوتا ہی اسلئے اسکا نام قابل ہوا یعنی اپنے اندر وصف نہ تھا تو اورونکا وصف قبول کیا اور لیا ورنہ استغنا ہوتا اور قبول مین اجتماع المثلین لازم آتا غرض امکان بمعنی قابلیت ہی وصف وجوب و امتناع کو وہ قبول کر لیتا ہی اور یہی کل دو وصف ہین انکے سوا جو ہے وہ انہین کے نیچے داخل ہی اور اپنے اندر ممکن کے حساب سے یہ دونون نہین ہوتے بالجملہ اگر لاتناہی بذات خود ممکن ہے اور کسی ممتنع بالذات کے اقتران سے اُسمین امتناع آجاتا ہی تو یہ بات ہمارے مدعا کے مخالف نہین ہان موافق ہی ہم بھی یون کہتے ہین کہ ابعاد متحرکہ یا قابل الحرکۃ غیر متناہی نہین ہوسکتے کیونکہ حرکت غیر متناہی جہت لاتناہی مین یا لاتناہی کیطرف سے ممتنع بالذات ہی چنانچہ پہلے معلوم ہوچکا اسی ممتنع بالذات نے اجسام مذکورہ کی لاتناہی کو ممتنع بنادیا ہی ورنہ نفس لاتناہی ممتنع نہین ممکن ہی مگر بعد مجرد مین حرکت کو دخل ہی نہین چنانچہ اوپر عرض کرچکا ہون اسلئے لاتناہی کا امتناع بعد مجرد مین ممکن نہین الحاصل نہ بعد مجرد ممتنع ہی نہ اُسکی لاتناہی ممتنع ہی وہ بھی ممکن بلکہ یقینی اور اُسکی لاتناہی بھی ممکن بلکہ ضروری ہی ورنہ حسب بیان سابق اُسکے اوپر کوئی اور غیر متناہی ملنا پڑیگا جسکے اعتبار سے یون کہہ سکتے ہین کہ یہانتک ہے اور اس سے آگے نہین اور چونکہ یہان وہان آگے پیچھے وغیرہ مضامین اشارات اور مفہومات بعد ہین تو بعد کے لئے اور بعد لازم آئیگا اور یہ بات ایسی ہی کہ کوئی عاقل اسکو تسلیم نہین کرسکتا بااینہمہ اس صورت مین بعد کو متحرک یا قابل الحرکۃ کہنا پڑیگا اور یہ بداہت امتناع حرکت غلط ہوجائیگی مگر کون نہین جانتا کہ بعد مجرد مین حرکت ممکن نہین اور اسلیے اُسمین تخرق و التیام متصور نہین مگر جب تخرق و التیام اور حرکت نہین تو اُسکے لئے اور بعد بھی نہین اور دوسرا بعد نہین تو پھر وہ غیر متناہی بھی ضروری ہوگا یہی وجہ ہی کہ اجسام کو تصور کیجیے تو کوئی نکوئی حد ذہن مین ساتھ آتی ہی اور بعد کو تصور کیجیے تو اگر حد بھی لگادین تب بھی ذہن آگے چلتا ہی اور پابند حد نہین رہتا یہ قصہ تو ہوچکا اب باوجود فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسبت خانہ کعبہ اُسکی طرف انکے سجدہ کی وجہ بھی بیان کر دیجیے سُنیے وزیر اعظم سے بڑھ کر کسیکا رتبہ نہین ہوتا بعد رتبہ شاہی اگر اُسکے رتبہ کو کہیے تو بجا ہی مگر بااینہمہ اُسکی آستانہ بوسی سے کوئی یون نہین سمجھتا کہ بعد رتبہ شاہی رتبہ آستانہ ہی رتبہ وزیر اُس سے کم ہی سو جو بات آستانہ بوسی وزیر مین ہوتی ہی وہی بات سجدہ محمدی مین ہی حضرت محمد عربی بمنزلہ وزیر اعظم ہین اور خانہ کعبہ بمنزلہ آستانہ شاہی اور کیون نہو یہ بیت اللہ ہی تو وہ حبیب اللہ اور حبیب اللہ اور بیت اللہ مین جسقدر فرق ہونا چاہیے وہ خود ظاہر ہی بلکہ بعد غور یون معلوم ہوتا ہی کہ مابہ الافتخار کعبہ جسکو اپنی اصطلاح مین حقیقت کعبہ کہیے مابہ الافتخار محمدی کا ظل اور پرتو ہے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ جو فرق غالب و مغلوب مین ہوتا ہی وہی فرق عبد و معبود مین ہی اور جو اتحاد وہان ہوتا ہی وہی اتحاد یہان ہوتا ہی الغرض وہ مفہوم انقلاب جو فیما بین غالب و مغلوب ہونا چاہیئے اس بات کو مقتضی ہی کہ صورت تو دونون کی ایک ہو

مین اختلاف ہوجاتا ہی لیکن باعث دور اندیشی بیشتر تجربہ ہوا کرتا ہی اسلئے پچھلے انبیاء اور پچھلے علماء نسبت سابقین زیادہ دور اندیش ہوا کرتے ہین علماء کی نسبت تو یہ بات ہر کوئی تسلیم کرسکتا ہی پر انبیا کی نسبت شاید اس خیال کو ایک خیال غلط سمجھین اسلئے یہ عرض ہی کہ جب باوجود کم فہمی امت عمل کے واسطے فقط بیان کلیات اور احکام کافی ہی یہہ نہین کہ ہر عمل کے وقت انبیاء کرام تعلیم کے لئے آیا کرین تو انبیاء کرام تو بڑے ہی عالی فہم ہوتے ہین اُنکے واسطے یہ بات کیونکر کافی نہوگی مگر جیسے باوجود ظہور آفتاب بوجہ تفاوت ابصار آفتاب کے دیدار مین تفاوت رہتا ہی ایسے ہی باوجود وضوح بیان خداوندی وکفایت تصریح پہر اُسکے سمجھنے مین فرق ہوتا ہی البتہ جیسے باوجود فرق ادراک آفتاب پھر ہر کسیکو آفتاب ہی کی صورت نظر آتی ہی یہ نہین کہ کسیکو آفتاب نظر آئے اور کسیکو کچھ اور ایسے ہی باوجود تفاوت فہم پھر ہر کسیکو خدا ہی کا مطلب سمجھ مین آئیگا یہ نہین کہ کوئی نبی مطلب اصلی سمجھے اور کوئی کچھ اور الغرض وجہ استبعاد مذکور فقط یہ تھی کہ انبیاء کیطرف احتمال غلط فہمی درباره ارشادات خداوندی نہین ہوسکتا ورنہ راہ حق معلوم ہونیکی پھر کوئی سبیل نہین اور اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ باوجود تفاوت معلوم غلط فہمی نہین ہوتی پھر کیا استبعاد اور کیا تامل رہا جب یہ مقدمہ معلوم ہوگیا تو اب دوسرا مقدمہ عرض کرتا ہون کسی شے کا ظہور دوسری شے مین دو طرح متصور ہی ایک تو یہ کہ شے اول کی صورت دوسری شے مین منعکس معلوم ہو جیسے آئینہ مین ہوا کرتا ہی دوسرے یہ کہ ایک شی کا وصف دوسری شے مین آجاوے جیسے آفتاب کا نور چاند مین کواکب مین ذرات مین زمین و آسمان مین آجاتا ہی یا جیسے آتش کی حرارت پانی مین ہوا مین کھانے مین پینے مین آجاتی ہی قسم اول کو ہم اپنی اصطلاح مین ظہور جمال کہتے ہین اور قسم ثانی کو ظہور کمال مگر یہ بات ملحوظ خاطر ناظرین اوراق رہے کہ قسم اول مین فقط صورت کا ہونا چاہئیے وہ صورت اچھی ہو یا بُری اور قسم ثانی مین وصف کا ہونا چاہئیے وہ وصف اچھا ہو یا بُرا ہو غرض لفظ جمال وکمال کو دیکھکر کوئی صاحب دھوکا نکھائین اصطلاح مین معنی لغوی یا عرفی کی پابندی ضرور نہین گو اس بحث مین معنی عرفی اور لغوی کے ملفوظ رکھنے مین کچھ حرج نہین کیونکہ اصل خدا کے ظہور جمال اور ظہور کمال کے احکام کا بیان کرنا ہی اور ظاہر ہی کہ وہان جمال اور کمال دونون باعتبار معنی لغوی وعرفی پورے پورے ہین جب یہ بات ذہن نشین ہوچکی تو اب یہ گذارش ہے کہ خدا کے یہان بھی دونون ظہور ہین جمال کا حال اور اُسکی کیفیت اور محل ظہور تو مفصل معلوم ہوچکی یعنی بیت اللہ اور بیت المقدس مین بانوجہ کہ انطباع صورت محبوبیت وصورت حکومت ہی ظہور جمال خداوندی کا اقرار لازم ہی بالخصوص خانہ کعبہ مین ظہور تو ہر طرح سے ظہور جمال ہی ہی کیونکہ وہ محل انطباع صورت جمیل ہی چنانچہ پہلے مشرح معلوم ہوچکا رہا ظہور کمال ہر چند اُسکے ثبوت کے مضامین بھی معروض ہوچکے ہین مگر چونکہ بغرض اثبات ظہور کمال معروض نہین ہوے تو اب تصریح لازم ہوئی۔ سُنئیے مکرر سکرر یہ بات عرض کرچکا ہون کہ مخلوقات مین جو کچھ ہی وہ خدا کی عطا ہی وجود سے لیکر آخر تک کوئی صفت وجودی مخلوقات مین خانہ زاد نہین مگر یہ ہی تو پھر تمام کائنات مین ظہور کمال خداوندی ہوگا اتنا فرق ہی کہ بوجہ فرق قابلیت کہین کسی صفت کا زیادہ ظہور ہوگا کہین کسی صفت کا کم مثال مطلوب ہو تو مین پہلے عرض کرچکا ہون کہ آئینون مین نور آفتاب زیادہ آتا ہی اور آئینون سے بھی آتشین شیشہ مین حرارت آفتاب زیادہ آتی ہی سو یہ فرق قابلیت

احاطہ جو بیت میں ہونا چاہیے بیت اللہ میں بطور مذکور ہے غرض حقیقت بیت اللہ یا یون کہیے حقیقت کعبہ وہ شکل باطن ہی جو نسبت عکس تجلی اول بمنزلہ قالب ہے کیونکہ خانہ کعبہ کا مسجود الیہ ہونا یا بیت اللہ ہونا اُسی صورت کے اعتبار سے ہی مگر اس صورت مین جیسے عکس واقع فی الکعبہ پرتوہ تجلی اول ہی شکل محیط عکس جو مصداق بیت اللہ ہی پرتوہ شکل محیط تجلی اول ہی ہوگا لیکن اسکا حال معلوم ہوچکا کہ وہ حقیقت عبد کامل ہی مگر مصداق عبد کامل پہلے معلوم ہوچکا ہی کہ وہ ذات حمیدہ صفات حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور اسلئے اس بات کا تسلیم کرنا لابدی ہی کہ حقیقت کعبہ پرتوہ حقیقت محمدی ہی اور اسوجہ سے اعتقاد افضلیت حقیقت محمدی بہ نسبت حقیقت کعبہ ضروری ہی باقی رہا استقبال ہر چند اسکا جواب ظاہر ہی جو دفع استبعاد کے لئے کافی ہو عرض کرچکا ہون یعنی ایسے جیسے آستانہ بوسی وزیر مستلزم افضلیت آستانہ نہین ایسے ہی استقبال کعبہ مستلزم افضلیت کعبہ نہین ہوسکتا حقیقۃ الحال یہ ہی کہ درحقیقت استقبال کعبہ حقیقت کعبہ نہین ہوتا بلکہ وقت عبادت جسمانی بضرورت حضور جسکی ضرورت اول معلوم ہوچکی ہے استقبال عکس کی اسلئے ضرورت پڑتی ہی کہ مرتبہ تجلی اول وثانی حضور جسمانی کے قابل نہین اور عکس مراتب مذکورہ جو لاحق حضور جسمانی ہین بطور معروض عین مرتبہ تجلی مذکور مین اس صورت مین حقیقت مین استقبال عکس مذکور جو بمنزلہ قلوب ہی منظور ہوتا ہی اور بضرورت مجبوری استقبال حقیقت کعبہ جو بمنزلہ قالب ہے لازم آجاتا ہی مگر یہ ہی تو پھر بوجہ استقبال خیال افضلیت کعبہ فقط وہم ہی وہم ہے اب یہ بات باقی رہی کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام تو باوجود مفضولیت مسجود ہین اور حضرت خاتم باوجود افضلیت مسجود نہون اسکے کیا معنی علاوہ برین اگر سجدہ غیر خدا شرک ہے تو یون کہو خدا کی اجازت سے حسب روایت قرآنی یہ شرک ہوا مگر تعجب ہے کہ باوجود اس اجازت کے حضرت خاتم کے لئے اجازت نہوئی اور اگر یہ شرک نہین تو پھر وجہ ممانعت کیا ہی جو اہل اسلام سجدہ غیر کو روا نہین رکھتے اور اورون پر اسوجہ سے طعن کرتے ہین اس معما کے حل کے لئے اول دو تین باتین عرض کرتا ہون اسکے بعد مطلب اصلی عرض کرونگا اول تو یہ گذارش ہی کہ اطباء یونان باہم اصول طب مین متفق ہین اور ڈاکٹران انگریزی اصول ڈاکٹری مین متفق ہین مگر بایں ہمہ اختلاف اشخاص اور اختلاف امراض اور اختلاف ازمان کے باعث اور ادھر اختلاف رائے کی وجہ سے تجویز نسخہ مین کسقدر اختلاف پڑجاتا ہی سو انبیاء کرام اور علماء ذوی الاحترام جو اطباء روحانی ہوتے ہین باوجود اتفاق عقائد و ضروریات دین جو اس طب روحانی کے اصول ہین اگر احکام دینی ہین جو ادویہ اور نسخجات طب روحانی ہین بوجہ اختلاف امم اور اختلاف خرابیہاے دینی اور اختلاف زمانہ اور نیز بوجہ اختلاف آرا باہم مختلف ہوجائیں باہم مختلف ہوجائین تو کچھ دور نہین القصہ جیسے بوجہ فرق امزجہ مریضان باوجود اتحاد مرض دوا مین فرق کیا جاتا ہی ایسا ہی بوجہ فرق امزجہ امم باوجود اتحاد ضرورت احکام دینی مین فرق کیا جائیگا اور جیسے بوجہ فرق موسم ایک مریض کو ایک ہی مرض مین کبھی کچھ بتلاتے ہین کبھی کچھ ایسے ہی بوجہ اختلاف تشدد و عدم تشدد رسوم جاہلیت احکام دینی مین کمی بیشی اور تغیر اور تبدیل رہا کرتی ہی اور جیسے بوجہ اختلاف امراض یہان نسخون مین فرق ہوا کرتا ہی ایسے ہی وہان بھی بوجہ اختلاف رسوم جاہلیت احکام دینی مین فرق ہوگا اور ان سب سے علاوہ جیسے بوجہ اختلاف تشخیص اور کمی بیشی دور اندیشی یا بوجہ اختلاف فہم مطالب علم طب باہم نسخون مین فرق ہوجاتا ہی ایسے ہی احکام دینی مین بوجہ کمی بیشی دور اندیشی تو انبیاء مین اور بوجہ مذکور اور نیز بوجوہ دیگر علماء

نہین اس عقل خداداد کی بدولت مکنونات ذات وصفات واسرار احکام خداوند عالم کا پتا لگایا اور معلومات تو درکنار ملائکہ اور جنات کی ترقی علمی نہ دیکھی نہ سنی البتہ انکے زور قدرت کے افسانے دیکھے نہین تو سنے تو اس کثرت سے ہین کہ گنجایش انکار باقی نہین بالخصوص ملائکہ کا حال تو کچھ نہ پوچھیے اخبار راستبازان دین انبیاء اور صدیقین اسپر ناطق ہین کہ احیاء و اماتت وحمل عرش اعظم و تحریک اجرام علویہ وغیرہ امور عظام سب انہین کے حوالے ہین یہانتک کہ بذریعہ نفخ صور عالم کا برباد ہونا اور پھر قائم ہونا بھی انہین کے زور اور قدرت سے متعلق ہی ادھر اپنی عقل نارسا کو دوڑایا تو وہ بھی یہ خبر لائی کہ ممکنات یعنی مخلوقات مین جو کچھ ہی وہ خدا کا فیض ہے پر اسطرح جیسے قالب مین مقلوب ہوتا ہے چنانچہ اس مضمون کیطرف اشارہ بقدر کفایت پہلے گذر چکا اور اس سے زیادہ نہ اہل فہم کو ضرورت نہ ان اوراق مین گنجایش اس صورت مین موافق قاعدہ قالب و مقلوب جتنا ادھر بھار ہوگا اتنا ہی ادھر گہرا ہوگا مگر ادھر دیکھا تو علاوہ صفات متعدیہ علم وارادہ وقدرت وغیرہ کو متعلق پایا اور احوال ذاتیہ اور افعال لازمہ غیر متعلقہ بالغیر کو صفات لازمہ سے مربوط پایا چنانچہ حکومت وہدایت وبیع وشرا وغیرہ معلومات اختیاریہ کے برتاؤ سے اور خورد ونوش وبول وبراز وصحت ومرض وموت وحیات وغیرہ احوال وافعال لازمہ غیر متعلقہ بالغیر کے مشاہدہ سے خود ظاہر ہی مگر صفات متعدیہ مین دیکھا تو علم کو سب سے اوپر اور سب پر حاکم پایا اور مخلوقات مین باعتبار حاجت دیکھا تو انسان سب سے نیچے نظر آیا علم کا ارتفاع تو خود ظاہر ہی البتہ انسان کا انحطاط باعتبار حوائج محتاج بیان ہی اسلئے یہ گذارش ہی کہ ملائک تو حاجات کے حساب سے ایسے ہین کہ گویا کسی بات مین محتاج ہی نہین زن وفرزند خورد ونوش ولباس ومکان گھوڑا سواری اسباب اثاث البیت وغیرہ ضروریات مین سے کسی چیز سے سروکار ہی نہین رہے جنات بوجہ نیرنگی ظہور واختیار پرواز وحرکات سریعہ وطاقت حمل اثقال باوجود احتیاج بہت سے اسباب سے غنی ومستغنی انکے سوا جمادات تو علویہ ہون یا سفلیہ سوائے موجد وجود بظاہر اور کسی کے محتاج نہین اور نباتات کو دیکھا تو علاوہ موجد وجود زمین کے بھی محتاج ہین اور پانی کے بھی محتاج ہین ہوا کے بھی محتاج حرارت آفتاب کے بھی محتاج غرض موافق اربعہ عناصر اخلاط چار ارکان خارجہ کی بھی انکو ضرورت ہی اور حیوانات کو دیکھا تو انکو ضرورات مذکورہ کی ضرورت تو تھی ہی اسکے ساتھ خورد ونوش کی ایک اور شاخ لگی ہوئی ہی رہے حضرت انسان انکو دیکھا تو سراپا حاجت پایا پھر جس چیز کو دیکھیے زمین سے لیکر آسمان تک وہ سب انہین کی کار برآری کے لئے مہیا زمین پانی ہوا آگ چاند سورج ستارے نباتات حیوانات سب اسکے کام کے پر وہ کسیکے کام کا نہین زمین وغیرہ اشیاء مذکورہ نہون تو انسان کو زندگی وبال جان ہوجاے مرے نہین تو ناک مین دم آجاے پر انسان نہو تو کسیکا کچھ نقصان نہین ادھر علم طب کی شرح وبسط پر نظر کیجیے تو یون معلوم ہوتا ہی کہ نباتات وحیوانات تو درکنار اجرام علویہ وسفلیہ بھی اسیکے لیے ہین اس کثرت حاجات سے یون نمایان ہی کہ انسان سے زیادہ کوئی محتاج نہین اور اسوجہ سے وہ اتنا نیچے گرا ہوا ہے کہ اس سے زیادہ نیچے اور کوئی نہین اور خیر کوئی اور اس سے نیچے ہو کہ نہو فرشتون اور جنات سے اسکا نیچے ہونا یہان تو درکار ہی حیوانات اور نباتات اور جمادات مین تو پہلے عرض کرچکا ہون کہ بوجہ نے علمی اور بے شعوری لیاقت خلافت ہی نہین ہان ملائکہ اور جنات مین یہ لیاقت موجود ہی انہین کی نسبت باعتبار حوائج کم وزیادہ ہونا درکار ہی تاکہ مطلب اصلی اسپر متفرع ہو سو ان

نہین تو اور کیا ہے مگر جیسے صفات آفتاب کے ظہور مین بوجہ فرق قابلیت یہ تفاوت ہی ایسے ہی صفات خداوندی مین
بھی بوجہ فرق قابلیت یہ تفاوت ہوتا ہی یہی وجہ ہوی کہ انسان مین علم وفہم اور حکمت کا بہ نسبت تمام کائنات زیادہ ظہور ہی اور
ملائکہ مین بہ نسبت تمام مخلوقات قدرت کا زیادہ ظہور ہی ورنہ اتصال وجود مین جو منبع جملہ صفات کمال ہی چنانچہ پہلے عرض کر چکا ہون
تمام ممکنات ایسے ہی متساوی الاقدام ہین جیسے شعاعونکے اتصال مین جو منبع نور وحرارت ہین آتشین شیشہ وغیرہ شیشجات واجسام
برابر ہین اگر یہ فرق قابل کیطرف سے ہو تو کیونکہ مفاعل یعنی موثر تو دونون جگہہ ایک ہی وہان تمام اجسام مین شعاعین موثر ہین یہان تمام
ممکنات مین وجود موثر بجز اسکے کہ وہان بھی اور یہان بھی یہ فرق قابل کیطرف سے ہو اور کچھ نہین ہو سکتا بالجملہ بوجہ فرق قابلیت منجملہ
صفات کمال خداوندی انسان مین علم اور ملائکہ مین قدرت نے زیادہ ظہور کیا اور اسلئے مشرف بخلافت حضرت آدم اور حضرت بنی آدم
ہوئے ملائکہ کو باوجود کمال کمالات عملی یہ شرف میسر نہ آیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ خلافت معاملات باہمی یعنی اُن امور اختیاریہ مین
ہوا کرتی ہی جو دوسرون سے تعلق رکھتے ہین احوال ذاتی اور افعال لازمہ مین یا ایسے افعال مین جنمین دوسرون سے تعلق نہو خلافت
اور نیابت کی گنجایش نہین کیسی نے نہ سنا ہوگا کہ خور و نوش بول و براز وصحت ومرض وموت وحیات مین کوئی کسیکا خلیفہ بنا ہو البتہ
حکومت وہدایت وبیع وشرا وغیرہ معاملات اختیاریہ مین ایک دوسریکا خلیفہ ہوا کرتا ہی مگر یہ سب معاملات نرے علم متصور نہین ہدایت کا
علم پر موقوف ہونا تو ایسے کہ سبکو معلوم ہی رہی حکومت اگر بطور انصاف ہو تب تو قوانین کا علم اور تمیز انصاف وظلم چاہیے ورنہ اتنا
علم لابدی ہی کہ کیا حکم دیتا ہون اور کسپر حکم کرتا ہون علی ہذا القیاس بیع وشرا مین نفع ہر کسیکو مقصود ہوتا ہی اور وہ نرے علم نرخ و
تمیز اقسام مبیع متصور نہین ادھر حقوق بائع ومشتری کے معلوم ہونیکی ضرورت ہوتی ہی اسلئے ان معاملات مین وہ شخص زیادہ
مستحق خلافت ہوگا جو علوم ضروریہ مین اورون سے زیادہ ہوگا مگر یہ بھی ظاہر ہی کہ منجملہ معاملات اختیاریہ خدا اور بندہ کے بیچ مین معاملہ ہدایت
اور حکومت یقینی ہی اور پھر ان مین خدا ہادی اور حاکم ہے اور بندہ گمراہ وطالب ہدایت اور محکوم ومتلاشی احکام اور پھر اُسکے ساتھ ضرورت خلافت
اُس سے زیادہ ہی جو بندون مین باہم ہوا کرتی ہی یعنی خدا تک ہر کسیکو رسائی نہین اور دنیا کے ہادیون اور حکام تک ہر کسیکو رسائی
ممکن ہی اگرچہ دشوار ہو پھر اُسکے ساتھ اختیار توکیل واستخلاف اورونکی نسبت خدا کو زیادہ حاصل ہی اسلئے نظر بر کرم خداوندی عقل ایسی
شاہد ہی کہ خداوند قاضی الحاجات نے ہم محتاجونکی رفع ضرورت کے لئے بالضرور ہدایت اور تنفیذ احکام کے لئے بڑے بڑے ذی علمونکو اپنا
خلیفہ مقرر کیا ہوگا مگر ادھر جو غور کیا تو تین گروہ کی طرف بوجہ وفور علم احتمال خلافت تھا فرشتے جنات انسان انکے سوا جمادات نباتات
حیوانات مین بوجہ بے شعوری اور نرے علمی امکان خلافت خداوندی نظر نہ آیا لیکن فرشتون اور جنات تک تو ہمی نارسائی موجود ہی اسلئے
یہی یقین ہی کہ خلفاے خداوندی اگر ہونگے تو انہین حضرت بنی آدم مین ہونگے ادھر دیکھا تو بنی آدم مین ہر قرن مین کارفرمایان
حکومت اور راہ نمایان ہدایت اپنے کام مین مشغول رہے ہین اور بکثرت مدعیان خلافت گذرے ہین اسوجہ سے یہ یقین ہو گیا کہ یہ
خلافت بنی آدم مین ہی تو وجہ استحقاق خلافت یعنی علم بھی ان مین اورون سے زیادہ ہوگا ادھر اس یقین کے لئے یہ خیال اور بھی
موید ہو گیا کہ باوجود ہجوم ضروریات وحوائج ومشاغل کثیرہ ضروریہ وغیر ضروریہ علم مین بنی آدم نے وہ ترقی کی ہی کہ اُس سے زیادہ متصور

کیونکہ وجود عدم سے اوپر کوئی مفہوم ہی نہین سو ایسی حرکت وہی ہو سکتی ہی جو بوجہ ایجاد خداوندی یعنی افعال خداوندی سمجھ مین آسکتی ہی کیونکہ مخلوقات کا وجود عدم خدا کی ایجاد و اعدام کی بدولت ہے مگر جیسے انقلاب مکانی حرکت مکانی پر دلالت کرتا ہی انقلاب وجود حرکت وجودی پر دلالت کریگا علی ہذا القیاس جیسے حرکت مکانی مین ہر دم ایک نیا مکان آتا ہے حرکت وجودی مین ایک نیا وجود آئیگا۔ مگر چونکہ قبل حرکت محض عدم ہوتا ہی اور بعد انتہا حرکت مذکورہ بھی محض عدم ہو جاتا ہے تو حرکت فی الوجود ایسی ہوگی جیسے حرکت عکس آئینہ مین صفہ اگر مثل حرکت اصل ہوا کرتی تو لازم یون تھا کہ جیسے قبل حرکت مکانی بھی مثلاً متحرک کسی مکان مین ہوتا ہی اور بعد انتہا حرکت بھی کسی مکان ہی مین ٹھہرتا ہی ایسے ہی یہان بھی قبل حرکت اور بعد حرکت وجودی ہوا کرتا اور باوجود حدوث قدم ہوتا غرض معلومات خداوندی بوجہ تحریک ارادہ آئینہ وجود کے مقابل آکر اسمین منعکس ہو جاتے ہین اور بعد زوال انعکاس موقوف ہو جاتا ہی اور اسلئے وجود سے کچھ سروکار نہین رہتا بالجملہ حرکت مذکورہ سب مین اوپر ہی ادھر زمانہ کو دیکھا تو اسمین ایسا تجدد پایا جسکے اوپر اور تجدد نظر نہین آتا بلکہ اور تجددات یعنی حرکات اسکے محتاج ہین اسکے اس علو مراتب سے یہ سمجھ مین آتا ہی کہ یہ وہی حرکت ہے جو تحریک ارادۂ الٰہی سے مسافت وجود مین پیدا ہوئی ہی کیونکہ نہ اس محرک سے اوپر کوئی محرک نہ اس مسافت سے اوپر کوئی مسافت اسلئے حرکت فیمابین یعنی تجدد فیمابین محرک مذکور و مسافت مذکورہ بھی وہی تجدد ہوگا جس سے اوپر اور تجدد یعنی حرکت نہو اور چونکہ وہ حرکت ہمارے وجود مین موجود ہی تو ہمکو یہ معلوم ہوتا رہتا ہی کہ اب اتنی دیر ہوئی اور اب اتنی مگر زمانہ جیسے غیر محسوس چیز کا پتا لگنا معلوم مگر جب زمانہ اس حرکت کو قرار دیا جو تحریک ارادۂ الٰہی سے پیدا ہوتی ہی تو لاجرم علم سے زمانہ متاخر الوجود ہوگا اور اسلئے بہ نسبت علم خداوندی اس بات کے کہنے کی گنجایش نہوگی کہ اسوقت مین تھا اور اسوقت مین نہ تھا بلکہ خواہ مخواہ یہ بات مسلم ہوگی کہ جیسے ذات خداوندی قدیم ہی ایسے ہی علم بالفعل خداوندی بھی قدیم ہی اس تقریر مین اس مضمون کے یاد کرنے سے کہ ہر دم نیا وجود آتا ہی جیسے مسئلہ تجدد امثال حل ہو جاتا ہی ایسے ہی زمانہ کی حرکت ارادی ہونے سے اسکے حدوث کا یقین ہو جاتا ہی کیونکہ حرکت ارادی ایجادی جیسے یہ ضرور ہی کہ اول عدم متحرکات یعنی مخلوقات ہو ایسے ہی یہ بھی ضرور ہی کہ اول وہ حرکت نہو جسکا حاصل یہ ہوگا کہ زمانہ جانب ماضی مین غیر متناہی نہین متناہی ہی مگر جب یہ دیکھا جاوے کہ یہ مانع انتہا کی جانب مین نہین ہی تو یہ ممکن معلوم ہوتا ہی کہ مستقبل کی جانب مین لاتناہی ہو گو بایں وجہ کہ وجہ ضرورت نہین استمرار و لاتناہی استقبال کو ضروری بھی نہین کہہ سکتے اور جب یہ خیال کیا جاوے موجد نہو الحاصل علم بالفعل قدیم خدا ہی کے ساتھ مخصوص ہی کیونکہ یہ قدم بوجہ ضرورت ایجاد ہی سو سوا خالق اور موجد ہی کون ہی جو اسکا علم قدیم ہو اور سوا علم منجملہ صفات معاملات اور کوئی صفت ایسی نہین کہ بالفعل ہو کر قدیم ہو اسلئے یون ہی کہنا پڑیگا کہ علم بالفعل قدیم خاص خدا کی صفت ہی اور اسلئے بھی خلیفہ خداوندی مین اسکا ہونا ضرور ہی کیونکہ خلافت کو یہ ضرور ہی کہ جسکا خلیفہ ہو اسکا کمال اسمین ہو یہی وجہ ہی کہ مکتبون اور مدرسون اور خانقاہون اور اکھاڑونکی خلافتون مین اسپر نظر ہوتی ہی کہ کون شخص اپنے استاد اور پیر کے کمال مین اپنے اقران و امثال سے ممتاز ہی بالجملہ خلافت خداوندی اسکا حصہ ہی جو علم مین اور ان

دونون کی نسبت انسان کا حوائج مین زیادہ ہونا معلوم ہی ہو چکا جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ باعتبار احتیاج وہ ان دونون سے نیچے گرا ہوا ہے علاوہ برین مادۂ انسانی خاک ہے اور مادۂ ملکی نور پاک ۔ رہے جنات وہ بھی آتشین ہین اُنکا مادہ نور مصفا نہین تو کیا ہوا آخر پھر نور ہے اور ظاہر ہے کہ مادۂ انسانی کسقدر ان دونون کے مادون سے گرا ہوا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خاک کو سب سے نیچے جگہہ ملی اور یہ بھی ظاہر ہی کہ مرتبہ اور مقام اصلی مین ہر کوئی اپنے مادہ کا تابع ہوتا ہے گو استفادہ کمالات کے بعد اورون سے بڑھ جاوے ۔ غرض مقام انسانی باعتبار اصل سب سے نیچے ہے اسلئے موافق یادداشت قاعدۂ قالب و مقلوب یون خیال مین آیا کہ وہ صفت ہمین منعکس ہوگی جو سب مین اوپر اور سب سے مستغنے ہو سو وہ کون ہی یہی علم ہی جو منجملہ صفات [illegible] سب سے اوپر ہی اور سب سے مستغنے ہی اور سوا اسکے اور سب صفات معلّلات اُسکے نیچے اور اُسکی محتاج کسی چیز کا علم نہو تو اُسکا ارادہ بھی نہین ہو سکتا اور قدرت بھی اُس سے متعلق نہین ہو سکتی اور علم کو ارادہ اور تعلق قدرت کی ضرورت نہین چنانچہ یہ مضمون پہلے اس سے زیادہ عرض کر چکا ہون بالجملہ علم مین انسان کا نمبر اول نظر آتا ہی اسلئے مستحق خلافت خداوندی اُسکے ہوتے اور کوئی نہین ہو سکتا اور ہو تو کیونکر ہو اسکے سوا اگر نظر پڑتی ہی تو ملائکہ پر پڑتی ہی کیونکہ اُنکی اطاعت کی یہ کیفیت کہ سوائے امتثال امر اور کچھ کام ہی نہین اور زہد و تقوی کی یہ حالت کہ نوبت بعصمت پہنچی چنانچہ ان دونون مضمونون پر آیت قرآنی لایعصون اللہ ما امرہم ویفعلون مایؤمرون شاہد ہی مگر یہ سب کچھ مسلم بالخصوص بمقابلہ بنی آدم جنکی شورہ پشتیان عیان ہین لیکن اسکو کیا کیجیے کہ ان سب کا ماحصل کمال عبادت ہی اور عبادت منجملہ کمالات و صفات خالق نہین بلکہ خواص مخلوقات مین سے ہی اور ظاہر ہے کہ خلافت کے لئے مستخلف کا کمال درکار ہے اور کمال ہو کہ نہو ہان علم البتہ صفت اولی خداوندی ہی اور یابن نظر کہ سوا اسکے کوئی صفت منجملہ صفات متعلقہ بالغیر باعتبار تعلق قدیم نہین گو باعتبار تحقق قدیم ہو اسکو اگر خاصۂ خداوندی کہیے تو بجا ہی یعنی ارادہ مشیت قدرت تکوین خدا کے حق مین قدیمی ہین پر مرادات اور اشیاء اور مقدورات اور مکونات کے ساتھ اُنکا تعلق قدیمی نہین ورنہ عالم قدیم ہوتا چنانچہ ظاہر ہی اور علم قدیم ہو تو کچھ حرج نہین بلکہ بعد غور یون معلوم ہوتا ہی کہ وہ قدیم نہو تو حرج ہی اس معا کی کما ینبغی تو شرح نہین کر سکتا ان اوراق مین اسکی گنجایش کہان پر اشارۂ اجمالی کیے جاتا ہون افعال اختیاری مین علم مراد کا سابق ہونا ضروری ہی مگر جب علم خداوندی افعال خداوندی سے مقدم ہوگا تو زمانہ سے اُسکی سبقت خواہ نخواہ مسلم ہوگی ۔ کیونکہ جیسے انقلابات مکانی شمس و قمر کواکب کو دیکھکر ہم یہ سمجھ جاتے ہین کہ یہ ہنوز مین یا علویات مذکورہ متحرک ہین حالانکہ خود حرکت محسوس نہین ہوتی ایسے ہی انقلابات عدم و وجود وغیرہ انقلابات زمانہ کو دیکھکر یہ سمجھ مین آتا ہی کہ یہان بھی کوئی حرکت ہے جو یہ انقلاب ہے ورنہ انقلاب کی پھر کوئی صورت نہین کیونکہ انقلاب منجملہ خواص حرکات ہی اگر حرکت کے ساتھ انقلاب مخصوص نہوتا تو انقلاب سے حرکت کو نہ پہچان سکتے اور علم حرکات شمس و قمر وغیرہ کواکب یا حرکت زمین ہرگز یقینی نہوتا یعنی جیسے اب ہمین تامل ہی کہ کون متحرک ہے خود حرکت مین بھی تامل ہوتا مگر انقلاب خواص حرکات مین سے ٹھہرا تو پھر انقلاب زمانی یعنی انقلاب وجود و عدم بھی ضرور حرکت پر دلالت کریگا اور وہ ایسی حرکت ہوگی کہ اُس سے اوپر اور حرکت نہوگی

ہو گئی کہ سجدہ کی دو قسمین ہین ایک سجدہ عبادت دوسرے سجدہ خلافت اوران دونون مین مسجود ساجد مسجود لہ
ہے کہ سجدہ عبادت مین جو کوئی مسجود ہوتا ہے وہ مسجود حقیقی ہوتا ہے اور مسجود بالذات اور سجدہ خلافت مین جو کوئی
مسجود بالعرض اور مسجود مجازی رہا کعبہ و بیت المقدس وہ نہ مسجود لہ حقیقی ہے نہ مسجود لہ مجازی البتہ مسجود الیہ کہیئے تو
ہین ساجد و مسجود حقیقی یعنی عکس تجلی ربانی واقع ہوتا ہے اب یہ بات باقی رہی کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ
یہ سب کے علوم کے منبع العلوم اور خطاب وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما کے مخاطب ہین مسجود کیون
ہے متعلق خاتمیت سے یہ معلوم ہوا تھا کہ علم مین کوئی ہم پایہ خاتم نہین ایسے ہی آیت وعلمک مالم تکن تعلم سے بھی
کہ اس دولت مین کوئی شخص آپکا ہم پلہ نہین اول تو مالم تکن تعلم مین اس جانب اشارہ ہے کہ سرحد طلب وسعی سے
حضرت رسول عربی صلعم کو ارزانی ہوئے آیت وعلم آدم الاسماء اور آیت ویعلمک من تاویل الاحادیث یا آیت ذلکما
غیرہ مین یہ بات کہان دوسرے ضمیمہ وکان فضل اللہ علیک عظیما نے اس عنایت کو اور بھی دور پہنچا دیا اس صورت
تھا کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائک ہوئے تھے تو آپ مسجود خلائق ہوتے حضرت یوسف اگر مسجود برادران
بیان ہوتے اسلیئے یہ گذارش ہے کہ بیشک بمقتضائے وسعت علم حضرت رسول عربی خلیفہ اول خداوندی ہین۔ اور
ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ مگر اول تو سجدہ خلافت حق خلیفہ ہے حق خداوندی نہین جو خواہ مخواہ خلیفہ کے
کرنا ضروری ہو ادھر تجربہ سابق سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اس سجدہ غیر کی بدولت کم فہمون نے عابدونکو معبود اور
سمجھ لیا تھا سو کچھ تو اسلیئے بمقتضائے احتیاط یہ ہوا کہ آپ اس سجدہ کو قبول نکرین اور کچھ بوجہ کمال عبدیت یہ تساوی
دلخوش نہ آئی اس صورت مین اگر فرض کرو خدا کی طرف سے اجازت بھی ہو اور وجوہ استحقاق سے ظاہر ہے کہ بیشک
بلکہ فرض کرو خدا کی طرف سے حکم قبول ہو تب بھی آپکا سجدہ کو قبول نکرنا اگر ہوگا تو ایسا ہوگا جیسا کسیکو اسکا والد
برابر بیٹھنے کو کہے اور وہ بوجہ ادب اُسکو قبول نکرے سو جیسے یہ نافرمانی ہزار فرمانبرداری سے بڑھکر ہے ایسے ہی
اللہ علیہ وسلم کے انکار کو سمجھیئے دوسرے بوجہ رخنہ اندازی ملائکہ اور سرکشی برادران یوسف علیہ السلام سجدہ ملائکہ اور سجدہ
علیہ السلام ضروری نظر آیا تاکہ انکی اس رفعت شان کے بعد جو انکی ملکیت اور عصمت اور انکی نبوت اور انکو
ہے یہ انکار سو ہم ظلم اور ناحق شناسی نہو کوئی کم فہم یہ نہ سمجھے کہ بے سوچے سمجھے جو چاہا کہدیا اہتمام سجدہ سے سرکوئی
جو کچھ ہوا بیجا ہوا سوچ سمجھکر کیا ہے یون ہی اندھا دھند قصہ نہین علاوہ برین ہمسرونکی سرکشی کے بعد انکا اطاعت
ہی یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگون سے قدیم زمانہ مین بیعت کا دستور تھا اور اب نذر و نیاز مقرر ہے سو ملائکہ اور برادران
سلام کیطرف تو وہم ہمسری ہو سکتا ہے حضرت رسول عربی کے سرکشون مین سے ایسا کون تھا کہ باعتبار کمالات
ہم ہمسری ہو سجدہ سے اوسکی تلافی کیجاوے علاوہ برین خفی کو اظہار کی حاجت ہے اور جس چیز کی خبر نہو اُسکے اعلان
جو چیز مثل آفتاب نیمروز روشن ہو اُسکے اظہار کا فکر ایسا ہے جیسے دیا آفتاب کے لئے چراغ روشن کیجیئے اور مثل

سے ممتاز ہو سو یہ بات سوائے حضرات انسانی اور کسی مین نظر نہ آئی اسلئے باوجود شورہ پشتی و ظلوم و جہول ہونیکے یہ دولت انکے حصہ مین آئی مگر جب یہ خلیفہ اور قائم مقام خداوندی ہوے تو جیسے جانشینان شاہی کے لئے بعد جانشینی آداب شاہی بجالانے ضرور ہوتے ہین بالخصوص اُنکے ذمے جنکی طرف تہمت انحراف و بغاوت بھی ہو ایسے ہی جانشینان خداوندی کے لئے آداب خداوندی چاہئین خاصکر اُن صاحبونکو جنکی طرف سے خلافت خلیفہ مین رخنہ اندازی ہو چکی ہو سو حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت مین تو حضرات ملائکہ کو کلام تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خلافت مین برادران یوسف علیہ السلام کو گفتگو تھی اسلیے یہ لازم ہوا کہ حضرات ملائکہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدۂ خلافت کرین تاکہ وہ انکار مبدل باقرار ہو جاے اور یہ بھی معلوم ہو جاے کہ گو حضرات ملائکہ معصوم ہین اور حضرات انسانی سراپا گناہ مگر چونکہ وہ مظہر قدرت ہین اور یہ مظہر علم چنانچہ آیت وعلم آدم الاسماء کلہا اُسپر شاہد ہے اور قدرت منجملہ توابع علم ہی اسلئے ملائکہ کو لازم ہے کہ بہ نسبت حضرات انسانی منقاد اور کارگذار ہو کر رہین چنانچہ واقفان قرآن و حدیث کو معلوم ہوگا کہ انسان کے تمام کاروبار ملائکہ کے سپرد ہین ادھر یہ مناسب ہوا کہ برادران یوسف علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرین تاکہ وہ سرکشی اور بغاوت مبدل بہ نیاز و اطاعت ہو جاے اور یہ معلوم ہو جاے کہ ہر چند برادران یوسفی صاحب انوار و برکات ہین مگر حضرت یوسف علیہ السلام کچھ اور ہی چیز ہین وہ علم اور اسکی قبولیت اور رفعت جسپر آیت وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ اور آیت نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ اور آیت ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي اور آیت فَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا دلالت کرتی ہے انہین کے ساتھ مخصوص ہے بالجملہ مسجودیت آدمی اور مسجودیت یوسفی وہ حق خلافت خداوندی ہے اور خلافت خداوندی ثمرہ علم اسلئے وقت سجدہ برادران یوسف علیہ السلام والدین یوسف علیہ السلام کو بھی کرنا پڑا گو اول سے واجب الادا بوجہ سرکشی سابقہ فقط برادران یوسف علیہ السلام ہی پر تھا اس تقریر سے جیسے شرف علم معلوم ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ عالم ربانی اگر مصدر خطا بھی ہو تب بھی عباد و زہاد سے افضل اور انکا افسر ہی رہتا ہے چنانچہ موازنہ احوال آدمی و احوال ملائکہ سے خود ظاہر ہے ایسے ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سجدۂ آدمی اور سجدۂ یوسفی سجدۂ خلافت تھا سجدۂ عبادت نہ تھا جو منجملہ شرک اُسکو قرار دیا جاوے اور بت پرستی کو اُسکے برابر کر دیا جاے ہان بتون مین لیاقت خلافت ہوتی تو یہ بھی احتمال تھا کہ اول حکم اداے حقوق خلافت ہوگا کم فہم اُسکو بوجہ تشابہ عبادت سمجھ بیٹھے مگر اسکو کیا کیجیے کہ بتون مین لیاقت عبادت تو در کنار لیاقت خلافت معبود بھی نہین عدم لیاقت معبودیت تو اُنکی اس سے ظاہر ہے کہ نہ وہ محبوب اصلی اور نہ حاکم اولی یہ دونون باتین خدا کے ساتھ مخصوص ہین بلکہ بتون مین تو محبوبیت حقیقی اصلی اور حکومت اولی تو درکنار محبوبیت مجازی عرضی اور حکومت ماتحتی بھی نہین بلکہ اس سلختگی اصنام سے یون ظاہر ہے کہ قصہ برعکس ہے یعنی تقریر گذشتہ سے واضح ہو چکا ہے کہ بنار حکومت اختیار نفع و ضرر پر ہے اور بنار بندگی احتیاج پر سو بتونکو دیکھا تو محتاج بت پرستان پایا صورت و شکل و حرکت و سکون اصنام سب عابدان اصنام کے اختیار مین ہے رہی خلافت اسکی لیاقت کا عدم اُنکی بے شعوری سے ظاہر ہے خلافت کے لیے علم درکار ہے جہان عقل و شعور و حس و ادراک نہو وہان خلافت خداوندی ہو تو کیونکر ہو اس تقریر

بقدر ضرورت تھا امتیون سے اگر بے ضرورت بیمانۂ ضرورت سے زائد یہ فعل ظہور مین آیا تو دیکھیے کیا پیش آئے یہان تو
نہ وہ کمال معرفت ہی نہ وہ کمال نبوت ہے الغرض یہ سجدہ اب بیشک ہمپایۂ شرک ہے اور اسلیئے ہرگز آجکل قابل اجازت
نہین البتہ جیسے ملائکہ اور انبیا پر گنجایش اعتراض نہین انکا برات پر بھی اسیوجہ سے اعتراض مناسب نہین وجہ جواز دونون
جگہہ مشترک ہے یہ تقریر تو موافق ظاہر حال تھی اب وہ بات بھی عرض کرنی مناسب ہے جسکو سنکر اہل فہم سجدہ خلافت کے
نہونے سے ذرا بھی غلام درم ناخریدۂ حضرت خاتم نبیائیین اہل فہم کو یہ تو پہلے ہی معلوم ہوگا کہ حکومت مین خلافت اور نیابت کی
گنجایش ہی اور محبوبیت مین خلافت اور نیابت کی گنجایش نہین اور پہلے اگر یہ مضمون اسوجہ سے نہ سمجھتے ہون کہ بخیال
ظہور مضمون ہذا اسکی وجہ عرض نہ کی تھی تو اب لیجئے یہ بات سب جانتے ہین کہ بنا حکومت اختیار نفع و نقصان پر ہی اور یہ
اختیار اورونکو دے سکتے ہین یہانتک کہ ترک سلطنت کر کے اورونکو حوالہ کر سکتے ہین اور بنا محبوبیت جمال و صورت پر ہے
اور جمال اور صورت اورونکو نہین دے سکتے اور ظاہر ہے کہ استخلاف اور توکیل انہین امور مین متصور ہی جن مین انتقال اور تعدی
متصور ہو سو حکومت تو بیشک قابل انتقال ہی ایک حاکم کے بدلے دوسرا حاکم آسکتا ہی اور ایک حاکم کے نیچے بیس حاکم کر سکتے ہین
پہلی صورت مین انتقال ہے اور دوسری صورت مین تعدی مگر صورت اور جمال صورت ہرگز قابل انتقال و تعدی نہین
نہ مثل حرکت دست جو منتقل ہوکر کلوخ مین چلی جاتی ہی ایسی طرح قابل انتقال ہی کہ محل اول مین اور محل ثانی مین چلی جاے
اور نہ مثل حرکت سفینہ جو جالسین تک متعدی ہو جاتی ہی ایسی طرح لایق تعدی کہ محل اول مین بدستور رہے اور پھر دوسرے
محل تک پہنچ جاے اسلیے خلافت محبوبیت کی کوئی صورت نہین اور ظاہر ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر خلیفہ ہوتے
تو درگاہ محبوبیت ہی کے خلیفہ ہوتے کیونکہ آپ اگر عبد ہین تو بمقابلہ مرتبہ محبوبیت عبد ہین اور اسوجہ سے آپ بمنزلہ ملازمان
و باریابان درگاہ محبوبیت ہین باقی رہا مرتبہ حکومت اگرچہ آپکو اسکی بندگی سے استنکاف نہین اور کیونکر ہو آپکا بال بال
زیر حکم مرتبہ حکومت تھا پر مقابلۂ عبدیت اور محبوبیت مرتبہ حکومت کی ماتحتی ایسی ہی جیسے کوئی کسی کلکٹری اور تحصیل کا رہنے
والا اور وہانکا مالگذار کسی محکمہ بالائی کا ملازم ہو اس ملازم کی قائم مقامی اگر متصور ہی تو اسی محکمہ بالائی کی نسبت متصور ہے
کلکٹری اور تحصیل کیطرف سے متصور نہین الغرض جیسے ملازم مذکور محکومیت کلکٹری و تحصیل اور مالگذاری ان اور اور اوس
کلکٹری کے رہنے والون سے کم نہین بلکہ درصورتیکہ زیادہ کھیوٹ رکھتا ہو کچھ زیادہ محکوم ہوگا ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم باینوجہ کہ آپ سردفتر امکان ہین اور عالم امکان تمام ہا زیر تصرف مرتبہ حکومت ہے سب مین پہلے اور سب سے زیادہ
سر زیر بار حکم مرتبہ حکومت رکھتے ہین مگر جیسے ملازم مذکور کی ترقی اور قائم مقامی اگر متصور ہی تو اسی محکمہ بالائی سے علاقہ رکھتی
کی طرف سے متصور ہی جسکا وہ ملازم ہے ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اگر متصور تھی تو مرتبہ
محبوبیت کی خلافت متصور تھی جسکے آپ ملازم تھے مگر اسکو کیا کیجیے کہ وہان خلافت متصور ہی نہین اب اگر آپکو خلیفہ بناتے
اور اسوجہ سے آداب خلافت آپکے لئے ادا کیئے جاتے تو سوا اسکے اور کوئی تدبیر نہ تھی کہ آپ بعد ترقی تنزل مین آتے

خوبی محبوب عالم فریب جسکی افضلیت کی دھوم ہو اُسکے اعلان کا خیال ایسا ہی جیسا اشتہار یوسفی کے لئے منادی کرائی جاے حضرت آدم علیہ السلام اور ملائکہ مین اگر فرق تھا تو ایسا تھا جیسا اہل قلم و اہل سیف مین ہوتا ہی یعنی ہر کسی مین ایک جدی فضیلت ہوتی ہی اور ہر کسی مین ایک جدی خوبی اور اسلئے ہر کسیکو گنجایش امید عہدہ گورنری ہی اور حضرت یوسفؑ اور برادران یوسف علیہ السلام مین اگر فرق تھا تو ایسا تھا جیسا باہم شاہزادون مین ہوا کرتا ہی ہر کسیکو آرزوے ولیعہدی اور دعوی تخت ہوتا ہی اور اسلئے باہم بغض اور حسد ہوا کرتا ہی پر حضرت محمدؐ عربی اور سوا انکے اور اکابر مین اگر فرق ہی تو ایسا ہے جیسا محبوب شاہی اور خدام بادشاہی مین ہوا کرتا ہی یہان جیسے خدام کو خیال ہمسری محبوب نہین ہوا کرتا ایسے ہی بمقابلہ رسول عربیؐ اگر انبیاے گذشتہ بھی ہوتے تو انکو ہوس مساوات نہوتی چہ جائیکہ مطیعان امتیان کم رتبہ اور ہو تو کیونکر ہو قمر و کواکب کو بھی کہین خیال ہمسری آفتاب عالمتاب ہو سکتا ہی سواے حضرت خاتم جو کوئی ہی ملائکہ ہو یا جنات یا بنی آدم یا سوا انکے اور مخلوقات سب کے سب کمالات علمی و عملی مین دریوزہ گرد دولت احمدیؐ ہین چنانچہ پہلے عرض کر چکا ہون اور پھر بطور دیگر عرض کرتا ہون یہ مضمون پہلے تذر ناظرین اوراق ہو چکا ہے کہ تجلی اول منبع جملہ صفات کمال اور مبدأ مبادی جمال و جلال ہی اور حضرت خاتم اس تجلی کے حق مین بمنزلہ قالب سراپا مطابق ہین اسلیے اور مراتب یعنی صفات صادرہ کے قوالب کو قالب تجلی اول کے ساتھ وہی نسبت ہوگی جو صفات صادرہ کو تجلی اول کے ساتھ اور اسلیے یہ کہنا پڑیگا کہ جیسے تجلی اول عالم وجوب وجود مین حقیقۃ الحقائق ہی ایسے ہی قالب تجلی اول عالم امکان وجود مین حقیقۃ الحقائق ہی اور اسلیے ملائکہ ہون یا جنات بنی آدم ہون یا حیوانات کمال علمی و عملی مین ایسی طرح حضرت خاتم کے دست نگر ہونگے جیسے قمر و کواکب دست نگر آفتاب اور اسلیے قمر و کواکب مین بوجہ اشتراک دست نگری اگر باہم نزاع و خلاف ہو تو ہو مگر آفتاب کے ساتھ کسیکو خیال مجال ہمسری نہین مگر یہ ہی تو پھر ایسے ہی سواے خاتم اور و نمین اگر بوجہ خیال خواجہ تاشی نزاع و خلاف ہو تو ہو مگر حضرت خاتم کے ساتھ کسیکو خیال مجال ہمسری نہین ہو سکتا او اسلیے نہ کسیکو زیر کرنے کی حاجت جو ارشاد سجدہ کی نوبت آئے اور نہ وہم خطا پنجبری جو اظہار و اعلان کے لئے امر اداے آداب خلافت کی ضرورت ہو الغرض ادھر تو ایجاب آداب خلافت کی ضرورت نہ تھی اور اُدھر کمال عبودیت کی وجہ سے یہ تشابہ ظاہری عبد و معبود حضرت خاتم کو پسند نہ آیا اسلیے نہ اُدھر سے امت کے نام پروانہ اداے سجدہ خلافت آیا اور نہ ادھر سے آپنے سجدہ خلافت کو پسند فرمایا پھر اسکے اس قسم کے تشابہ کی وجہ سے جو کچھ خرابیان بوجہ کم فہمی جہان عالم مین واقع ہو گئین تھین انکے انسداد کی تدبیر ضروری تھی اسلیئے قطعاً آپنے اس سجدہ کی ممانعت فرمائی اسکے بعد جہان کہین اس قسم کے سجدہ کی نوبت آئی وہ فقط اسی بنا پر تھا کہ سجدہ خلافت سجدہ عبادت نہین جو شرک حقیقی ہو اور اُدھر اتنی دوراندیشی نہ تھی جتنی نصیب حضرت خاتم ہوئی اور نہ وہ کمال عبودیت تھا جو حضرت خاتم مین تھا ورنہ جس کسی نے اسکو روا رکھا ہرگز روا نہ رکھتے خاصکر جب یہ خیال کیا جاے کہ ملائکہ نے حضرت آدم کو سجدہ کیا تو بوجہ کمال معرفت انکی طرف احتمال خیال شرک نہ تھا اور برادران و والدین یوسف علیہ السلام نے اگر سجدہ کیا تو بوجہ کمال نبوت انکی طرف یہ گمان نہ تھا اور پھر جو کچھ تھا

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ

گفتگوئی مذہبی

۱۲۹۳ھ

جو مقام شاہجہانپور ہندو ۔ عیسائی ۔ مسلمانوں کے علماء نے کی ۔ اور

واقعہ میلہ خداشناسی

۱۲۹۳ھ

نام رکھا ۔ مولانا مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر پُر تاثیر قابل ملاحظہ ہے

حسب ایمائے جناب مولانا مولوی حافظ محمد عبد الاحد صاحب

مطبع مجتبائی دہلی میں چھپا

۱۳۱۲ھ

اور محکمہ محبوبیت سے گر کر محکمہ حکومت مین آتے اسلیئے مناسب رفعت شان نبوی یہ نہوا کہ خلافت دیکر یون آپ کا مرتبہ گھٹایا جاے بلکہ بمقتضاے کمال قدردانی وقدرشناسی عالم وجوب جسپر آیت ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وغیرہ آیات دالۂ عدل وانصاف عالم وجوب شاہد ہین بمقابلہ کمال عبودیت مرتبہ محبوبیت کے انعام مین بجاے محبوبیت عالم امکان محبوبیت عالم وجوب عنایت فرمائے اور بنظر دور اندیشی ازلی یہ سمجھکر کہ مبادا بوجہ فقدان خلافت آپکی طبیعت کو ملال ہو یا بوجہ عدم تکریم سجدہ کسی اور کو کچھ اور خیال ہو بجاے مصدریت عالم وجوب مصدریت عالم امکان سے سرفراز فرمایا غرض بوجہ تعاکس عبد ومعبود جسکی شرح وبسط سے فارغ ہوچکا ہون عطا مین یہ تعاکس ہوا یعنی معبود مین محبوبیت عالم امکان تھی تو عبد مین محبوبیت عالم ادب آئے اور معبود مین مصدریت عالم وجوب تھی تو عبد مین مصدریت عالم امکان آئی اور ظاہر ہے کہ مرتبہ تجلی اول کے خواص مین سے یہی دو باتین تھین یا وہ محبوبیت یا یہ مصدریت اگر خلافت ہوتی تو نہین دو باتون مین ہوتی مگر خلافت ہوتی تو تابعیت ہوتی اور اب متبوعیت ہی درصورت خلافت مصدریت مین ایسی صورت ہوتی جیسے بادشاہ کے ماتحت اسکی طرف سے گورنر فرمان فرماے حکومت ہوتا ہے اور اس صورت مین وہ صورت ہی جو بادشاہ ہفت اقلیم اور بادشاہ اعظم کی طرف سے بادشاہ یک اقلیم اور بادشاہ اصغر کو میسر آتی ہی مطلب یہ ہی کہ گورنر تو احکام مین سراسر تابع بادشاہ ہوتا ہی اور مالک سلطنت نہین ہوتا بلکہ مثل دیگر ملازمان سلطنت وہ بھی ایک ملازم ہوتا ہی اور بادشاہ اصغر ملازم نہین ہوتا مالک سلطنت ہوتا ہے احکام مین تابع نہین ہوتا بلکہ اپنی رعیت کا متبوع ہوتا ہی البتہ بمقابلہ تنخواہ ملازمان ادھر سے الٹے بادشاہ ہفت اقلیم کو خراج دیا جاتا ہی ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ❊ سو حضرت رسول عربی کو بمقابلہ خداوند عالم بوجہ مصدریت عالم امکان ایسا سمجھیے جیسا بمقابلہ بادشاہ ہفت اقلیم اصغر ہوتا ہی اور اس عبادت ونیاز وجان نثاری کو خراج سرکاری سمجھیے اور ان تاثیرات مصدریت اور حقوق مصدریت کو متبوعیت بادشاہ اور تابعیت رعیت خیال فرمایئے رہی محبوبیت اسکو بذات خود بواسطہ عالم امکان سے کچھ تعلق ہی نہین جو اسکی مثال عرض کیجیے گو باین نظر کہ محبوب کا محبوب محبوب ہوتا ہے حضرت محبوب عالم وجوب محبوب عالم امکان بھی ہون - اب مین شکر خداوندی دل وجان سے ادا کرتا ہون کہ مجھ سے روسیاہ سراپا گناہ ناہنجار بد اطوار پر خداوند عالم نے یہ فضل فرمایا کہ میری عقل نارسا ان مضامین بلند تک پہنچی یہ طفیل انتساب حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ورنہ مین کہان اور یہ باتین کہان وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی حبیبہ محمد خاتم النبیین وآلہ وازواجہ واہلبیتہ وصحبہ اجمعین ❊

تمت

الحمد للہ والمنۃ کہ آج بتاریخ ۱ صفر ۱۳۱۵ ہجری نبوی یہ کتاب لاجواب آئینہ صدق وصفا یعنی قبلہ نما جو عمدۃ المحدثین زبدۃ المفسرین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نانوتوی کی تصنیف سے ہے احقر الانام محمد عبد الاحد کے اہتمام سے نہایت تصحیح وتنقیح وخوبی کے ساتھ مطبع مجتبائی دہلی مین طبع ہوئی۔

میں ایک میلہ بنام میلہ خدا شناسی موضع چاندا پور میں جو شہر شاہجہاں پور سے پانچ چھ کوس
کے فاصلے پر لب دریا واقع ہے مقرر کیا اور تاریخ میلے ے مئی ٹھیرائی اور اشتہار اس مضمون کے
اطراف و جوانب میں بھجوائے غرض اس میلے کی اُسکے نام ہی سے معلوم ہوگئی ہوگی مگر بنظر مزید توضیح
ہم بھی عرض پرداز ہیں کہ اصل غرض تحقیق مذہبی تھی اور منشا اشتہار کا یہ تھا کہ ہر مذہب کے آدمی
آئیں اور اپنے اپنے مذہب کی دلائل سنائیں تفصیل قواعد آگے معلوم ہوگی بالفعل یہ عرض ہے
کہ راویانِ صادق کے فرمانے سے یہ معلوم ہوا کہ مولوی محمد قاسم صاحب ساکن نانوتہ ضلع سہارنپور
کو اُنکے بھائی مولوی محمد منیر صاحب مدرس مدرسہ سرکاری بریلی نے مولوی الٰہی بخش عرف مولوی رنگین
بریلوی کی طرف سے جو رد نصاریٰ میں شب و روز سرگرم رہتے ہیں اس اشتہار کی اطلاع دی اور یہ
لکھا کہ آپ بھی وقت مقرر پر ضرور آئیں۔ اُس وقت تو مولوی صاحب نے یہی لکھ بھیجا کہ ابھی کچھ
کہہ نہیں سکتا مگر بوجہ دور اندیشی مولوی محمد منیر صاحب سے اس بات کے خواستگار ہوئے کہ کیفیت مناظرہ
اور محل نزع سے اطلاع دیجئے اسکا جواب کچھ نہ آیا تھا کہ ایک خط شاہجہاں پور سے بھی باستدعا شرکت
آیا اُس خط کے پہنچتے ہی مولوی صاحب اپنے وطن سے پا پیادہ روانہ ہوئے اور دیوبند میں ایک شب
قیام کر کے آگے کا رستہ لیا مظفر نگر اور میرٹھ میں ایک ایک شب رہکر دہلی تک پہنچے۔ مولوی محمد منیر صاحب
کا جواب وہیں پہنچا اُنھوں نے بحوالہ مولوی عبد الحی صاحب انسپکٹر پولیس شاہجہاں پور کچھ ایسا
لکھا تھا کہ یہ قصہ بے اصل ہے علما کے آنے کی حاجت نہیں۔ اسپر گو ارادہ سست ہوگیا مگر بنظر احتیاط ایک خط
شاہجہاں پور کو لکھا کہ آپ بلاتے ہیں اور مولوی محمد منیر صاحب یوں لکھتے ہیں اسلئے تردد ہے آپ مفصل لکھئے
اسکے جواب میں ۴ مئی کو اول تو ایک تار برقی آیا جسکا مضمون قریب شام یہ معلوم ہوا کہ ضرور ہی آؤ
اور اُسکے بعد خط پہنچا جسکا مضمون یہ تھا کہ مولوی عبد الحی صاحب کو غلطی ہوئی آپ آئیں اور مولوی
سید ابو المنصور صاحب کو ساتھ لائیں کیونکہ پادری نول صاحب کو جو بڑے لسان اور مقرر ہیں یہ
دعویٰ ہے کہ بمقابلہ دین عیسوی دین محمدی کی کچھ حقیقت نہیں اسپر مولوی محمد قاسم صاحب نے
ارادہ کیا اور ۵ مئی کو بعد عشا بمعیتہ مولوی فخر الحسن صاحب ساکن گنگوہ ضلع سہارنپور و مولوی محمود حسن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاں پر آفتاب و چشم ہا کور | جہاں پر از حدیث و گوش ہا کر

خدائے جل جلالہ کی توحید کا نعرہ ابتدا سے بلند ہوا ہے اور یہ ہی ایک چیز ہے کہ انتہا تک جسکا زور و شور ایک جہاں کے دلوں کو زندہ کرتا ہی رہیگا - میدانِ توحید کے پیشرو اور اس منزل یکتائی کے رہنما تو ہر زمانہ میں ہوتے رہے لیکن آخری دور میں جس نے توحید کا ڈنکا بجایا اور ہر نسل انسانی میں خدا پرستی کا سکہ بٹھایا اور اس سرے سے اُس سرے تک دنیا کو خواب غفلت سے جگایا اُسکی حقیقت اور سچائی کا اعتراف بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا کہ توحید کا اقرار ہر قلب سلیم اور عقل مستقیم کے لئے ایک امر وجدانی ہے مگر بعض آنکھوں کے لئے عینک درکار اور بعض کانوں کے واسطے بانگ بلند کی بھی احتیاج ہوتی ہے - پس یہ کب ہو سکتا ہے کہ وہ روحانی عینک اور حقانی بانگ جس نے کانوں کو سماعت آنکھوں کو بصارت عقل کو بصیرت دل کو بشارت بخشی ہے مشتاقان تحقیق اور آرزومندان تدقیق کے روبرو پیش نہ کی جاوے - لہذا بندۂ گنہگار راجی مغفرت پروردگار محمد ہاشم علی مہتمم مطبع ہاشمی میرٹھ اور طالب نجات محمد حیات مہتمم مطبع ضیائی میلہ خداشناسی کی مفصل کیفیت طالبان حق اور حق پرستان بے غرض کی خدمت میں راست راست بے کم و کاست عرض کرتے ہیں مگر بعض مضامین مجمل کو لفظ یعنی وغیرہ سے تفسیر کر کے سہولت فہم ناظرین کے لئے مفصل لکھدیا ہے - وھو ہذا - پادری نولس صاحب انگلستانی پادری شاہجہانپور اور منشی پیارے لال کبیر پنتھی ساکن موضع چاندا پور متعلقہ شہر شاہجہانپور نے ملکر ۱۸۷۶ء

کر لیا تھا اور مدت وعظ کی ۱۵ منٹ اور سوال وجواب کی ۱۰ منٹ قرار پائی اور جب تک کہ ایک شخص اپنی تقریر پوری کرکے بیٹھ نہ جائے تب تک دوسرا شخص اُسکے کلام کی تردید یا تائید نہ کرے۔ اگرچہ اس امر میں مولوی محمد قاسم صاحب نے بہت چاہا کہ مدت وعظ اور بڑھادی جاوے اور یہ بھی فرمایا کہ اتنے عرصہ میں حقیت مذہب کماحقہ ثابت نہو سکیگی۔ مگر عیسائیوں نے نہ مانا۔ اور اگرچہ بظاہر مناظرہ کرنے والے تین فریق قرار پائے تھے۔ مسلمان۔ عیسائی۔ ہندو۔ مگر درحقیقت اصل گفتگو مسلمان اور عیسائیوں میں تھی۔ قصہ مختصر اول منشی پیارے لال صاحب کبیر پنتھی جو بانی مبانی جلسہ تھے کھڑے ہوئے اور ایک تحریر پڑھی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ میاں کبیر نے کنول کے پھول میں جنم لیا اور اُنکے پنتھ میں جاگتے سوتے برابر سانسا چلتا رہتا ہے۔ شاید یہ مطلب ہو کہ ہر دم ذکر خدا رہتا ہے اسپر اہل اسلام کی طرف سے اول تو مولوی طاہر صاحب عرف موتی میاں رئیس اعظم شاہجہانپور نے جو منشی جلسہ بھی تھے یہ پوچھا کہ کنول کے پھول سے آپکی کیا مراد ہے اُسکے جواب میں شاید اُنہوں نے یہی کہا کہ یہی پھول ہوتا ہیں۔ اُسکے بعد مولوی نعمان خاں صاحب نے یہ ارشاد فرمایا کہ امور باطنہ سے فضلیت مذہب پر استدلال نہیں ہو سکتا یعنی طالب حق کو کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ اس پنتھ میں یہ بات ہے اور آپ کیونکر انکار کر سکتے ہیں کہ اوروں میں یہ بات نہیں ہے ان دونوں صاحب کے منشی صاحب کی تقریر کو کسی نے اہل اسلام میں سے قابل التفات نہیں سمجھا نہ دعوے مسموع ہونے کے قابل نہ دلیل سننے کے لائق اور نہ یہ یاد پڑتا ہے کہ کوئی پادری اُن سے اُلجھا ہو۔ ہاں بعض ہنود جو اور پنتھ کے تھے منشی صاحب سے کچھ اُلجھتے رہے جسکا حاصل طرفین سے بجز سامعہ خراشی اور کچھ نہ تھا سو تھوڑی دیر کے بعد اس قصے سے تو فراغت ہوئے اور اُسکے بعد بڑے پادری صاحب کھڑے ہوئے نام اُنکا بعض اشخاص پادری نول صاحب اور بعض پادری نولس صاحب بتلاتے تھے قوم سے انگریز تھے۔ غرض پادری صاحب نے کھڑے ہوکر اپنے مذہب کی حقیت اور انجیل کے حق ہونے میں ایک تقریر طویل بیان کی حاصل اُس تقریر کا اپنی یاد کے موافق یہ ہے کہ خدا ایک اُسکا دین بھی ایک ہی ہونا چاہیئے اسلیئے یہ ضرور ہے کہ وہ دین سب کو پہنچایا جائے اور اُسکے قوانین اور احکام سب کو تعلیم کئے جائیں کیونکہ احکام

صاحب ساکن دیوبند ضلع سہارنپور و مولوی رحیم اللہ صاحب ساکن بجنور ریل پر پہنچے ادھر سے حسب وعدہ مولوی سید ابو المنصور صاحب دہلوی امام فن مناظرہ اہل کتاب بمعیتہ مولوی سید احمد علی صاحب دہلوی و میر حیدر علی صاحب دہلوی تشریف لائے اور سب ملکر گیارہ بجے کی ریل میں سوار ہوکر روز شنبہ ۶ مئی کو بعد عصر شاہجہانپور پہنچے مولوی صاحب نے آپکو چھپانا چاہا اور یہ ارادہ کیا کہ رات کو سرائے میں گذر کر لو علی الصباح مجلس مناظرہ میں جا بیٹھینگے۔ غرض مولوی صاحب سب ساتھیوں کو چھوڑ کر مولوی محمود حسن صاحب کو اپنے ہمراہ لیکر چپکے سے شہر کو ہولئے۔ قصہ مختصر رات کو ایک سرائے میں آرام فرمایا مگر ایک دو شخص کو خبر ہو ہی گئی قریب دو بجے رات کے سرائے میں جاکر مولوی صاحب کو جا گھیرا بس از اصرار ناچار مولوی صاحب اُنکے مکان پر تشریف لیگئے یہ مناظرہ مقررہ خاص شاہجہانپور میں نہ تھا بلکہ ایک گاؤں چاندا پور جو شاہجہانپور سے ۵ یا ۶ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں مناظرہ مقرر ہوا تھا اور بانی اس مناظرہ کے وہی منشی پیارے لال جو دولتمند اور وہاں کے رئیس ہیں تھے۔ کہتے ہیں کہ سب کو کھانا اور خیمے وغیرہ اُنہیں کی طرف سے ملے تھے بالجملہ مولوی صاحب صبح کو نماز پڑھکر پیادہ پا ہی چاندا پور میں جا چکے۔ خیمے پہلے سے قائم ہو گئے تھے اور مولوی محمد طاہر صاحب عرف موتی میاں رئیس شاہجہانپور جو مولوی مدن صاحب کی اولاد میں سے ہیں جو مشاہیر علماء ہند میں سے تھے اور بالفعل عہدۂ آنریری مجسٹریٹی پر ممتاز ہیں۔ سرکار کی طرف سے مہتمم مقرر ہوئے تھے اور ایک خیمہ عظیم و وسیع میں یہ مجلس منعقد ہوئی اس طرح کہ بیچ میں ایک میز رکھی گئی اور اُسکے دونوں جانب آمنے سامنے کرسیاں وغیرہ بچھ گئیں ایک طرف پادریاں عیسائی اور مقابلہ میں علماء اہل اسلام بیٹھ گئے اور بین الصفین میز کے سامنے موتی میاں صاحب قلمدان و کاغذ لیکر بیٹھ گئے اور قواعد مناظرہ لکھے اور بعض سوال و جواب علی سبیل الاختصار اور سوا اسکے بعض امور دیگر بھی وہی رئیس مہتمم قلمبند کرتے جاتے تھے۔ منجملہ شرائط مناظرہ کے یہ امور تھے کہ ہر ایک فریق اپنا وعظ در بارہ حقیت اپنے مذہب کے کھڑا ہو کر بیان کرے بعدہ فریق ثانی اُسپر اعتراضات کرے۔ اور مدت مناظرہ پہلے سے دو روز مقرر تھی مگر شروع مناظرہ سے گھڑی دو گھڑی پیشتر بوجہ اصرار مولوی محمد قاسم صاحب پادری صاحب نے بشرط تسلیم منشی پیارے لال تین روز کے مناظرہ کا وعدہ

میلہ خدا شناسی

دوسری ایک اور محقق انگریز کا ذکر کیا تھا جنکا نام و نشان مجکو یاد نہیں اغلب یہ ہے کہ ہوتوٹی بیلی صاحب ہونگے حوالہ سے بیان کیا کہ فلانے واقعہ میں انجیل عالم سے نیست و نابود ہوگئی (یعنی در صورت گم گشتگی انجیل کیونکر کہہ دیجئے کہ یہ ترجمے اُسی کے ہیں ہاں یہ بات قرآن شریف میں پائی جاتی ہے کہ اصل بجنسہ آجتک موجود پھر اُسپر جسقدر اہل اسلام عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اسقدر کسی دین والے عالم میں اس طرح سے پھیلے ہوئے نہونگے اسلئے اگر یوں کہئے تو بجا ہے کہ چار سُو میں قرآن شریف کی اشاعت ہوگئی قرآن شریف تمام اہل اسلام کے پاس بکثرت ہر جگہ اُسکے سمجھنے والے اور سمجھانے والے موجود اشاعت عام اسے کہتے ہیں فقط ترجموں کی کثرت سے کیا ہوتا ہے) پادری نولس صاحب نے اسکے جواب میں فرمایا کہ پادری ہنری نائن اگر مسلمان ہوگئے تو کیا ہوا اور سب انگلستان والے عیسائی ہیں اور جس شخص نے انجیل کے گم ہوجانے کا دعوے کیا ہے وہ ایک شخص ملحد بے دین ہے اُسکا قول ہمارے نزدیک مسلم نہیں ۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے پوچھا تم اس واقعہ کو تسلیم نہیں کرتے پادری صاحب نے فرمایا ہم تسلیم نہیں کرتے) لیکن ارباب فہم کو معلوم ہوگا کہ تاریخ مشار الیہ کا پادری صاحب کے نزدیک غلط ہونا گو پادری صاحب کے حق میں دربارۂ بربادی دین عیسوی مُسکت نہوسکی چنانچہ اسی لئے مولانا نے یہ فرمایا کہ اگر آپ کے نزدیک یہ خبر غلط ہے تو آپ پر اعتراض گم گشتگی انجیل واقع نہیں ہوسکتا مگر اس میں بھی اہل فہم کو شک نہوگا کہ دعوی حقیت انجیل و حقانیت دین عیسوی کا ثبوت بھی معلوم پادری صاحب کا جب یہ دعوی ہو کہ انجیل کتاب آسمانی ہے اور اُسکے ثبوت میں تقریر مذکور پیش کی جائے تو پھر بے شک یہ خبر سامع کے حق میں کم سے کم موجب تردد ہوگی پادری صاحب کے پاس کیا دلیل ہے کہ ہم صحیح کہتے ہیں اور مورخ مذکور غلط کہتا ہے بلکہ شہرہ انصاف و تحقیق مؤرخاں یورپ خصوصاً انگلستان اس خبر کی صداقت کا بہت بڑا قرینہ ہے اور مسلمانوں کو دعوی تحریف کے لئے جسپر خوبی مضامین مندرجہ بیبل؎ شاہد ہے یہ خبر منجملہ مزید براں ہے اسکے بعد مولوی میر احمد حسن صاحب اُٹھے اور یہ فرمایا کہ اگر کتاب آسمانی اور دین آسمانی کیلئے یہ ضرور ہے کہ تمام عالم میں شائع ہوا کرے تو حضرت عیسی علیہ السلام کا یہ قول غلط ہوگا کہ میں فقط

واقعہ مباحثہ شاہجہانپور

؎ یعنی مندرجہ تورات و انجیل و زبور وغیرہ

سلطانی اُسکے تمام قلمرو میں جاری کیے جاتے ہیں اشتہار ہر گلی کوچہ تھانہ چوکی میں لٹکائے جاتے ہیں اور منادی والے ہر کسی کو سنا آتے ہیں مگر اِدھر دیکھتے ہیں تو سوا انجیل و کتب مقدسہ اس طرح کی اشاعت کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی کہ سب کو پہنچائی گئی ہو دو سو ڈھائی سو زبانوں میں اسکا ترجمہ ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ اس صورۃ میں ہر کسی کو اُسکے سمجھ لینے کی گنجائش ہے علاوہ بریں ہمارے مذہب میں مثل محمدیاں بزور شمشیر کسی کو اپنے دین میں شامل نہیں کرتے بلکہ پیار سے محبت سے لُطف سے نرمی سے نرم کرکے اپنی طرف کھینچتے ہیں حاصل تقریر پادری صاحب تو ہو چکا۔ اسکے بعد کی سُنیے پادری صاحب تو بیٹھے اور مولوی نعمان خاں صاحب بن لقمان خاں صاحب قندھاری جو کبھی عہد دولت لکھنؤ میں سرکار لکھنؤ کے سواروں میں نوکر تھے اور با لفعل اُنام میں رہتے ہیں کھڑے ہوئے عمر کو دیکھئے تو ساٹھ ستر کے بیچ باتوں کو سُنئے تو خوش طبعی میں جیسے نوجوان کو بھی مات کریں شدت سے ظریف ہیں۔ تحصیل آدھی گلستاں پر ختم ہو وزن بجز رد نصاری اور کام نہیں اپنے آپ کو وکیل سرکار ابد قرار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلاتے ہیں اور یہی عبارت اُنکی مہر میں کندہ ہے اُنکی تصانیف در باب رد نصاری سُنی تقریر کی دلچسپی کا کیا عرض کیا جائے ایک قطعہ بعض تصانیف کے اول میں اُنہوں نے لکھا ہے اُسکے دو شعر یاد ہیں ✣ ۵

در فیض محمدؐ وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جسکا جی چاہے
معاذ اللہ فرزندِ خدا کہتے ہو عیسےٰ کو۔
تو دادا کون ہے اُنکا بتائے جسکا جی چاہے

یہی دو شعر اُنکی لیاقت اور طرز تقریر اور انداز ظرافت کے بیان کے لئے کافی ہیں۔ القصہ خاں صاحب وکیل سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ایک دو ورقہ چھپا ہوا جو غالباً شمس الاخبار کا پرچہ تھا نکالا اور جھوم جھوم کر پڑھنا شروع کیا حاصل اُنکی تقریر کا جسقدر یاد ہے یہ ہے کہ پادری ہنری نارمن صاحب جنکی خوش بیانی کی واعظان نصاری میں دھوم تھی بتوفیق یزدانی مسلمان ہو گئے اور مشرف باسلام ہو کر امریکا میں تشریف لے گئے اور بجائے انجیل اب قرآن کی منادی کرتے ہیں (غرض قرآن شریف بھی تمام عالم میں شائع ہو گیا۔ انجیل ہی کی کیا خصوصیت ہے)

اسکے جواب میں پادری صاحب نے بجز اسکے اور کچھ نہ فرمایا کہ ہاں ترجموں کی کثرت تو اٹھارویں صدی ہی میں ہوئی ہے پر اٹھارویں صدی سے پیشتر بھی آخر کسی قدر ترجمے تھے ہی۔ سو یہ جواب کیا ہے اعتراض کی صحت کا اقرار ہے۔ اسکے بعد مرزا موحد صاحب جالندھری جو ایک مرد مہذب ہیں اور فن مناظرہ اہل کتاب میں عمدہ دستگاہ رکھتے ہیں کھڑے ہوئے اور پادری صاحب سے یہ پوچھا کہ انجیل کی اشاعت جسکا آپ نے دعویٰ کیا ہے اُس سے کونسی اشاعت مراد ہے روحانی یا جسمانی شاید یہ غرض ہوگی کہ اگر اشاعت جسمانی مراد ہے تو وہ تمہارے نزدیک مسلم نہیں۔ موافق خیالات پادریاں حضرت عیسی علیہ السلام کے دین میں احکام جسمانی کا پتا ہی نہیں اور اگر اشاعت روحانی مراد ہے تو اُسکا بھی نصرانیوں میں کہیں نشان نہیں اگر عیسائیوں میں حضرت عیسی علیہ السلام کا روحانی اتباع ہوتا تو موافق ارشادات عیسوی عیسائی ضرور اُس قسم کے کام کر سکتے جو حضرت عیسی علیہ السلام کر سکتے تھے۔ پادری صاحب نے ایسا یاد پڑتا ہے کہ اشاعت روحانی کا اقرار کیا پھر یاد نہیں مرزا موحد صاحب نے کیا فرمایا۔ اسکے بعد اہل اسلام کے وعظ کی نوبت آئی۔ اس کام کو اور صاحبوں نے مولوی محمد قاسم صاحب کے سپرد کیا گو بوجوہ چند مولوی صاحب کا ارادہ نہ تھا کہ خود کچھ کلام کیجے مگر جب سب نے یہی کہا تو کھڑے ہو کر اوّل خدا کی تعریف اور اپنے عجز و نیاز کے مضامین اور کلمۂ شہادت جو اکثر اہل اسلام کے خطبوں کے شروع میں ہوا کرتے ہیں بیان فرمائے۔ اُسکے بعد ایک تقریر بیان فرمائی جسکا حاصل یہ تھا کہ مذہب کی بھلائی بُرائی حقانیت بطلان عقائد کی بھلائی بُرائی حقانیت بطلان پر موقوف ہے احکام کی بھلائی بُرائی کو اُس میں دخل نہیں کیونکہ بحیثیت حکومت حاکم کو ہر قسم کے احکام کا اختیار رہتا ہے اگر ہر قسم کے احکام کا اختیار نہ ہوا کرے یعنی ہر قسم کے احکام اُس سے بمقابلۂ رعیت و محکومیں صادر نہ ہو سکیں تو وہ حاکم نہیں محکوم ہے بُرے احکام کی تخصیص بحیثیت عدل و انصاف و رحمت و فضل و متانت و حکومت وغیرہ اوصاف جلیلہ ہوتی ہے بنظر حکومت نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ بنا معبودیت فقط حکومت پر ہے عبادت اطاعت اور نیاز قلبی کو

میلۂ خداشناسی

بنی اسرائیل کے گم شدہ بھیڑیوں کے لئے آیا ہوں پادری صاحب اسکے جواب میں معقول کی طرف دوڑے اور ایسی نامعقول بات فرمائی کہ اُس سے سکوت ہی فرماتے تو بہتر تھا فرمانے لگے ہاں یہ سچ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام خاص بنی اسرائیل ہی کے لئے آئے تھے مگر جہاں خاص ہوتا ہے وہاں عام بھی ہوتا ہے اور ہاتھ کی لکڑی کی طرف اشارہ کرکے فرمانے لگے دیکھو یہ لکڑی ہے اور لاٹھی بھی ہے۔ لکڑی عام ہے اور لاٹھی خاص اور اسی کی تائید میں ایک دیسی پادری صاحب بیٹھے بیٹھے بولے۔ یہ بات تو شرح تہذیب میں بھی لکھی ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ آپ کی تہذیب دانی بھی اب کوئی دم میں معلوم ہوئی جاتی ہے۔ اہل فہم کو دعوے اور دلیل کے انطباق ہی سے یہ بات تو واضح ہوگئی ہوگی کہ پادری صاحب کو کچھ جواب نہ آیا اور اس بات کے لئے جواب کی حاجت نتھی مگر تسپر بھی مولوی احمد علی صاحب ساکن نگینہ وکیل عدالت شاہجہانپور کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ عام وخاص میں اگر تلازم وجودی ہے تو کیا ہوا عام وخاص کے احکام جدے جدے ہوتے ہیں۔ انسان عام ہے اُسکے احکام اور ہیں۔ زید خاص اُسکے احکام اور ہیں۔ (یعنی افراد انسانی ہیں سے کوئی مومن ہے، کوئی کافر ہے کوئی محمدی ہے کوئی نصرانی کوئی خوش اخلاق ہے کوئی بد اخلاق کوئی مرد ہے کوئی عورت کوئی نیک ہے کوئی بد کوئی مرد میدان ہے کوئی نامرد کوئی سخی ہے کوئی بخیل۔ ایک کے مومن یا کافر یا محمدی یا نصرانی ہونے سے سارے انسان مومن یا کافر یا محمدی یا نصرانی نہیں ہوسکتے۔ علی ہذا القیاس اور سمجھ لیجے اگر عام خاص کے احکام ایک ہی ہوا کرتے تو سب افراد انسانی ساری باتوں میں ایک ہی سی ہوتی) اسکے بعد جناب مولوی سید ابوالمنصور صاحب جو واقعی امام فن مناظرہ اہل کتاب ہیں اور رد نصاریٰ میں اپنا نظیر نہیں رکھتے کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ اگر ترجموں کی کثرت بقدر مذکور انجیل کے آسمانی کتاب ہونے کی دلیل ہے تو یوں کہو اٹھارویں صدی سے پہلے پہلے انجیل کتاب آسمانی نہ تھی اٹھارویں صدی میں یہ شرف انجیل کو میسر ہوا کیونکہ اٹھارویں صدی میں ترجموں کی کثرت ہوئی ہے اور اگر اسپر بھی اول ہی سے انجیل کتاب آسمانی ہے تو یہ بات ہر کتاب کی نسبت اُسکی اٹھارویں صدی میں متصور ہے۔

میں اُنکے حال میں فرماتے ہیں۔ لئن سألتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ جسکے یہ معنی ہیں کہ
اگر تو اُن سے پوچھے کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمینوں کو تو یوں ہی کہیں کہ اللہ نے اور ہنود کی
کیفیت پوچھیے تو اُنکو بھی ایسا ہی سمجھئے وہ گو بت پرست اور اوتاروں کے پوجنے والے ہیں پر جوتی سروپ
اور نرنکار ایک ہی کو کہتے ہیں۔ رہے نصرانی وہ اگرچہ شرک میں سب سے اول نمبر ہیں اور مشرک تو مشرک
صفات ہیں پر نصرانی مشرک ذات ہیں یعنی ذات کے مرتبہ میں تین خداؤں کے قائل ہیں لیکن
باایں ہمہ توحید کو اُنہوں نے بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا وہ کہتے ہیں کہ جیسے ہمارے نزدیک حقیقت میں
تین خدا ہیں ایسے ہی وہ تینوں حقیقت میں بھی ایک ہی ہیں القصہ اس امر محال کو اختیار کیا کہ وحدت
بھی حقیقی ہو اور کثرت بھی حقیقی ہو مگر پھر بھی توحید کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید سے
کسی کو انکار نہیں بلکہ اصل اصول سب کے نزدیک توحید ہی ہے اور جب توحید مسلم اور اصل ٹھیری تو پھر جو
باتیں مخالف توحید ہونگی وہ خود غلط ہونگی یعنی شرک اور بت پرستی اور کثرت معبود اپنے آپ غلط ہونگی علاوہ
بریں عقل سلیم بھی اسپر شاہد ہے کہ معبود حقیقی ایک ہی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ تمام عالم وجود میں شریک ہے
ایک لفظ موجود سب پر بول سکتے ہیں اور سب کے وجود کو وجود ہی کہتے ہیں کچھ اور نہیں کہتے غرض ایک
چیز سب میں مشترک ہے پھر اسپر عالم کا یہ حال ہے کہ اکثر موجودات قدیم نہیں حادث ہیں ایک زمانہ میں
موجود نہ تھے اور بعد وجود ایک زمانہ میں معدوم ہو جاتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن اشیاء
کا وجود ایسا ہے جیسا گرم پانی کی حرارت اور زمین کی روشنی یعنی ایک زمانہ میں پانی ٹھنڈا اور زمین
بے نور تھی اور بعد حرارت و نور پھر ایک زمانہ میں وہی ٹھنڈک و اندھیرا ہے سو جیسے اس آمد و شد
حرارت و نور سے ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ حرارت و نور آب و زمین کے خانہ زاد نہیں کسی سے مستعار ہیں
جسکے یہ خانہ زاد ہیں اور اس پتے پر آخر آتش اور آفتاب کا سراغ نکل آتا ہے ایسا ہی بوجہ آمد و شد
وجود اشیاء حادثہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وجود انکا خانہ زاد نہیں کسی نے مستعار عنایت کیا ہے اُس میں
یہ وصف خانہ زاد ہی مستعار نہیں اور جو موجودات ایسے ہیں کہ ہمیشہ سے ایک حال پر چلے آتے ہیں
اور کسی نے آج تک اُنکا زمانہ عدم نہیں دیکھا جیسے زمین آسمان آفتاب قمر کواکب تو گو بظاہر

دلائل عقلیہ بر اثبات باری

کہتے ہیں۔ بشرطیکہ اُسکے سامنے ہو جسکو اپنے اعتقاد میں ہر طرح سے مختار اور اوروں کو اُسکے سامنے
محض بے اختیار سمجھے سو ظاہر ہے کہ اسی کو حکومت کہتے ہیں۔ غرض منشاء معبودیت معبود حقیقی اُسکی
وہ حکومت عالیہ ہے جسکے سبب وہ احکم الحاکمین کہلایا اس صورت میں اسکا تجسس کہ یہ حکم اچھا
ہے یا بُرا ہے مقتضاء اخلاص عبادت نہیں گو اُسکا کوئی حکم مخالف رحمت و حکمت وغیرہ اوصاف مشار الیہا
نہو اگر تجسس ضروری ہے تو اس بات کا تجسس ضروری ہے کہ یہ حکم خدا تعالی کا حکم ہے کہ نہیں۔ یعنی یہ
بات دیکھنی چاہیئے کہ جس مدعی نبوت و رسالت کے وسیلہ سے یہ حکم ہم تک پہونچا ہے اس میں اخلاق
و افعال پسندیدہ اور معجزات خارقہ پائے جاتے ہیں یا نہیں پھر اگر وقت ارشاد احکام ہمکو اُسکی زیارت
میسر نہیں آئی تو جس روایت سے یہ احکام پہونچے وہ روایت معتبر اور مقرون بشرائط اعتبار ہی کہ نہیں
علاوہ بریں احکام کی کوئی انتہا نہیں ہر ہر حکم کی تحقیق کیجیے تو ایک زمانہ دراز چاہیئے پندرہ منٹ کے عرصہ
میں یہ بات متصور نہیں ہاں فقط عقائد پر اگر حقیقت مذہب کو موقوف رکھا جائے تو بجا ہے کیونکہ اول تو
عقیدہ ایک قسم کی خبر ہوتا ہے اگر صحیح عقیدہ ہے تو یوں کہو مطابق واقع ہے اور غلط ہے تو یوں کہو ایک
جھوٹی بات ہے سو خدا کی حکومت اور اُسکا احکم الحاکمین ہونا اور وہ باتیں جو حکومت کو لازم ہیں اگر مسلم
ہونگی تو اُسکا معبود ہونا بھی مسلم ہوگا ورنہ معبود ہونا ہی مسلم نہوگا جو بندوں کے ذمہ اطاعت لازم ہو پھر
اُسپر عقائد ضروریہ ہر مذہب میں دو چار ہی ہوتے ہیں ایسا لمبا چوڑا قصہ نہیں ہوتا جسکی تحقیق دشوار ہو
مگر عقائد کی رو سے دیکھئے تو مذہب اسلام سارے مذہبوں سے عمدہ معلوم ہوتا ہے اہل اسلام کا پہلا عقیدہ
جسپر بناء اسلام ہے یہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسکے یہ معنی ہیں کہ سوا ے
اللہ تعالے اور کوئی لائق عبادۃ نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے
ہیں سو اول جملہ جسکا خلاصہ توحید ہے کسی ملت اور مذہب والوں کو اُس سے انکار نہیں زیادہ تر
منکر توحید مشرک ہوتے ہیں اُن میں سب میں بڑھ کر تین فرقے ہیں ایک تو جاہلان عرب یعنی قبل بعثۃ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ عرب میں تھے دوسرے ہنود ملک ہند تیسرے عیسائی لوگ جاہلان عرب
کی سنئے باوجود کثرت شرک و بت پرستی خالق زمین و آسمان ایک خدا ہی کو سمجھتے ہیں چنانچہ قرآن شریف

[illegible]

سے متعلق ہوا تو اُسکا دینا لینا اُسی کا کام ہوگا جیسے آفتاب ہے زمین کو نور عطا کرتا ہے اور وہی چھین لیتا ہے ایسے ہی خدا وحدہ لاشریک لہ بھی وجود کا دینے لینے والا ہوگا اور ہر کسی کی ذات وصفات کا وجود اُسی کی عطا ہوگا اور ہر ایک کا عدم اسی کی طرف سے ضبطی وجود سمجھا جائیگا اور ظاہر ہے کہ اطاعت کا باعث یہی نفع کی امید یا نقصان کا اندیشہ ہوا کرتا ہے۔ نوکر اپنے آقا کی خدمت تنخواہ کی امید پر کرتا ہے اور رعیت اپنے حاکم کی اطاعت یا مظلوم ظالم کی تابعداری نقصان کے اندیشہ سے کیا کرتا ہے۔ خداوند عالم میں جب یہ دونوں قدرتیں بدرجۂ تمام موجود ہوں تو پھر اُسکی اطاعت نہ کی جاوے تو اور کسکی کی جاوے اور سوا اُسکے اسی طرح اور کسی کی اطاعت کی جائے تو کیوں کی جاوے اور کون ہے جسکو نفع یا نقصان کا اصل میں اختیار ہو یہ اختیار تو جب ہو جبکہ وجود خانہ زاد ہو ہاں اُسکے نائبوں کی تابعداری یعنی اُن لوگوں کی اطاعت جو اُسکے حکم سناتے ہیں خود اُسی کی اطاعت ہے وہ محض پیغام رساں ہیں اور سب احکام اسی کے ہیں اس صورت میں سوا خدا کے اوروں کی عبادت جیسے ہنود و نصاریٰ کرتے ہیں بالکل خلاف عقل ونقل ہوگی۔ اسکا مستحق سوا خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا خاص کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور سری رام اور سری کرشن کو معبود کہنا یوں بھی عقل میں نہیں آسکتا کہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے پاخانہ پیشاب مرض اور موت سے مجبور تھے۔ خدا تعالیٰ وہ ہوگا جو ہر طرح سے غنی اور بے نیاز ہو محتاج اور مجبور اور وہ بھی ایسی ایسی چیزوں کے سامنے جیسے پاخانہ پیشاب خدا نہیں ہوسکتا۔ اسپر پادری نولس صاحب اثناء تقریر مذکور میں کھڑے ہوکر مولوی صاحب سے فرمانے لگے۔ آپ پاخانہ پیشاب کا لفظ نہ فرمائیں مولوی صاحب نے کہا آپ کو احتمال توہین ہوا اگر اس لفظ میں ایسا توہین ہوتا تو ہم ہرگز نہ کہتے۔ حضرت عیسیٰ کی توہین بھی ہمارے نزدیک مثل توہین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم موجب کفر وارتداد ہے۔ مولوی محمد طاہر عرف موتی میاں صاحب نے فرمایا آپ پاخانہ پیشاب نہ کہیے بول وبراز کہیے۔ مولوی صاحب نے فرمایا بہتر یوں ہی سہی۔ خیر مولوی صاحب نے فرمایا جو ایسا محتاج ومجبور ہو اُس میں خدائی کہاں تسپر نصاریٰ کا یہ قول کہ خدا تعالیٰ تین ہوکر پھر ایک ہے

اس تقریر سے اُنکے لئے کسی معطی وجود کا پتا نہیں لگتا پر غور سے دیکھئے تو وہاں بھی یہی بات عیاں ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ باوجود اشتراک وجود ہر ایک کی حقیقت کو ہر کوئی جدا سمجھتا ہے یہ نہ ہو تو ایک کو دوسرے سے تمیز نہ کر سکتے اسلئے خواہ مخواہ یہ کہنا پڑیگا کہ وجود اور چیز ہے اور اشیاء مذکورہ کی حقیقت اور چیز ہے اور ظاہر ہے کہ دو چیزوں کا جیسا اجتماع ممکن ہے ایسا ہی اُنکا افتراق بھی ممکن ہے اور جدائی ممکن ہوئی تو پھر خانہ زادی کہاں ناچار ہو کر یہی کہنا پڑیگا کہ اُنکا وجود بھی مستعار ہے مگر چونکہ ہر مستعار چیز کے لئے ایک ایسے دینے والے کی ضرورت ہے جسکے پاس کسی کی دی ہوئی نہو بلکہ اصلی ہو تو بالضرور وجود مستعار کے لئے بھی کوئی دینے والا ہوگا یعنی وجود کے لئے کوئی موصوف اصلی ہوگا جو خود بخود موصوف بالوجود یعنی موجود ہو سو وہی خدا ہے اور اُسی کو بے نیاز مطلق کہنا چاہئے اُسکو کسی کی حاجت نہیں اور سب کو اُسکی حاجت ہے مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کا موجود سوا ایک کے متصور نہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ جب وجود کی وحدت مانی گئی چنانچہ اوپر معروض ہو چکا تو موجود اصلی بھی یعنی جسکے حق میں وصف وجود خانہ زاد ہو ایک ہی ہوگا علاوہ بریں وجود سے زیادہ کوئی عام نہیں اسلئے اس بات کا اقرار ضروری ہے کہ وجود ایک امر غیر محدود ہے ورنہ محدود ہو تو اُسکے اوپر ضرور ایک مرتبہ نکلیگا۔ جسکی نسبت اسکو محدود کہیں اور وہ اس سے بھی زیادہ عام ہو مگر وجود غیر محدود ہوگا تو یہ معنی ہونگے تمام مواقع وجود کو محیط ہے پھر اگر دوسرا بھی ایسا ہی ہو تو وہ کہاں جائے یہ بھی احتمال نہیں کہ دو ہوں پر دونوں ملکر ایسی طرح شدید ہو جائیں جیسے دو چراغ کا نور ملکر زیادہ تر چمک کا باعث ہو جاتا ہے کیونکہ موصوف اصلی سے زیادہ اور کوئی موصوف نہیں ہو سکتا نہ اُسکے وصف سے زیادہ کسی کا وصف ہو سکے خاص کر وجود اصلی کیونکہ اُس سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں اسی وجہ سے وہ غیر محدود ہوا ورنہ محدود ہوتا آخر یہ بھی ایک حد ہے کہ اس سے زیادہ شدید ہو سکتا ہے بالجملہ بروئے دلیل عقلی بھی خدا کی وحدانیت ضروری التسلیم ہے اور جب عقل و نقل دونوں اس بات پر شاہد ہوں کہ خدا وحدہٗ لاشریک لہ ہے تو پھر اوروں کی عبادت ظلم عظیم ہوگا کیونکہ اسکا مستحق اس صورت میں سوا اُسکے اور کوئی نہیں ہو سکتا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب کارخانۂ وجود سب اُسکی ذات

[illegible]

بھی وہی ہو سکتے ہیں جو سراپا اطاعت ہوں اور شائبہ انحراف بھی اُن میں نہ ہو اتنا فرق ہے کہ
بادشاہاں دنیا کو موافق مرضی اور خیرخواہ اور سراپا اطاعت وغیرہ کے سمجھنے میں غلطی بھی ہو جاتی
ہے اسلئے عزل ونصب وعتاب وعنایت ہوتی رہتی ہیں اور خداوند علیم خبیر سے کسی بات کے
سمجھنے میں غلطی نہیں ہو سکتی ورنہ اُسکے علم کو در بارہ توضیح حقیقت ایسا کہنا پڑیگا جیسا قمر وکواکب
کے نور سے بوجہ نقصان بہت باریک چیزیں اور باریک فرق محسوس نہیں ہوتے اور ظاہر ہے کہ
جسکا وجود کامل ہو اُسکی کسی بات میں نقصان متصور نہیں ورنہ وجود میں نقصان لازم آئیگا مگر
جب اُسکا علم کامل ہوا اور اس وجہ سے اُسکو کسی کے موافق مرضی اور ظاہر وباطن مطیع سمجھنے میں غلطی
ممکن الوقوع نہ ہوئی تو جن کو اُس نے اپنا مقرب بنایا ہوگا اُنکا معزول ہونا اور اپنے عہدۂ احکام رسانی
سے موقوف ہو جانا بھی خلاف عقل ہوگا۔ الحاصل انبیا میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو ناپسندیدۂ
خداوندی ہو اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں اُنکے تمام اخلاق کا حمیدہ ہونا اور تمام قوائے علمیہ کا گزیدہ
ہونا لازم آئیگا جس سے اُنکی معصومیت کا اقرار کرنا پڑیگا کیونکہ جب بُری صفت ہی نہیں اور فہم کامل ہے
یعنی قوۃ علمیہ اچھی ہے تو پھر اعمال ناشائستہ کے صادر ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں ہر فعل کے صادر ہونے کے
لئے ایک قوۃ یعنی ایک صفت کی ضرورت ہے دیکھنے کے لئے بینائی چاہئے سُننے کے لئے شنوائی چاہیئے
ایسے ہی اچھے اعمال کے لئے اچھی صفت کی ضرورت ہے اور بُرے کے لئے بُری صفت کی حاجت جب بُری
صفات سے وہ لوگ مبرا ہوئے تو بُرے افعال سے بدرجہ اولی معصوم ہونگے مگر جب سراپا اطاعت یعنی ہر طرح
سے محکوم ہوئے تو پھر اُنکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے طور پر جسے چاہیں بخشدیں جسے چاہیں عذاب دینے لگیں یہ
اختیار ہو تو محکوم نہ رہیں حاکم ہو جائیں ہاں یہ بات البتہ متصور ہے کہ وہ کسیکے لئے دعا کسیکے لئے بددعا کریں۔
کسی کے حق میں کلمۃ الخیر کسی کے حق میں بُرا کلمہ کہیں مگر جب وہ ہر طرح سے مقدس مانے گئے تو وہ اپنے خیرخواہوں کے
خیرخواہ ہی بنیں گے بدخواہ نہ ہونگے کلمۃ الخیر ہی کہینگے کوئی بُرا کلمہ نہ کہینگے سو اسی کو ہم شفاعت کہتے ہیں۔ القصہ رسولوں اور
پیغمبروں کی شفاعت ممکن ہے پر حضرت عیسیٰ کا کفارہ ہو جانا ممکن نہیں یعنی یہ بات جو عیسائیوں کے اعتقاد میں جمی
ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتیوں کی طرف سے ملعون خدا ہوئے نعوذ باللہ اور تین دن تک اُنکی عوض جہنم میں رہے

ایسا ظاہر البطلان ہے کہ کسی عاقل کی عقل اسکو تجویز نہیں کر سکتی یہاں تک کہ خود نصاری بھی بروے عقل اوروں ہی کے ہمصفیر ہیں اگر کہتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ منجملہ اسرار خداوندی ہے ہماری عقول ناقصہ میں نہیں آسکتا مگر جب یہ معلوم ہوگیا کہ مستحق عبادت بجز خداوند وحدہ لاشریک لہ اور کوئی نہیں تو اَور سنئے عبادت بمعنی اطاعت ہے اور اطاعت دوسروں کی رضا کے موافق کام کرنے کو کہتے ہیں پر دوسرے کی رضا عدم رضا بے اُسکے بتلائے معلوم نہیں ہوسکتی اگر وہ خود کسی طرح اظہار نہ کرے تو پھر اُسکے ظہور کی کوئی صورت نہیں ہم باوجودیکہ جسمانی ہیں کثافت ہماری ذات کے ساتھ ہے ہمارا مافی الضمیر اور ہماری رضا غیر رضا کی بات تو بے ہمارے اظہار کے ہو ہی نہیں سکتی خواہ سینے سے سینہ ملادیں خواہ دل کو چیر کر دکھلادیں خداوند عالم جو لطیف اور خبیر ہے اُسکے مافی الضمیر اور اُسکے دل کی بات کو بے اُسکے بتلائے کوئی کیا جانے۔ غرض اطاعت خداوندی کے لئے اسکی ضرورت ہے کہ وہ خود اپنے احکام سے مطلع فرمائے عقل نارسا سے اس بات میں کام نہیں چل سکتا کیونکہ اگر بالفرض ہزار باتوں میں سے کسی ایک بات کی بھلائی بُرائی ہزاروں میں سے کسی ایک دو کو معلوم بھی ہو جائے تو کیا ہوا اُسکی خود مختاری سے یہ کیا بعید ہے کہ وہ اپنے احکام میں ان باتوں کا پابند نرہے اگر کسی بات کی تخصیص بوجہ کسی مجبوری کے ہے تو حاکم نہیں محکوم ہے اور محکوم کی خدائی اور معبودیت معلوم اور مجبور نہیں تو اختیار تغیر و تبدل احکام ضروری ہوگا جس سے حسن و قبح کی پابندی نہ رہیگی بالجملہ دربارہ احکام انتظار اظہار خداوندی ضرور ہے مگر جب سلاطین دنیا اپنے احکام بذات خود ہر مکان و ہر دوکان پر جا کر ہر کسی کو نہیں سناتے وہ خداوند احکم الحاکمین جسکی شوکت اور حکومت کے سامنے سلاطین دنیا کی حکومت اور شوکت کو کچھ نسبت ہی نہیں کیونکر ہر کسی سے کہتا پھریگا۔ جیسے بادشاہانِ دنیا اپنے مقربوں سے اپنے احکام کہا کرتے ہیں اور وہ اوروں کو پہونچا دیا کرتے ہیں خداوند کریم بھی اپنے احکام اپنے مقربوں کے ذریعہ سے اوروں کو پہونچائیگا۔ مگر جیسے یہاں کے بادشاہوں کے مقرب وہی ہوتے ہیں جو بادشاہوں کی موافق مرضی اور خیر خواہ ہوتے ہیں اور بجز اطاعت بوے سرتابی بھی اُن میں نہیں ہوتی ورنہ مقرب نہ رہیں معتوب ہوجائیں ایسے ہی خدا تعالی کے مقرب

[illegible]

دانشمند اُس طرف ہوں غلط سمجھے گی۔ غرض جیسے وہ شخص گھڑی کی بات کو غلط سمجھتا ہے اور اور خود گھڑی کی نسبت کہتا ہے ہو نہ ہو یہی غلط ہے میرا مشاہدہ غلط نہیں گو یہ نہ جانے گھڑی میں کیا غلطی ہے اور کہاں نقصان ہے ایسے ہی عقل عام و خاص اپنے مشاہدہ استحالہ کے سامنے انجیل کے دعوے تثلیث کو اگر بالفرض اسکے کسی ایسے فقرہ سے نکلتا ہو جس میں احتمال الحاق بھی نہ ہو چہ جائیکہ یقین الحاق ہرگز قبول نہ کریگی بلکہ خود انجیل ہی کو غلط کہے گی اور یہ کہے گی کہ ہو نہ ہو اس میں غلطی ہے گو یہ نہ جانے کہ کہاں کہاں غلطی ہے ہاں بعض مضامین ایسے ہوتے ہیں کہ استحالہ تو معلوم نہ ہو پر اُنکی حقیقت بھی کچھ معلوم نہ ہو بلکہ اُنکی حقیقت میں حیران ہو۔ مولوی محمد قاسم صاحب اس قسم کی تقریر فرما رہے تھے جو پادری صاحب نے اطلاع کی کہ پندرہ منٹ ہو چکے۔ تقریر مذکور کے ناتمام رہ جانے کا اہلِ اسلام کو افسوس رہا۔ مولوی صاحب کے کہنے سے یہ معلوم ہوا کہ اُن کو محالات اور متشابہات میں فرق بتلانا منظور تھا کیونکہ متشابہات تو مثل ذات و صفات خداوندی اور ارواح بنی آدم وغیرہ معلوم الوجود مجہول الکیفیت ہوتی ہیں عقل کو ان سب کے حقائق کے دریافت کرنے میں حیرت ہوتی ہے اور محالات کے علم میں حیرت نہیں ہوتی بلکہ علم عدم اور علم استحالہ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ علم عدم اور عدم علم میں زمین آسمان کا فرق ہے حاصل تقریر مولوی صاحب تو ہو چکا۔ آگے سُنئے مولوی صاحب تو بیٹھے اور پادری صاحب اُٹھے یہ فرمایا کہ مولوی صاحب نے اپنے مذہب کے فضائل کچھ بیان نہ فرمائے ہمارے مذہب پر اعتراض کر دیئے۔ غرض اعتراض کیا تو یہ کیا مضامین پر کچھ اعتراض نہ ہو سکا اسکے جواب میں مولوی صاحب کے اُٹھنے کی تو نوبت نہ آئی جناب مولوی احمد علی صاحب ساکن نگینہ وکیل عدالت شاہجہانپور کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا یہ عین اپنے مذہب کی فضیلت ہے کہ اور مذہبوں میں یہ یہ عیب ہیں اور ہمارے مذہب میں ان عیوب میں سے ایک بھی نہیں اسکے بعد بعض دیسی پادریوں نے کھڑے ہو ہو کر سب اہل جلسہ کے کان کھائے۔ منجملہ پادریان مذکور مولاداد خاں نام ایک پادری نے ایک مہمل تقریر جس سے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم

ہرگز قرین عقل نہیں کیونکہ محبوب میں جو محبت اور عدو میں سبب عداوت چاہئیے مرحوم میں باعث رحمت اور ملعون میں موجب لعنت ضرور ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ حسن تو کسی میں نظر آئے اور محبوب کسی کو بنائے اطاعت تو کسی میں نظر آئے اور رحمت کسی اور پر کریں یعنی خوش کسی اور سے ہو جائیں بدمنظر تو کوئی اور ہو اور نفرت اور ہیبت اُس سے ہو جس میں حسن خداداد نظر آئے اور ناخوشی کی باتیں تو کوئی اور کرے اور لعنت اُسپر ہو یعنی ناخوش اُس سے ہو جائیں جو ہر طرح سے مطیع ہو سو یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی کسی کی اطاعت کا مستحق نہیں اور کوئی کسی کے گناہ کا مجرم نہیں۔ القصہ اعتقاد کثرت معبودان اور اعتقاد کفارہ دونوں مخالف عقل ہیں اور دونوں سراسر باطل ہیں پھر اسپر کثرت معبودوں کے ساتھ وحدت کا اعتقاد تو کسی کے نزدیک قابل تسلیم نہیں چھوٹے سے لیکر بڑے تک اور بوڑھے سے لیکر جوان اور لڑکے تک اہل عقل کامل العقل ہوں یا ناقص العقل یہاں تک کہ خود نصاریٰ بھی بروے عقل وحدت و کثرت حقیقی کا اجتماع منجملہ محالات سمجھتے ہیں ہر عاقل کی عقل کو بے دلیل یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے اور جو بات عقل کو بے دلیل غلط معلوم ہوتی ہو یعنے اُسکے غلط سمجھنے میں عقل کو دلیل کی حاجت نہ ہو دلیل کا بیچ میں واسطہ نہ ہو تو پھر اُسکے اثبات کی ایک کیا ہزار دلیلیں بھی ہوں تو کیا ہوا ہرگز مثبت مدعا نہیں ہو سکتیں اور ہوں تو کیونکر ہوں شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اقرار عقلاء نصاریٰ

جو بات بے واسطہ غلط نظر آئے وہ مثل دیدہ ہے اور جو بات بروے دلیل صحیح کہی جائے وہ مثل شنیدہ ہے اور اسکی ایسی مثال ہے جیسے قریب غروب کوئی عالم فاضل ریاضی داں اپنے فنون میں یکتائے روزگار بوسیلہ جیبی گھڑی یوں کہے کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ایک جاہل کندہ ناتراشیدہ کہیں اونچے پر کھڑا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ آفتاب کا کنارا ہنوز باہر ہے تو جیسے یہ شخص باوجودیکہ اپنی جہل اور اُسکے علم و فضل کا معتقد ہو اور گھڑیوں سے اوقات شناسی اور اُنکی غلطی اور صحت کو نجانتا ہو پھر بھی اپنے مشاہدہ کے سامنے اُس عالم کے قول مدلل کو نہیں مانتا اور ایک عالم کا کیا ہزار عالم بھی ملکر بوسیلہ جیبی گھڑی غروب کا دعوے کریں تب بھی سب کو غلط کہتا ہے۔ ایسے ہی عقل حقیقت میں اپنے اس علم کے سامنے جو بے واسطہ بمنزلہ مشاہدہ ایسے مضامین کے محال ہونے کی نسبت حاصل ہے اُن مضامین کو جو بوسیلہ ذہن میں آئیں اگرچہ بڑے بڑے

کہ پھر سر نہ اُٹھارا اور تا اختتام مناظرہ پھر لب نہ ہلائے باقی زجر و توبیخ کی بوچھاڑ اور نفع میں بدی مسلمانوں
نے کہا تو کہا ہنود بھی بُرا بھلا کہتے تھے چنانچہ ایک ڈپٹی صاحب ہندو مذہب جنکا نام غالباً
اجودھیا پرشاد ہے کھڑے ہوئے اور اس مضمون کو دیر تک بیان کرتے رہے کہ کسی کے پیشواؤں کو بُرا
نہ کہنا چاہیئے۔ پادری صاحب یہ کہتے تھے بھائی کی یہ غرض نہ تھی کہ توہین کیجے مگر اہل اسلام کو
درصورت تسلیم صحت معنی بعد بھی کچھ دشواری نہ تھی۔ اول حضرات حواریین چور اور بٹ مار بننے
جب کہیں کسی اور کی طرف دیکھنے کی نوبت آتی بہر حال لفظ پیشتر کہیئے یا لفظ بعد پادریوں کو ہر طرح
دشواری ہے ایک صورت میں پہلے انبیاء کی نبوت کا انکار ہے اور ایک صورت میں حواریوں کی رسالت
کا انکار۔ القصہ جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب نے جب پادری مذکور کی غلطی پکڑی اور
پادری نولس صاحب نے اُسکی تصدیق کی تو بایں نظر کہ پادری مولاداد خاں مذکور کی غرض اپنی
غلط بیانی سے ابطال نبوت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ بیبل منظور تھا بذریعہ بیبل
ہی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں کچھ چھیڑ چھاڑ ہوئی جناب مولوی
سید ابو المنصور صاحب نے چند پیشین گوئیاں بہ نسبت نبوت نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم
توراۃ میں سے نکالکر پیش کیں منجملہ انکے وہ پیشین گوئی بھی تھی جس میں حضرت موسی علیہ السلام کو
خطاب کرکے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تیرے بھائیوں میں سے تجھ جیسا ایک نبی پیدا کرونگا اور اُسکے
مُنہ میں اپنے کلام ڈالوں گا اور اس پیشین گوئی کے بعد یہ فرمایا کہ فیما بین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس باتوں میں مماثلت ثابت کرسکتا ہوں اس روز تو سوا تقاریر
مرقومہ فیما بین اہل اسلام و نصاریٰ اور کوئی گفتگو قابل تحریر نہیں البتہ یہ بات قابل تحریر ہے کہ سوا
پادری نولس صاحب اور کوئی شخص لائق گفتگو عیسائیوں میں سے نہ تھا۔ اوروں کو تقریر کی نسبت
اگر یوں کہیئے کہ قالب الفاظ میں ابھی معانی ڈالنے کی نوبت نہ آئی تھی اور الفاظ ہی سے خانہ پری اوقات کرتے
تھے تو البتہ ایک عذر معقول ہے نو بجے سے یہ جلسہ شروع ہوا تھا۔ اور دو بجے یہ جلسہ برخاست ہوا اہل اسلام
نے اول نماز پڑھی پھر کھانا کھایا اور باہم ایک دوسرے کی تقریر کی خوبی کا ذکر ہوتا رہا اور افضال

کی نسبت گستاخی ٹپکتی تھی شروع کی اور یہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔ پادریوں کا قاعدہ ہے کہ مسلمانوں سے
دامن چھڑانے کو گستاخانہ پیش آتے ہیں۔ مسلمان چونکہ ایسی باتوں سے گھبراتے ہیں اور جواب کی بہ ترکی
دے نہیں سکتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حواریین اور انبیاء سابقین علیہم و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام
اگر اُنکے نزدیک بُرے ہوتے تو اس چال چل سکتے ناچار ہو کر زبان کا جواب ہاتھ سے دینے کو تیار ہوتے
ہیں جس سے پادریوں کو اس بات کا موقع مل جاتا ہے کہ مسلمانوں کو جواب نہیں آتا لڑنے کو دوڑتے
ہیں یا خاموش ہو کر طرح دیتے ہیں جس سے پادریوں کا کام بن جاتا ہے۔ غرض انصاف کو بغل میں مار
خوف خدا کو طاق میں رکھ بے ادبانہ پیش آتے ہیں۔ سو مولیٰ داد خاں مذکور بھی اسی چال چلے نقل کفر
کفر نباشد یہ سمجھکر بدشواری حاصل تقریر مولا داد خاں مذکور لکھتا ہوں ورنہ زبان کو ہلاتا ہوں تو ہلتی
نہیں قلم کو اُٹھاتا ہوں تو اُٹھتا نہیں۔ اُس تقریر ناپاک کا حاصل یہ تھا جیسے مسلمانوں کے نبی نے
دعوے کیا بھنگیوں کا لال گرو بھی ایسا ہی کہتا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ میرے
بعد جو آئیں گے چور اور بٹ مار ہونگے یعنی اس سے یہ معلوم ہوتا ہے بعد عیسیٰ علیہ السلام کوئی ہادی
نہ آئیگا جناب امام فن مناظرۂ اہل کتاب مولوی سید ابو المنصور صاحب نے اسکے جواب میں یہ فرمایا
واہ پادری صاحب ساری عمر انجیل پڑھی پھر بھی یہ خبر نہیں کہ انجیل میں کیا ہے انجیل میں تو نہیں
جو میرے بعد آئینگے چور اور بٹ مار ہونگے بلکہ انجیل میں یوں ہے جو مجھسے پیشتر آئے وہ چور اور بٹ مار
تھے۔ اس نے اپنے قول پر اصرار کیا جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب نے فرمایا اچھا انجیل منگاؤ
اُسپر پادری نولس صاحب نے فرمایا بھائی سے غلطی ہوئی مولوی صاحب صحیح فرماتے ہیں۔ مگر جس
لفظ کا یہ ترجمہ ہے وہ بمنزلہ مضارع دو معنی کے لئے آتا ہے پیشتر اور بعد دونوں اُسکے معنی ہوتے ہیں
جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب نے فرمایا اصل لفظ عبری اگر دونوں معنوں کے لئے ہے
تو کیا ہوا لفظ پیشتر تو دونوں معنوں کے لئے نہیں۔ غرض بالفرض اگر اصل لفظ دونوں معنوں
کے لئے موضوع بھی ہو تو کیا فائدہ پیشتر کے لفظ سے ترجمہ کرنا خود اس بات پر شاہد ہے کہ بدلیل
سیاق و سباق بعد مراد نہیں پیشتر مراد ہے اسپر پادری مولا داد خاں مذکور نے ایسی مونہہ کی کھائی

واقعہ مباحثہ مولوی

کیفیت جلسۂ دوم واقعۂ روز دو شنبہ ہشتم مئی ۱۸۷۶ء

نو بجتے ہی خیمۂ گفتگو کی طرف سب مناظران اہل اسلام اور سوار نکلے اور شائقان گفتگو روانہ ہوئے دیکھتے کیا ہیں خیمہ میں چند کرسیاں خالی ہیں باقی سب پر آدمی ہی آدمی تھے یہ سمجھکر کہ شاید پھر جائے نہ ملے شوق گفتگو میں پہلے ہی سے اکثر صاحب آبیٹھے تھے اسپر بھی آدمی گھسے چلے آتے تھے اور سوا انکے اور عوام خیمہ کے گرد تھے آدمی پر آدمی گرتا تھا سپاہیان پولیس اگر نہ روکتے تو سب اندر ہی پہونچتے جگہ ملتی یا نہ ملتی اسلئے مہتممان جلسہ نے اور بہت سی کرسیاں اور مونڈھے منگائے قریب دو سو اڑھائی سو کرسی وغیرہ کے اُس خیمہ میں ملا ملا کر بچھائی اسپر بھی بہت سے صاحب خیمہ کے گوشوں میں اور کرسیوں کی قطاروں میں کھڑے بیٹھے تھے اور ہر قنات خیمہ کو جسکو بمنزلہ دیوار خیمہ کہیے اُٹھا کر پتلی پتلی چوبوں پر استادہ کیا جس سے سایہ کی وسعت ہوگئی اور بہت سے شائق اُس میں آکھڑے ہوئے مگر تسپر اُس سے باہر بھی بہت کثرت سے آدمی تھے۔ شوق گفتگو میں نہ لُو کا خیال تھا نہ دھوپ کا دھیان جہاں جہاں تک آواز کے پہونچنے کا احتمال تھا آدمی ہی آدمی تھے گرمی کا موسم تھا گرمی ہی کا وقت تھا مکان جلسہ ایک صحرا شہر سے دور سایہ کے لئے خیمہ یا درخت آم جسکا سایہ آدھا سایہ آدھی دھوپ۔ غرض نہ تپش سے بچنے کا کوئی عمدہ سامان نہ لُو سے بچنے کے لئے کوئی مکان تسپر یہ ہجوم تھا اگر یہ خرابیاں نہ ہوتیں تو خدا جانے کس قدر انبوہ ہوتا خیر جب آدمی ٹھکانے سر بیٹھ گئے اور اہل جلسہ ہر ایک کو حسب موقع بٹھلا چکے تو اول پادری نولس صاحب نے حسب قرارداد باہمی یہ بیان کیا کہ آج ہر فریق کی طرف سے گفتگو کے لئے پانچ پانچ آدمی منتخب ہوئے ہیں کل کی طرح عام اجازت نہیں وجہ اس تغیر کی یہ ہوئی بہت سے کرسٹانوں اور بعض ہنود نے مفت کی سامع خراشی سے وقت کھو دیا تھا اور اس وجہ سے جلسۂ سابق میں گونہ بے لطفی آگئی تھی اسلئے اہل اسلام پادری صاحب سے اس بات کے خواستگار ہوئے کہ ہر کس و ناکس کا بولنا بجز سامع خراشی اور کیا مفید ہے اس سے بہتر ہے کہ ہر فریق میں سے چند آدمی منتخب کئے جائیں سو پانچ پانچ آدمی اس کام کے لئے مقرر ہوئے۔ اہل اسلام میں سے

خداوندی کو یاد کرکے اُن تقریروں کے مزے لیتے رہے اور شہر میں اور اطراف میں یہ شہرت اُڑگئی کہ مسلمان غالب رہے چنانچہ اسی وجہ سے دوسرے دن اور بہت شائق آپہونچے۔ القصہ اُس روز سب کو یہی ذکر و شغل تھا زبان و کان دونوں اسی قصہ و کہانی میں مصروف تھے مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ اب گونہ اطمینان حاصل ہوگیا مجمع پادریوں میں کوئی اس قابل نہیں معلوم ہوتا کہ جس سے بظاہر کچھ اندیشۂ خاطر پیدا ہو ہاں انکی بے انصافی سے تو دل افسردہ ہوتا ہے بعدہٗ مولوی صاحب نے واعظین کو فرمایا کہ میلہ میں متفرق ہوکر وعظ بیان کرنا چاہئے۔ چنانچہ واعظین نے جاکر (بجز مولوی منصور علی صاحب کے) علے الاعلان منادی اسلام و ابطال عیسائیت کو بیان کرنا شروع کیا اور قبل مغرب تک تمام میلہ میں عجب کیفیت رہی اور عنایت ایزدی سے کوئی پادری مقابل نہ ہوا۔ خدا معلوم کہاں جان چرائے پڑے رہے۔ اور مولوی صاحب ایک تحریر جزو کے قریب جلدی میں لکھ کر اپنے ہمراہ لیتے گئے تھے یہ تحریر حقیت اسلام میں تھی) اور کچھ مضمون ابطال کفارہ وغیرہ میں۔ مولوی صاحب نے بیان فرمایا کہ اس کو بھی بقید تحریر کرلو اور کل کو شاید موقع آپڑے تو میری تحریر اور اس تقریر کو کھڑے ہوکر پڑھ دینا اور سوا اسکے اور بھی آپس میں صلاح و مشورے رہے اس حالت میں عشا کی نماز پڑھکر اور کھانا کھاکر سو رہے علے الصباح نماز صبح پڑھکر بمقتضائے

شعر۔ علے الصباح کہ مردم بکار و بار روند + بلاکشانِ محبت بکوے یار روند +

پھر مولوی صاحب نے واعظان مذکورین کو اپنے کام میں مصروف ہونے کی صلاح دی چنانچہ ان حضرات نے میلہ میں جاکر کما ینبغی حق اسلام ادا کیا جزاہم اللہ عن جملۃ المومنین خیر الجزا اگرچہ بظاہر ایک امر وہمی معلوم ہوتا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس دن اُسی وقت سے کیفیت دگرگون معلوم ہوتی تھی بہر حال ۹ بجے تک برابر وعظ درس کا شور تمام میلہ میں رہا۔ پادری لوگ بھی میلہ میں پھرتے تھے لیکن جدہر گذر ہوتا تھا عوام لوگ یہی کہتے تھے کہ پادری صاحب ہم کو ہی دھمکانے کو تھے اب تو کچھ بولئے اور جملہ ہنود بھی خوش تھے۔ اگرچہ اُنکا خوش ہونا۔ از قبیل

چو موش بر سر دکان روستا خورسند + تھا +

ہیں اور لیاقت علمی اور فن مناظرہ میں عمدہ مناسبت رکھتے ہیں ایک تحریر لکھ کر لائے تھے اور مولوی محمد قاسم صاحب وغیرہ کو سنائی تھی وہ تقریر تو خوب یاد نہیں ناتمام سی ایک بات یاد ہے شاید اس قسم کی بات تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے تو یہود نے انکار کیا اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہود و نصاریٰ دونوں نے انکار کیا اس سے زیادہ افسوس کچھ یاد نہ رہا اگر یاد رہتی تو وہ بھی ایک دلچسپ بات تھی غرض وہ تقریر باہم سُنی سنائی گئی تھی اور یہ ٹھیری تھی کہ آج بجائے وعظ یا جس طرح ہو سکے یہ بھی پڑھی جائے اسلئے مولوی محمد قاسم صاحب نے جناب قاضی صاحب سے فرمایا آپ تشریف لائیں اور تحریر مسطور سُنائیں۔ قاضی صاحب آگے بڑھے مگر پادری صاحب نے پوچھا آپ بھی اُنہیں پنجتن میں ہیں جو اس کام کے لئے مخصوص ہوئے ہیں قاضی صاحب نے فرمایا کوئی نہیں۔ پادری صاحب نے فرمایا پھر آپ کیوں تشریف لائے ہیں قاضی صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا انکو گفتگو کی اجازت ہے یہ مجکو اجازت دیتے ہیں پادری صاحب نے فرمایا یہی گفتگو کر سکتے ہیں آپ کو اجازت نہیں ہو سکتی۔ اسلئے مولوی محمد قاسم صاحب ہی کو کھڑا ہونا پڑا۔ اسپر جناب مولوی احمد علی صاحب وکیل عدالت نے ارشاد فرمایا آج آپ اپنے مذہب کے فضائل ہی بیان فرمائیں کسی پر اعتراض نہ فرمائیں۔ قصہ کوتاہ جناب مولوی محمد قاسم صاحب اُس میز کے پاس تشریف لے گئے جہاں واعظ کھڑا ہو کر وعظ کہتا تھا اور نام خدا توحید و رسالت کا ذکر چھیڑا۔ توحید کے متعلق جو کچھ گفتگو اس دن ہوئی وہ خوب تو یاد نہیں رہی پر اغلب یہ ہے کہ روز اول کی گفتگو کے قریب قریب تھی مگر ہاں اسی کے ساتھ یہ بھی بیان تھا کہ مسلمان توحید کے اوپر اس درجہ کو مستقیم ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں افضل سمجھتے ہیں اور بعد خداوند عالم اُنہیں کو جانتے ہیں مگر بایں ہمہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بھی جو اداب عبودیت میں سے ادنے درجہ کا ادب ہے اُنکے لئے جائز نہیں سمجھتے پھر اُسکے بعد ضرورت رسالت میں غالباً وہی تقریر بیان کرکے جو اول روز بیان کی تھی ایک تقریر بیان کی جسکا حاصل یہ ہے کہ اب اسکا دیکھنا ضرور رہے کہ کون نبی ہے کون نہیں مگر یہ بات بے تنقیح اصل و بنا نبوۃ معلوم نہیں ہو سکتا

واقعہ میلہ خدا شناسی

جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب معروف بہ مولوی منصور علی صاحب و مولوی سید احمد علی صاحب و مرزا موحد صاحب یہ تین صاحب مناظرہ اہل کتاب میں بطور الزام دستگاہ کامل رکھتے تھے اور دو علما میں سے ایک تو مولوی سید احمد حسن صاحب امروہی دوسرے مولوی محمد قاسم صاحب مگر اس وقت بیک وجہ یہ نام انکا نہیں لکھا گیا بجائے مولوی محمد قاسم صاحب حافظ خورشید حسین صاحب لکھا گیا۔ اور پادریوں میں سے۔ اول تو پادری نولس صاحب چار اور جنکے نام یاد نہیں رہے علے ہذا القیاس ہنود میں سے بھی پانچ آدمی مقرر ہوئے بلکہ بوجہ اجتماع فرقہائے چند ہنود اس بات کے خواستگار ہوئے کہ ہمارا ہر فرقہ جدا ہے ہر ایک فرقے میں سے پانچ پانچ آدمی چاہئیں چنانچہ اسی کے موافق قرار پایا قصہ کوتاہ پادری صاحب جب بیان تغیر و تبدیل قوانین جلسہ سے فارغ ہوئے تو اہل اسلام کی طرف سے یہ استدعا ہوئی کہ پادری صاحب کے ذمہ ہمارے کل کے اعتراض باقی ہیں بغرض اتمام کلام انکا جواب اول چاہیئے۔ پادری صاحب نے فرمایا کل کی بات کل کے ساتھ گئی۔ اس میں فریقین سے اصرار و انکار رہا اور اس وجہ سے بعض اہل اسلام کبیدہ ہو کر یہ چاہتے تھے کہ اگر یہی نا انصافی ہے تو آج کی گفتگو میں اس سے زیادہ اور کیا ہوگا۔ جسکی توقع پر بیٹھے رہیئے اس سے تو اٹھ جانا ہی بہتر ہے مگر مولوی محمد قاسم صاحب نے انکی نہ مانی اور پادری صاحب سے کہا اچھا یہی سہی پر خود کھڑے ہو کر باواز بلند تمام حاضران جلسہ سے یہ کہا۔ صاحبو کل کے ہمارے اعتراضوں کا جواب پادری صاحب عنایت نہیں فرماتے ہمکو پادری صاحب کے انصاف سے یہ توقع نہ تھی مگر جب نہیں ملتے تو کیا کیجیے بمجبوری ہم صبر کرتے ہیں اور تازہ گفتگو کی اجازت دیتے ہیں ادھر موتی میاں صاحب سے یہ کہا آپ اس بات کو لکھ لیجیے۔ اسکے بعد شاید بعض اہل اسلام نے یہ کہا کہ مولوی محمد قاسم صاحب کی کل کی تقریر بوجہ کوتاہی وقت نا تمام رہ گئی تھی وہی پوری ہو جائے پادری صاحب نے بھی شاید اسکو غنیمت سمجھا فرمایا اچھا آج اہل اسلام ہی اول بیان کریں اس لئے اہل اسلام نے مولوی محمد قاسم صاحب کو اشارہ کیا بسم اللہ مگر گفتگو کے خیمہ میں آنے سے پیشتر جناب قاضی سرفراز علی صاحب شاہجہاں پوری جو کبھی ایک بڑے رئیس تھے غدر میں بگڑ گئے

کمال پر ہے۔ مگر ہم نے غور سے دیکھا تو اخلاق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو بڑھ کر نہ پایا۔ آپ کے اخلاق کی ایک تو یہی بڑی دلیل ہے جو اوروں کے نزدیک موجب اعتراض ہے اور لوگ جہاد کو بڑا اعتراض اس مذہب پر سمجھتے ہیں مگر قطع نظر اس سے کہ جہاد اور دینوں میں بھی تھا اور عقل سلیم کے نزدیک بیشک ایک عمدہ سامان تہذیب عالم اور ذریعۂ رفع شرک و الحاد و فتنہ و فساد ہے بے لشکر جرار ممکن نہ تھا سو یہ لشکر جرار جس نے روم و شام و عراق و ایران و مصر و یمن کو زیر و زبر کر دیا آپ کو کیونکر میسر آیا بظاہر سامان فراہمی لشکر دنیا میں دو دیکھتے ہیں مال دولت یا حکومت کی جبر و تعدی سو آپ میں دونوں نہ تھے آپ کہیں کے بادشاہ نہ تھے بادشاہزادے نہ تھے تاجر نہ تھے جاگیردار نہ تھے تعلقہ دار نہ تھے جو یوں کہیے لشکر نوکر رکھا اور یہ کار نمایاں کر دکھایا حاکم نہ تھے جابر نہ تھے جو یوں کہیے ایک ایک دو دو آدمی گھر پیچھے مثلاً جیسے بعض سلطنتوں کے قصے سنتے ہیں منگا بھیجے اور یہ سانحہ برپا کیا بجز اخلاق اور کیا چیز تھی جس نے یہ تسخیر کی اور برابر کے بھائیوں کو ایسا مسخر کر دیا کہ جہاں آپکا پسینا گرے وہاں خون گرائیں پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دو روز کا ولولہ تھا ہو چکا عمر بھر یہی کیفیت رہی آپ ہی کے پیچھے گھر سے بے گھر ہوئے زن و فرزند کو چھوڑا گھر بار سب پر خاک ڈالی خویش و اقربا سے لڑے انکو مارا یا انکے ہاتھوں سے مارے گئے یہ آپ کے اخلاق اور آپ کی محبت نہ تھی تو اور کیا تھا غرض ملک عرب جیسے بے پیروں خودسروں کو ایسا مٹھی میں لیا کہ کسی نرم مزاج غریب طبیعت کے لوگوں کے کسی گروہ کی نسبت بھی ایسی تسخیر آج تک کسی نے نہ سنی ہوگی ایسے اخلاق کوئی بتلائے تو سہی۔ حضرت آدم علیہ السلام میں تھے یا حضرت نوح علیہ السلام میں تھے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تھے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تھے یا کسی اور میں تھے انصاف سے کوئی صاحب بتلائیں تو سہی اس قسم کے اخلاق کا کوئی اور شخص ہوا ہے۔ یہی تقریر ہو رہی تھی اور لوگوں پر ایک کیفیت تھی ہر کوئی ہمہ تن گوش ہوکے مولوی صاحب کی جانب تک رہا تھا کسی کی آنکھوں میں سننے میں آنسو۔ کسی کی آنکھوں میں حیرت۔ پادریوں کہ یہ حالت کہ ششدر بے حس و حرکت۔ جو پادری صاحب نے

سو بظاہر دو احتمال ہیں مبنار نبوۃ یا تو معجزات ہوں یا اعمال صالحہ معجزات پر تو مبنی نہیں کہہ سکتے بنار نبوت معجزات پر ہو تو یہ معنی ہوں کہ اول معجزہ ظاہر ہو لے جب نبوت عنایت ہو مگر سب جانتے ہیں کہ امتحان معجزات کے بعد نبوت عنایت نہیں ہوتی بلکہ عطار نبوت کے بعد معجزات عنایت ہوتے ہیں۔ علی ہذا القیاس اعمال صالحہ کو مبنار نبوت نہیں کہہ سکتے۔ عمل صالح اُسی کو کہتے ہیں جو خدا کے موافق مرضی ہو سو خدا کے حکم احکام کے معلوم ہونے کے لئے ہی تو نبوت کی ضرورت پڑی ہے اور اعمال صالحہ کا علم اور اُنکی تعمیل خود نبوت پر موقوف ہے نبوت اُنپر کیونکر موقوف ہوگی جو اُنکو مبنار نبوت کہئے اور سوا اعمال و معجزات اس کام کے لئے اگر نظر پڑتی ہے تو اخلاق حمیدہ پر پڑتی ہے اُنکا حصول نبوت پر موقوف نہیں آدمی کی ذات کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اگر کسی کے اخلاق حمیدہ یعنی موافق مرضی خداوندی ہونگے تو پھر نظر عنایت خداوندی اسکے حال پر کیوں نہ ہوگی لیکن اتنی بات اور قابل گذارش ہے کہ جیسے انوار میں باہم فرق مراتب ہے آفتاب و قمر و کواکب و آئینہائے قلعی دار و ذرات و زمین میں دیکھئے کتنا فرق ہے ایسے ہی اخلاق میں بنی آدم باہم متفاوت ہیں سو جو لوگ فہم و اخلاق میں بمنزلۂ شمس و قمر و کواکب ہوں وہ تو نبی ہو سکتے ہیں اور جو لوگ بمنزلۂ آئینہ و ذرہ و زمین مستفیض ہوں وہ لوگ سب امتی ہونگے یوں کوئی ولی یا صالح ہو تو ہو غرض انبیا کی حقیقت امتیوں کے حقائق کے فہم و اخلاق کی اصل ہوتی ہے جیسے آفتاب و قمر و کواکب آئینوں اور ذرّوں اور زمین کے انوار کی اصل ہیں سو جو لوگ دربارۂ اخلاق اصل ہوں قابل انعام ہونگے کیونکہ جب اوروں سے اوپر ہوئے تو خداوند عالم جو سب سے عالی مراتب ہے اُن سے بہ نسبت اوروں کے قریب ہوگا اسلئے تقرب مشار الیہ جو نبیوں کو ضرور ہے اُنہیں کو میسر آئیگا اور خلافت خداوندی کے مستحق وہی ہونگے کیونکہ بادشاہ کی ماتحتی اور اُسکی خلافت بجز مقربان درگاہ اور کسی کو میسر نہیں آسکتی سو نبوت میں بجز خلافت خداوندی اور کیا ہوتا ہے جیسے حکام ماتحت کے احکام بعینہ وہ احکام بادشاہی ہوتے ہیں ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کے احکام بعینہ احکام خداتعالی ہوتے ہیں۔ بالجملہ بنار نبوت اخلاق حمیدہ کے

میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اس اعتراض کو بھی پیش کریجیے ہم انشاء اللہ اسکا بھی جواب دینگے یہ کہہ کر کہا اب فرمایئے آخر پادری صاحب نے یہ مضمون ادا کیا کہ اگر تقدیر کو مانیے تو بندہ بے گناہ اور خدا ظالم ہوگا جو پہلے سے بہت سے آدمیوں کو جہنم کے لئے تجویز کر لیا اور پھر اسی کے موافق کیا اسکو نکالنا تھا نہ دھکا دینا تھا علاوہ بریں آدمی سب ایک سے ہیں جیسے سارے آدمیوں کے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان ایک سے ہیں ایسے ہی روحوں کو بھی سمجھئے۔ غرض یہ فرق کفر و ایمان پہلے سے نہیں اپنے آپ کوئی مومن ہو جاؤ یا کافر ہو جاؤ۔ جس وقت پادری صاحب یہ فرما رہے تھے کہ سب آدمیوں کی آنکھ ناک ایک سی ہیں تو مولوی نعمان خاں صاحب کیا فرماتے ہیں پادری صاحب مجکو اور اپنے آپ کو مستثنیٰ کریجیے میں بھی گنجا ہوں آپ بھی گنجے ہیں یا اس قسم کی بات کسی اور کرسٹان نے کہی تھی۔ اسپر مولوی صاحب نے یہ فرمایا سو پادری صاحب بھی متبسم کرنے لگے اور ماسٹر جعل وغیرہ کرسٹان جو انکے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے بہت ہی ہنسے۔ مگر پادری صاحب اپنی کہے چلے جاتے تھے جو پندرہ منٹ ہو چکے اپنے نزدیک مضمون کو ناتمام سمجھ کر مولوی محمد قاسم صاحب وغیرہ کی طرف مخاطب ہو کر کیا کہتے ہیں اگر آپ صاحب مہربانی فرما کر کچھ اور مہلت دیں تو ہم کچھ اور بیان کر لیں۔ اسپر اوروں کی تو رائے نہ تھی کہ انکو مہلت دی جائے یعنی جب وہ ہم کو مہلت نہیں دیتے تو ہم کیوں دیں۔ اچھا ان کا بھی مضمون ناتمام ہی رہے مگر مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ سمجھ کر کہ ہم انکو مہلت دینگے تو یہ بھی ہم کو مہلت دینگے پھر ہم انشاء اللہ بہت کچھ بیان کر لیں گے اِدھر انکو اس بات کے کہنے کی گنجایش نہ رہیگی کہ ہمارے اعتراض بیان نہ ہونے پائے ورنہ حقیقت معلوم ہوتی یہ کہا پادری صاحب ہم آپ کی طرح نہیں کہ اجازت ہی نہ دیں ہماری طرف سے اجازت ہے آپ پندرہ منٹ کی جگہ بیس منٹ بیان کریں پچیس منٹ بیان کریں تیس منٹ بیان کریں آپ حسب دلخواہ بیان کر لیں ہم انشاء اللہ سب کا جواب دینگے قصہ کوتاہ پادری صاحب نے اُس ایک مضمون کو بہت دیر تک بیان کیا اور اپنا سا خوب زور مارا انیس منٹ جب ہو چکے تب چپکے ہوئے۔ وہ بیٹھے اور جناب مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے

[illegible]

اطلاع دی آپکا وقت ہوچکا سُننے والوں کو ارمان رہ گیا۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا صاحبو
تنگیٔ وقت سے معذور ہوں ورنہ انشاءاللہ شام کردیتا جو کچھ کہا دریا میں کا ایک قطرہ سمجھئے۔ موتی میاں
صاحب نے پکار کر کہا صاحبو سُنلو جو کچھ بیان ہوا یہ دریا میں کا ایک قطرہ ہے۔ خیر جناب مولوی
محمد قاسم صاحب تو اپنی جائے پر جا بیٹھے اور پادری نولس صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا واقعی
مسلمانوں میں توحید بہت عمدہ ہے پر کاش اسکے ساتھ تثلیث کا بھی ان میں اعتقاد ہوتا پھر اسکے
بعد اول تو عہد عتیق کی کسی کتاب کا حوالہ دیکر کہا کہ دیکھو اس سے بھی تثلیث ثابت ہوتی ہے۔ اسکے
بعد دلائل عقلیہ پر جھکے اور بزعم خود یہ ثابت کیا کہ توحید بے تثلیث سمجھ ہی میں نہیں آتی اور توحید
بے تثلیث ممکن ہی نہیں فرماتے ہیں دیکھو ہم ایک ہندسہ لکھتے ہیں اور اُس میں طول بھی ہوتا ہے
عمق بھی ہوتا ہے وہ ہندسہ ایک ہے پر بے ان تین باتوں کے موجود نہیں ہوسکتا۔ آدمی کی روح
ایک ہے مگر اُس میں خواہش بھی ہے قوت خیالیہ بھی ہے اور خدا جانے ایک کوئی اور چیز کہی اور
کہا دیکھو روح ایک ہے پر بے ان تین باتوں کے ہو نہیں سکتی۔ دیکھو درخت ایک ہے پر اُس میں
جڑ بھی ہے شاخیں بھی ہیں پتے بھی ہیں۔ وہ ایک بے ان تین چیزوں کے نہیں ہوتا۔ غرض
اثبات تثلیث میں یہ دل فریب باتیں کرتے کرتے تقدیر کے مسئلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا کہ
مسلمانوں کے مذہب میں ایک اور نقصان ہے کہ ان کے ہاں تقدیر کی تعلیم کی جاتی ہے اور اسکی
سند میں کہا سورہ تغابن میں ہے ہوالذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن جسکے یہ معنی ہیں اللہ وہ ہے
جس نے پیدا کیا تم کو اس طرح کہ کوئی تم میں سے کافر اور کوئی مومن۔ اسپر مولوی محمد قاسم صاحب
بولے پادری صاحب میں کچھ عرض کیا چاہتا ہوں ایک دو بات کہہ لوں پھر آپ فرمایئے جائیگا۔
کل آپ ہم پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ آپ نے اپنے مذہب کے فضائل نہ بیان کئے ہم پر اعتراض
کردیئے آج آپ نے بھی وہی شیوہ اختیار کیا دوسرے اس مسئلہ تقدیر کو پیش کرنا آپکی مغلوبیت
کے آثار میں سے ہے پادری صاحبوں کی یہ آخری چال ہوتی ہے جب سب طرف سے مجبور ہوجاتے
ہیں تو تقدیر کے مسئلہ کو پیش کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اہل اسلام کو اسکا جواب نہ آئیگا مگر

ایک جا اکٹھے ہیں اور نظر سرسری اجمالی میں ہر جگہ وہ تینوں ایک نظر آتی ہیں اور باہم متمیز نہیں ہوتیں یا ورنہ حقیقت میں سب مثالوں میں مضامین مختلفہ مجتمع ہیں عقل حقیقت بیں کی نزدیک ہنوز بدستور ایک دوسرے سے متمیز ہے یعنی ہر ایک کے آثار و لوازم جدے جدے ہیں ہر ایک سے جدی بات مطلوب ہے خواہش نفسانی کا مثلاً کچھ اور کام ہے اور قوت خیالیہ کا کچھ اور اگر بعد اجتماع کثرت نہ رہتی وحدت ہو جاتی تو یہ تین مطلب کاہے کو حاصل ہوتے اسی طرح اور مثالوں کو سمجھ لیجے۔ الغرض طول عرض عمق تین مضمون ایک جا اکٹھے ہو گئے ہیں اور اسی طرح جڑ اور شاخیں اور پتے تین جدی جدی باتیں ایک جا اکٹھی ہو گئی ہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے (اہل فہم کو معلوم ہوگا کہ درخت کی مثال میں ہر ایک کی جدائی ایسی ظاہر ہے کہ آنکھوں سے بھی معلوم ہوتی ہے) علاوہ بریں اگر یہی اتحاد اور وحدت ہے تو ایسا اتحاد اور وحدت تو اور اعداد میں بھی پایا جاتا ہے تین ہی کی کیا خصوصیت ہے جو تثلیث کا تو اعتقاد ہے اور تربیع و تخمیس وغیرہ سے انکار پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان فرمائیں اُنہیں کو غور کیجے تو تین سے زیادہ زیادہ مضمون مجتمع ہیں ایک کا ہندسہ اگر لکھتے ہیں تو سوا طول وعرض و عمق موہوم کے اُس میں سیاہی اور سیاہی کی چمک اور خوبصورتی وغیرہ بھی پائی جاتی ہیں ایک جان میں کتنی صفات اور احوال ہوتے ہیں ایک پادری صاحب میں کس قدر اخلاق حمیدہ ہیں اور ایک خدا تعالیٰ میں کتنی صفات کمال ہیں۔ ایک درخت میں ہزاروں شاخیں ہزاروں پتے ہیں ہزاروں پھول ہیں اور پھر ہر شاخ و برگ اور پھل پھول میں کس قدر رگیں اور رنگتیں ہیں علیٰ ہذا القیاس یہ ایک خیمہ ہے اور اس میں کتنی چوبیں ہیں اور کتنے آدمی ہیں ایک کے ہندسہ میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ایک کا ایک روح انسانی میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ایک کی ایک ذات خداوندی میں غیر متناہی صفات کمال ہیں اور پھر ایک کی ایک پادری صاحب میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ایک کے ایک درخت میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ایک کا ایک اگر یہی اجتماع کثرت حقیقی اور وحدت حقیقی ہے تو پادری صاحب نے تثلیث ہی پر کیوں قناعت فرمائی تربیع تخمیس بلکہ تسدیس و تسبیع و تثمین بلکہ تالیف وغیرہ کا

ہوئے اور ہنس کر یہ فرمایا لیجیے پادری صاحب اب ہمکو بھی تیس منٹ کی اجازت دیجیے لاچار ہوکر پادری صاحب کو اجازت دینی پڑی۔ جناب مولوی محمد قاسم صاحب اُسی میز کے پاس تشریف لیگئے اور اول یہ کہا کہ کل کے جلسہ میں تو ہماری طبیعت بہت کبیدہ تھی۔ پادری صاحبوں کی طرف سے وہ لوگ کھڑے ہوتے تھے جن کو گفتگو کا سلیقہ نہ تھا الفاظ سے اوقات کی خانہ پری کر دیتے تھے۔ مگر ہاں آج ہماری طبیعت بہت محظوظ ہوئی۔ پادری صاحب بہت خوش تقریر اور صاحب سلیقہ ہیں انکی باتوں کے جواب دینے کو ہمارا بھی جی چاہتا ہے مگر باوجود اس لیاقت کے پادری صاحب نے ایسی ایسی غلطیاں کھائی ہیں کہ کیا کہیے۔ میں بغرض توہین پادری صاحب نہیں کہتا امر واقعی بیان کرتا ہوں۔ پادری صاحب کا دعوے کچھ ہے اور دلیل کچھ ہے سوال از آسمان جواب از ریسمان دعوے تو یہ کرتے ہیں کہ جیسے ہمارا خدا واحد حقیقی ہے ایسے ہی وہ باوجود وحدۃ حقیقی کے کثیر بھی حقیقی ہے یعنی حقیقت میں تین بھی ہے سو اس اجتماع وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کے لیئے پادری صاحب نے دلیل بیان کی تو وہ کی جس سے کثرت حقیقی اور وحدت اعتباری کا اجتماع ثابت ہوتا ہے نہ اصل مطلب کا اثبات۔ پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان فرمائیں سب اسی قسم کی ہیں توضیح کے لیئے اول ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ سُنیئے اگر شکر ایک برتن میں ہو اور کیوڑہ ایک برتن میں اور پانی ایک برتن میں اور پھر ان تینوں کو ایک کٹورے میں ڈال کر شربت بنائیں تو گو دیکھنے میں وہ تینوں فی الحال ایک چیز نظر آتی ہیں مگر عقل صائب ہنوز ان تینوں چیزوں کو بدستور کثیر مختلف الحقیقت سمجھتی ہے۔ غرض ان تین چیزوں کو تین مزوں کے لئے ملایا ہے اگر وہ تینوں شربت بن جانے کے وقت تین نہ رہتیں تو وہ تین باتیں جو مطلوب تھیں یعنی شیرینی اور خوشبو اور تسکین حرارت یا یوں کہیئے رفع تشنگی کاہے کو حاصل ہوتیں کچھ اور ہی بات ہوجاتی سو جیسے یہاں تین چیزیں ایک ظرف میں اکٹھی ہو گئیں ہیں اور اس وجہ سے باوجود کثرت اور تثلیث حقیقی کے مشاہدہ کے وقت ایک نظر آتی ہیں اور آنکھ سے ہر ایک جزو کو جدا جدا تمیز نہیں کر سکتے ایسے ہی پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان فرمائیں اُن میں تین تین چیزیں

جھوٹ۔ فریب۔ زنا۔ اغلام وغیرہ گناہان اور مخالفت خدا و انبیا کا طاعت و عبادت ہونا بھی
واجب التسلیم ہوگا کیونکہ ان باتوں کا طاعت و عبادت ہونا اس قدر دور از عقل نہیں جس قدر
وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کا اجتماع دور از عقل ہے یہ کیا انصاف ہے کہ تثلیث اور کفارہ کو تو
باوجود مخالفت عقل ہاں لیجیے اور دین محمدی کو جسپر مخالفت عقل سلیم کوئی اعتراض وارد نہیں
ہوسکتا تسلیم نہ کیجیے باوجود اجتماع خورد نوش اور اضطرار بول و براز و مرض و موت اور بیچارگی
وقت قتل حضرت عیسی علیہ السلام کی الوہیت کو تسلیم کرلیں اور انکے اقرار عبودیت اور بنی آدم
ہونے پر بھی کچھ خیال نہ کریں اور باوجود ظہور معجزات اور دلالت اخلاق و افعال و دیگر علامات و
عدم مخالفت عقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں تامل ہو عقل رہبر دین و دنیا ہے
اسکی مخالفت پر کمر باندھی تو پھر وہ کیا چیز ہے جسکا اتباع کیا جائیگا پھر اسکے بعد اعتراض متعلق
مسئلہ تقدیر کی نوبت آئی مگر غالباً مولوی صاحب نے پھر یہ کہا کہ پادری صاحبوں کا دستور ہے
کہ جب کچھ بن نہیں پڑتی تو مسئلہ تقدیر کو لے دوڑتے ہیں یہ آخری چال اور آخری تدبیر ان
صاحبوں کی ہوتی ہے پادری صاحب کی مغلوبیت کی نشانی ہے جو اس مسئلہ کی نوبت آئی مگر
بنام خدا ہم بھی انشاء اللہ اسکا جواب شافی دیتے ہیں ہاں بوجہ تنگی وقت اور نیز لحاظ حاضرین
باریک مضامین کے بیان کرنے سے تو میں معذور رہوں ایک دو موٹی بات عرض کرتا ہوں۔ اسپر
ایک دیسی پادری صاحب جن کے گلے میں فوجی تمغہ پڑا ہوا تھا نام انکا یاد نہیں اینگٹ تھا یا کچھ اور
بولے آپ پہلو تہی کرتے ہیں۔ مولوی احمد حسن صاحب امروہی کو اسپر غصہ آگیا دو چار ترش باتیں
انکو سنائیں۔ مگر جناب مولوی محمد قاسم صاحب نے مولوی صاحب کو تھاما اور کہا آپ کو نہیں کہتے
مجکو کہتے ہیں ادھر پادری صاحب موصوف سے کہا آپ بڑے پادری صاحب سے اجازت
دلوائیں پھر دیکھیں میں پہلو تہی کرتا ہوں یا بیان کرتا ہوں قصہ کوتاہ پادری صاحب موصوف تو
کچھ نہ بولے اور جناب مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنا مطلب شروع کیا الغرض توضیح اول ایک
مثال بیان کی اور یہ کہا فرض کرو ایک قطعہ زمین کسی شخص کا افتادہ ہے جس میں مکان و دیوار

اعتقاد بھی پادری صاحب کو ضرور تھا پھر اسپر پادری صاحب نے یہ کیسی الٹی بات کہی کہ توحید بے تثلیث کے نہیں ہو سکتی اگر کہنا تھا تو یہ کہنا تھا کہ تثلیث بے توحید سمجھ میں نہیں آتی اور ممکن ہی نہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ ثلثہ تین واحدوں کو کہتے ہیں تین واحدوں کے اکٹھے ہو جانے سے ثلثہ بن جاتا ہے یعنی تین واحد کے اجتماع سے تین کا عدد حاصل ہوتا ہے سو اس سے ظاہر ہے کہ تین کا سمجھنا اور تین کا وجود بے واحد ممکن نہیں اور ایک کا وجود اور ایک کا سمجھ لینا بے تین کے متصور ہے اور ان سب باتوں سے قطع نظر کیجے وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کا ایک شے میں مجتمع ہونا محال ہے جیسے ایک وقت میں ایک شے کا ہونا اور نہ ہونا اور ایک وقت میں ایک جا پر دھوپ اور سایہ کا ہونا اور گرمی اور سردی کا ہونا محال ہے کسی عاقل کی عقل اُسکو تجویز نہیں کر سکتی ایسے ہی وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کے اجتماع کو کسی کی عقل تجویز نہیں کر سکتی علاوہ بریں جاہلوں کو ہر فن میں اُس فن کے اہل کمال کا اتباع اور تقلید ضروری ہے اس نظر سے بھی اس اجتماع کے محال ہونے کو ماننا لازم تھا کیونکہ یہ مسئلہ منجملہ مسائل معقول ہے سو تمام معقولیوں کا اسپر اتفاق ہے کہ اجتماع النقیضین اور اجتماع الضدین محال ہے۔ پھر جب وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی دونوں باہم متضاد ہوں تو ان دونوں کا ایک جا پر اجتماع کیونکر تسلیم کیا جائے۔ حاصل تقریر متعلق تثلیث تو ہو چکا لیکن بغرض توضیح راقم کے یہ گذارش ہے کہ اگر کوئی کم عقل بھی یہ تجویز کر سکے کہ وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی میں تضاد نہیں تو البتہ معتقدان تثلیث کو اہل عقل نہ سہی دیوانوں ہی کے سامنے مُنہ کرنے کی گنجائش ملتی مگر جب کوئی شخص بھی اس مضمون کو تجویز نہ کر سکے تو پھر خدا جانے کس بھروسہ اس مسئلہ کو اہل توحید کے سامنے پیش کیا کرتے ہیں۔ تمام جہاں کے مذاہب کو دیکھئے تو گو کوئی مذہب کتنا ہی باطل کیوں نہ ہو پر اُس میں بھی ایسا مسئلہ مخالف عقل نہ ہوگا جیسا مسئلہ تثلیث مخالف عقل ہے مگر افسوس صد افسوس ایسی بات تو قبول کر لیں اور ایسے ایسے پوچ اعتراض کریں۔ جن کے لئے اہل عقل کے نزدیک جواب کی حاجت ہی نہ ہو۔ اگر اس قسم کی باتوں کا بھی تسلیم کر لینا انسان کے ذمہ ہے تو ظلم۔ قتل

مالکیت بھی برائے نام اور قبضہ و تصرف بھی برائے نام بیع و شرار سے ملک اور قبضہ اُٹھ جائے مرجائیں تو ملک اور قبضہ اُٹھ جائے پھر مکان کا وجود بانی مکان کے وجود کا تابع نہیں بانی مکان مرجائے تو مکان نہیں مرتا اسپر تو یہ حکم ہو خداوند مالک الملک کا قبضہ بھی ایسا کہ اُٹھ نہیں سکتا ملک بھی ایسی کہ زوال کا احتمال نہیں بلکہ جیسے آفتاب دھوپ پر اس بُعد پر کہ لاکھوں کوس اُس سے دُور ہے اسطرح قابض ہے کہ آئے تو ساتھ لائے اور جائے تو ساتھ لیجائے اور زمین باوجود اس قرب کے کہ اُس میں اور دھوپ میں کوئی حجاب نہیں اتنا بھی دھوپ پر اختیار نہیں رکھتی کہ گھڑی دو گھڑی کے لئے ہی رکھ لے آفتاب چلا جائے اور دھوپ نہ جائے ایسے ہی خداوند مالک الملک اور موجودات کے وجود کو سمجھو۔ ہمارے وجود کو باوجودیکہ خدا کے وجود سے علیحدگی ہے یعنی یہ نہیں کہ خدا اور بندے ایک ہوں پھر خدا کے قبض و تصرف میں اسطرح سے ہے کہ اُسکی طرف سے ارادہ ہو تو ملے نہ ہو تو نہ ملے اور ہمارا وجود ہم سے گو اتنا قریب ہے کہ ہم ہیں اور اُسمیں کچھ فاصلہ نہیں کوئی حجاب نہیں مگر پھر ہمارے اختیار میں نہیں خدا چاہے تو ہمسے چھین لے اور ہم چاہیں تو خدا سے اپنا وجود چھین کر رکھ نہیں سکتے یا یوں سمجھو مالک مکان اگر اپنے مکان میں رعیت بسائے تو گو خود اس مکان سے دُور رہے اور رعیت کے لوگ اسمیں رہتے ہیں پر جسقدر مالک مکان اُس مکان پر قابض ہوتا ہے اُسقدر رعیت کے لوگ اُسپر قابض نہیں ہوتے مالک مکان چاہے تو رعیت کو مکان سے نکالدے اور رعیت کے لوگ چاہیں تو بطور خود مالک مکان کو بیدخل نہیں کرسکتے غرض ہمارا وجود گو ہمسے متصل ہو پر ہمارے قبضہ میں نہیں خدا کے قبضہ میں ہے گو اُس سے علیحدہ ہے پھر جیسے قبضہ آفتاب دُھوپ سے اُٹھ نہیں سکتا ایسے ہی خدا کا قبضہ ہمارے وجود سے اُٹھ نہیں سکتا اور جب اُسکا قبضہ ہمارے وجود سے اُٹھ نہیں سکتا تو اُسکی ملک بھی قابلِ زوال نہیں یعنی علت ملک یہی قبضہ کامل ہے جانورانِ صحرائی اور ماہیانِ دریائی وغیرہ اشیاء اگر ملک میں آتی ہیں تو اس قبضہ ہی سے آتی ہیں اور بیع و شراء وغیرہ میں یہ قبضہ ہی منتقل و متبدل ہوجاتا ہے علاوہ بریں جیسے نور زمین جسے دھوپ کہتے ہیں زمین کا خانہ زاد نہیں آفتاب سے مستعار ہے اور آفتاب کا خانہ زاد ہے ایسے ہی ہمارا وجود ہمارا خانہ زاد نہیں ہمارے پاس خدا کی طرف سے مستعار ہے ہاں خدا کا خانہ زاد ہے اور ظاہر ہے کہ مستعار چیز اپنی ملک نہیں ہوتی اُسی کی ملک ہوتی ہے جسکی طرف سے عطا ہوتی ہے یعنی جسکی خانہ زاد ہوتی ہے پھر

[illegible]

کچھ نہیں مالک زمین نے چاہا اس میں مکان بنائیے بحیثیت مالکیت مالک مذکور کو اختیار ہے جس طرف جو چاہے بنائے دالان بنائے چاہے باورچی خانہ چاہے پاخانہ یا غسلخانہ بنائے زمین کی طرف سے کچھ انکار نہیں۔ گویا قطعۂ زمین بزبان حال دو دستہ عرض کرتا ہے میں ہر طرح سے حاضر ہوں جس طرف جو چاہیے بنائیے خیر مالک زمین نے اپنے نزدیک مناسب نامناسب دیکھ کر کہیں دالان در دالان یا آگے پیچھے دالان اور کوٹھا بنایا کہیں کوٹھڑی کہیں باورچیخانہ کہیں غسلخانہ کہیں پاخانہ کہیں بدرو موری کہیں دروازہ بناکر مکان کو تیار کیا مگر جیسے قبل تعمیر صاحب زمین کو اس بات کا اختیار تھا کہ جہاں جو چاہے بنائے ایسے ہی بعد بنا لینے کے اس بات کا اختیار ہے کہ جہاں جو چاہے کرے دالان میں پاخانہ پھرو تو اُسکو انکار نہیں اور پاخانہ میں جاکر جلوس کرو تو اُسکو دشوار نہیں۔ ہاں جیسے بناتے وقت مناسب نامناسب کا لحاظ تھا کام کرتے وقت بھی مناسب نامناسب کا لحاظ ہوگا یعنی پہلے مثلاً اس بات کا خیال تھا کہ اگر موقع بے موقع دالان وغیرہ بنایا جائیگا تو نقشہ مکان ناموزوں ہو جائیگا۔ اب یہ خیال پیش نظر ہوگا کہ اگر موقع بے موقع کام کیا جائیگا تو خلاف تہذیب وعقل سمجھا جائیگا۔ لیکن اس صورت میں اگر فرض کرو پاخانہ کو زبان عنایت کی جائے اور وہ یہ عرض کرے کہ میں نے کیا تقصیر کی ہے جسکے عوض یہ سزا ملتی ہے کہ ہر روز پاخانہ اور نجاست ڈالا جاتا ہے اور دالان اور شہ نشین نے کونسا انعام کا کام کیا ہے جس پر بوریا بچھاکر شطرنجی بچھاتے ہیں اور پھر چاندنی اس پر قالین بچھایا جاتا ہے گاؤ تکئے رکھے جاتے ہیں شیشہ آلات سے آراستہ کرتے ہیں جھاڑ اور فانوس روشن کئے جاتے ہیں گلدستے رکھے جاتے ہیں۔ عطر سے معطر کرتے ہیں۔ گلاب پاشی سے رشک گلزار بنا دیتے ہیں۔ تو میں حاضران جلسہ سے پوچھتا ہوں کہ اس صورت میں مالک زمین و مکان کی طرف سے یہی جواب ہوگا یا کچھ اور کہ تو اسی قابل ہے اور تجھکو اسی لئے بنایا ہے اور دالان اُسی قابل ہے اور اُسکو اُسی لئے بنایا ہے مگر جب ہم تم اس تھوڑے سے نام کی مالکیت کے بھروسے زمین و مکان و پاخانہ پر یہ تحکم کر سکیں تو کیا خداوند مالک الملک وحدہ لاشریک لہ اپنی مخلوقات پر یہ تحکم نہ کر سکیگا ہماری تمہاری

واقعی مطلب اور استغنا کی

پھر اُسپر سب کے سب بے پر حکم و تصرف خالق عالم ہیں علاوہ بریں یہ مثال نہیں اور مثال سہی یہ کہکر دوسری مثال بیان کی پر وہ مثال یاد نہیں آتی ہاں بعد اختتام مباحثہ اس قسم کے مضامین کے بیان میں مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ مثال کئی بار بیان فرمائی کہ بجائے پائخانہ گدھوں کا طویلہ اور سؤروں کی آخور تجویز کرکے وہی سوال و جواب جو پاخانہ اور مالک مکان کے فیمابین فرض کئے تھے فرض کیجے اور پھر دیکھیئے وہ اعتراض کہاں جاتا ہے۔ قصہ کوتاہ مولوی محمد قاسم صاحب کی خوش بیانی اور پادری صاحب کی افسردگی اُسوقت قابلِ دید تھی جب مولوی محمد قاسم صاحب فارغ ہوئے پادری صاحب نے فرمایا کہ اب بھائی ہندو اپنا بیان کریں چنانچہ اسی بات کو سنکر ایک پنڈت موقع گفتگو پر آن کھڑے ہوئے مگر ایک دیسی پادری جو بڑے پادری صاحب کے قریب ہی بیٹھے تھے اور اُن کے اُٹھنے بیٹھنے سے یہ نمایاں تھا کہ بعد پادری نول صاحب انہیں کا رتبہ ہے پادری صاحب کیطرف جھک کر کان میں کچھ فرمانے لگے ظاہرا یہ معلوم ہوتا تھا کہ دفع بدنامی کے لئے اس بات کے خواستگار تھے کہ بنے یا نہ بنے کچھ غلط صحیح بیان کرکے بات بنانی چاہیئے ورنہ یہی مشہور ہوگا کہ مسلمانوں کی بات کا جواب نہ آیا خیر پادری صاحب اُن صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں یہ بھائی کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا بیان کریں مگر پھر ہم بھی کچھ بیان کرینگے خیر کچھ گفت و شنود کی بعد وہ پادری صاحب فرمانے پر آئے تو کیا فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب نے منطق کی بہت سی دلیلیں بیان کی ہیں اور منطق ایسا علم ہے کہ اُسکی بہت سی باتیں کسیکی سمجھ میں نہیں آتیں اور دلیلیں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک مطلک ایک مکید مطلک وہ ہے جو احاطہ کے اندر ہو اور مکید وہ ہے

یعنی مطلق یعنی مقید

جو احاطہ سے باہر ہو غرض صحۃ لفظی اور صحۃ معنوی دونوں بدرجہ تمام نہیں قاف کے بدلے کاف سے کام لیتے تھے اور مطلق کی تفسیر میں مقید کے معنی اور مقید کی تفسیر میں مطلق کے معنی بیان فرماتے تھے اُسوقت مولوی رحیم اللہ صاحب مولوی فخر الحسن صاحب اور مولوی محمود حسن صاحب کی طرف دیکھ کر ہنسے اور وہ بھی ہنسے اسپر مولوی محمد قاسم صاحب نے ارادہ کیا کہ کچھ بیان کریں غرض یہ تھی کہ تمنے منطق جاننے والے دیکھے نہیں تم منطق کی باتوں کے سمجھنے کو کہتے ہو فضل الٰہی اب بھی ایسے ایسے آدمی

اسپر سے اسکا قبضہ اُٹھ نہیں سکتا جو بیع و شرا و ہبہ و تملیک کا احتمال ہو اس صورت میں کیونکر کہہ دیجے کہ خدا کی ملک قابل زوال ہے بلکہ خواہ مخواہ اسکا اقرار ضروری ہے کہ خدا کی ملک ازلی و ابدی ہے الحاصل اس نام کے قبضہ اور مالکیت پر جو ہمیشہ معرض زوال میں ہتی ہے ہمکو اس تحکم کی اجازت ہے اور کسی کو اُسپر اعتراض نہیں تو اُس خداوند عالم مالک الملک کو جسکی مالکیت ازلی و ابدی ہے اور اُسکا قبضہ دائمی اور سرمدی ہے اُسی کے اپنے وجود سے ہم سب کو وجود عنایت کیا اسقدر تحکم کا کیونکر اختیار نہوگا کیا وہ گنہگاروں سے یہ نکہہ سکیگا کہ تم اسی لائق ہو اور تمہیں اسی لئے بنایا ہے اور مطیع و فرمانبردار اُسی لائق ہیں اور اُنہیں اُسی کے لئے بنایا ہے غرض مجموعۂ عالم میں نیک و بد کے اجتماع سے اسطرح موزونی پیدا ہوتی ہے جیسے دالان اور باورچیخانہ وغیرہ کی فراہمی سے مکان کی موزونی پیدا ہوتی ہے جیسے وہاں دونوں کے اجتماع میں کمال مکان ہے ایسے ہی یہاں بھی دونوں کے اجتماع میں کمال عالم ہے اس قسم کی تقریروں کے بعد وقت میں گنجائش نہ رہی تیس منٹ ہو چکے مولوی محمد قاسم صاحب تو بیٹھ گئے پادری نولس صاحب کھڑے ہوئے اور فقط اتنا فرمایا کہ میں جانوں پاخانہ کی مثال اچھی نہیں اور اُسی وقت ایک کرسٹان اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے آہستہ سے بولے اچھا زمین کو نعوذ باللہ خدا کا پاخانہ بنایا۔ مولوی محمد قاسم صاحب یہ سنکر پھر وہیں آموجود ہوئے اور یہ کہا کہ مثالوں میں مناقشہ انصاف سے بہت بعید ہے مالک مکان اور مکانات مثل دالان پاخانہ وغیرہ میں اتنا تو تناسب ہے کہ یہ بھی مخلوق وہ بھی مخلوق خدا میں اور مخلوقات میں اتنا بھی تناسب نہیں وہ خالق تو یہ مخلوق وہ واجب الوجود تو یہ ممکن الوجود انکا رتبہ تو پاخانہ سے بھی کمتر ہے خصوصاً گنہگاروں اور کافروں کا رتبہ تو اس سے بھی کم ہے علاوہ بریں خدا تعالیٰ اور بندوں کی مثالیں سب مذہبوں میں موجود ہیں حاصل اُن مثالوں کا یہی ہوتا ہے کہ خدا کامل ہے اور مخلوقات ناقص حسب مثلہ مثلہ ایسے میں فقط کمال اور نقصان پر نظر ٹھیری اور سوا اسکے اور خصوصیات پر جو خداوند جل مجدہ میں اُنکا تصور منجملہ تصور محالات ہی نظر نہوئی تو مکان کی مثال مذکور میں بھی اتنی ہی بات پر نظر رکھنی چاہئے کہ جیسے مکان کی عمارت میں فرق کامل و ناقص ہے اور پھر اُسپر سب کے سب زیر حکم و زیر تصرف مالک مکان رہتے ہیں نہ کامل کو سرتابی کی گنجائش نہ ناقص کو حکم و تحکم سے انکار ایسے ہی عالم میں بھی فرق کامل و ناقص ہے

(جواب اعتراض [illegible])

جنگل کے جانوروں کو نہیں کھاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے نزدیک بھی گوشت کھانا جائز نہیں اسپر مولوی
احمد حسن صاحب نے کچھ ایسا فرمایا کہ ظلم اُسے کہتے ہیں جو کسی کی چیز کو اُسکی خلاف مرضی اور بلا اجازت تصرف
میں لائے اور اجازت سے تصرف کرے تو اُسکو ظلم نہیں کہتے سو ہم جانوروں کو اگر کھاتے ہیں تو خدا
کی اجازت سے کھاتے ہیں باقی حرم کے جانوروں کا نہ کھانا ایسا ہی جیسا کوئی شخص اپنے محبوب کے کوچہ کے
جانوروں کو باوجودیکہ گوشت کھایا کرتا ہو کچھ نہ کہے اُسکے بعد پادری نولس صاحب نے کھڑے ہو کر کہا شمال
کی طرف بعض اقلیموں میں سردی کی کثرت کے باعث کھیتی گھانس کچھ نہیں ہوتی ہاں جانور البتہ ہوتے ہیں اور
پھر اسپر وہاں بھی آدمی آباد ہیں اگر جانور حلال نہوں تو وہ سب آدمی ضائع ہو جائیں اور خدا تعالی کے
رحم سے بہت بعید ہے کہ ایک مخلوق کو پیدا کرے اور اُنکے کھانے کے لئے کچھ غذا پیدا نہ کرے غرض وہاں
یہی گوشت غذا ہے اگر حلال نہو تو وہاں کے تمام آدمی مرجائیں اسکے بعد جلسہ برخاست ہوا اور اہل اسلام
سے یہ کہا گیا کہ کل گفتگو اور مباحثہ نہوگا۔ اُٹھتے وقت مولوی محمد قاسم صاحب نے پادری صاحب سے کہا ہم آپکے
اخلاق کے بہت مشکور ہیں اور اب ہم رخصت ہوتے ہیں پادری صاحب نے فرمایا میں بھی آپکے اخلاق سے بہت
خوش ہوا اور پھر نام ونشان ومکان پوچھا مولوی صاحب نے اپنا تاریخی نام خورشید حسین بتلایا اور یہ
کہا میں ضلع سہارنپور کا رہنے والا ہوں قصہ مختصر میلا برخاست ہوا باہر آتے ہی مولوی محمد قاسم صاحب کے
گرد ایک ہجوم تھا ہندو مسلمان سب گھیرے کھڑے تھے مسلمانوں کی اُسوقت جو کیفیت تھی سو تھی
مگر ہنود بھی بہت خوش تھے آپس میں کہتے تھے نیلی لنگی والے مولوی نے پادریوں کو خوب مات دی
وہ پنڈت صاحب بھی اُسوقت مولوی صاحب کے پاس آبیٹھے جنہوں نے جلسہ میں یہ کہا تھا کہ میں
سب سے پوچھتا ہوں اور مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف اشارہ کرکے کہا تھا خاص کر انسے اور اُسوقت
یہ کہا کہ میں سچے جی سے مذہب کے مقدمہ میں پوچھنا چاہتا ہوں پر آدمی اُس سے پوچھے جو دوسرے کو
سمجھا سکے یعنی اسلئے مولوی محمد قاسم صاحب کی تخصیص ہے مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا جو کچھ
آپ فرماتے ہیں ہمارے دل کو بھی لگتا ہے اور ہم آپ سے امید رکھتے ہیں کہ جو کچھ ہم کہینگے آپ بھی
اُسکو صداقت ہی پر محمول کرینگے تعصب اور سخن پروری نہ سمجھینگے مگر مذہب کے باب میں اطمینان سے اسکے

موجود ہیں جو منطق کو نئے سرے سے ایجاد کردیں مگر مولوی احمد علی صاحب ساکن نگینہ نے روکا اور یہ کہا کہ
کس کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے ہو حق واضح ہو گیا پھر کاہیکو اُٹھتے ہو غرض اس قسم کی گفتگو آخر جلسہ میں بیان
کی مگر بعد میں مولوی محمد قاسم صاحب سے سُنا کہ پاخانہ کی مثال پر پادری صاحب کس مُنہ سے اعتراض کرتے
ہیں یعنی اُنکا خدا تو بول براز سے منزہ نہیں خدا جانے نہ بیان کرنے کا یہ باعث تھا کہ کسی کو بُرا نہ لگے یا اسوقت
خیال ہی نہ آیا اسکے بعد پھر ہندو کچھ کہتے رہے اور اُنہیں کی تحریروں میں دو بج گئے اول اُس پنڈت نے
ایک تحریر مختصر پڑھی جسکے موقع گفتگو پر آنے کا ہم اول ذکر کر چکے ہیں وہ تحریر ناگری میں لکھی ہوئی تھی
مضمون اُسکا اکثر اہلِ اسلام اس وجہ سے کم سمجھے کہ اُسکے اکثر الفاظ زبان سنسکرت کے تھے اپنی سمجھ
میں جسقدر آیا اور یاد رہا وہ یہ ہے کہ مباحثہ میں نفسانیت نہیں چاہئیے اور شاید اُسی تحریر میں یہ
بھی تھا کہ پادری صاحب جو ترجموں کی کثرت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ انجیل کتاب آسمانی ہے تو اسکا
یہ مطلب ہوا کہ جو چیز کثرت سے ہو وہ اچھی ہوتی ہے حالانکہ کیڑے مکوڑے عالم میں آدمیوں سے زیادہ ہیں
اور افضل بنی آدم ہیں یا یہ مضمون یوں ہی زبانی اُن پنڈت صاحب نے بیان کیا تھا اور اغلب یہی ہے کہ اسوقت
اُن پنڈت صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ میں سب سے پوچھتا ہوں اور مولوی محمد قاسم کیطرف اشارہ کرکے کہا خاص
ان مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ نبوۃ کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے یا اسکے قریب قریب کوئی اور مضمون
تھا اسپر مولوی محمد قاسم صاحب سے پہلے پادری نولس صاحب نے فرمایا کہ یہ تو دیا اخلاق چاہئیں یعنی مولوی
محمد قاسم صاحب کی تقریر کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ انہوں نے بیان تو کر دیا ہے کہ نبوۃ کے لئے اخلاق کی
ضرورت ہے اور اسی کے ساتھ مولوی محمد قاسم صاحب نے بھی یہی کہا سو وہ تو ایک دو بات کے بعد چپ
ہو رہا مگر ایک فقیر سرنگ آئے اور ایک تحریر طویل جو بخط ناگری لکھی ہوئی تھی لائے اور پڑھنی شروع کی
اکثر الفاظ سنسکرت کے تھے اور اُسی زبان کے دوہرے اُسمیں مرقوم تھے اس سبب اکثر اہلِ اسلام
اُسکو پورا پورا نہ سمجھ سکے کسی قدر سمجھ میں آیا تو یہ آیا کہ ہندوؤں کی نسبت دربارۂ اعمال اقوال کچھ دورو یک تھی
باقی علمیت کی بات کوئی نہ تھی اسکے بعد منشی پیارے لال نے ایک تحریر پڑھی اُس میں گوشت کے حلال ہونے پر
یہ اعتراض تھا کہ یہ ظلم ہے اور پھر اُسکے ساتھ یہ بھی تھا کہ اہلِ اسلام حرم کے جانوروں یعنی مکہ معظمہ کے

پادری صاحب نے کہا میں روز دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ میرے دل کو روشن کردے مولوی محمد قاسم صاحب
نے کہا یوں دعا کیجے کہ ان مذاہب مختلفہ میں جونسا مذہب حق ہو وہ روشن ہوجائے اور حق و باطل
متمیز ہوجائے پادری صاحب نے فرمایا میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میرے حق میں اتنا فکر
کیا اور میں آپکی اس بات کو یاد رکھونگا بعد اختتام جلسہ جو پادری صاحب پہلوتہی کا طعنہ دیتے تھے
قریب عصر مولوی محمد قاسم صاحب کے پاس آئے اور یہ فرمایا کہ میں ملنے آیا ہوں اور میں اب رخصت
ہوتا ہوں اب جاؤنگا مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا آپ نے بڑا کرم کیا نام ونشان طرفین سے پوچھے
گئے اسکے بعد پادری صاحب نے فرمایا مولوی صاحب آپ کی تقریر نہایت عمدہ ہے مولوی محمد قاسم
صاحب نے کہا گاہ باشد کہ کودک ناداں ✤ بغلط بر ہدف زند تیرے ✤ اسکے بعد سلام کرکے
رخصت ہوئے اسکے بعد بعضے اور پادری چلتے پھرتے ملے اور ایسا ہی کچھ کہا جب میلہ برخاست
ہونے لگا اور سب اہل اسلام وہاں سے روانہ ہوئے تو میلہ کے ہندو وغیرہ مناظران اہل اسلام
کی طرف اشارہ کرکے اوروں کو بتلاتے تھے کہ یہ ہیں تھوڑی دور چلے تھے کہ گاڑیوں کی قطار سے
بیس قدم پر ایک جوگی جا رہا تھا پاؤں میں کھڑاویں سر پر لمبے لمبے بال برہنہ سر رہا تھا مع دست پناہ
دوچار معتقد اسکے ساتھ مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف اشارہ کرکے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا
جے مولبی ہے اتفاقاً مولوی محمد قاسم صاحب نے نظر ادھر کو پلٹی تو اس نے سلام کیا مولوی محمد قاسم
صاحب نے التفات سے ہاتھ اٹھاکر جواب دیا اس نے جو دیکھا مولوی التفات سے جواب
دیتا ہے تو وہاں سے دوڑا اور گاڑی کا ڈنڈا پکڑ کر گاڑیبان سے کہا تھام دے اس نے اوروں
کو آواز دیکر کہا تھم جاؤ القصہ گاڑیاں تھم گئیں جوگی صاحب بولے تم نے بڑا کام کیا مولوی
محمد قاسم صاحب نے کہا میں نے کیا کیا پرمیشر نے کیا اسنے کہا سچ کہتے ہو پھر جوگی مذکور نے
ہاتھ اٹھاکر چار انگشت سے اشارہ کرکے کہا جب تمنے بولی ماری تو ہمنے دیکھا اسکا یعنی پادری کا
اتنا سا سر سوکھ گیا تھا یا یوں کہا گھٹ گیا تھا مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا تم کہاں تھے خیمہ
کے باہر تھے جوگی نے کہا ہم بھی خیمہ کے اندر تھے پھر مولوی صاحب ممدوح نے فرمایا آپکا نام کیا ہے

متصور نہیں کہ مہینہ پندرہ روز آپ اور ہم ساتھ رہیں اور باہم مذہب کی باتیں کرتے رہیں پنڈت جی نے کہا ہاں ٹھیک ہے اور کسیقدر ہمراہی کا بھی اقرار کیا مگر پھر اُنکا پتا نہ لگا تھوڑی دیر کے بعد موتی میاں صاحب نے آکر فرمایا پادری کہتے تھے کہ گو یہ صاحب یعنی مولوی محمد قاسم صاحب ہمارے خلاف کہتے تھے پر انصاف کی بات یہ ہے کہ ایسی تقریریں اور ایسے مضامین ہمنے نہ سُنی تھے اِدھر مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا پادری باہم کہتے تھے آج ہم مغلوب ہو گئے بعد عصر مرزا موحد صاحب پادری نولس صاحب کے پاس گئے اِدھر اُدھر کی باتیں کرکے یہ کہا توراۃ میں بتصریح تقدیر کا ثبوت ہے پھر آپ نے یہ کیا کیا جو تقدیر کا انکار کیا پادری صاحب نے فرمایا ہاں توراۃ میں تقدیر کا ثبوت موجود ہے مگر عیسائیوں میں دو فرقے ہیں اور اُن دونوں کے کچھ نام بتلائے خوب یاد نہیں ہے اور پھر یہ کہا کہ ہم اُن لوگوں میں ہیں جو منکر تقدیر ہیں مگر اہل فہم خود سمجھ گئے ہونگے کہ اس صورت میں پادری صاحب کا اعتراض بہ نسبت تعلیم تقدیر جو بمقابلہ مولوی محمد قاسم صاحب پیش کیا تھا اور مولوی محمد قاسم صاحب نے اُسکا جواب دنداں شکن دیا تھا فقط اہل اسلام ہی پر نہ رہا بلکہ توراۃ پر بھی اُنکا اعتراض ہوا جسکے باعث خود اُنکے مذہب کی بیخ و بنیاد اُکھڑ گئی۔ اور سُنئے بعد اختتام جلسہ مولوی محمد قاسم صاحب نے موتی میاں صاحب سے کہا یوں جی چاہتا ہے پادری نولس صاحب سے تنہائی میں ملئے اور دعوۃ اسلام کیجے اُنھوں نے پادری صاحب سے کہا ہمارے مولوی صاحب آپ سے تنہا ملنا چاہتے ہیں پادری صاحب نے فرمایا بہتر ہے اسکے بعد مولوی محمد قاسم صاحب پادری صاحب کے خیمہ میں گئے اور اُنکا بیان ہے کہ میں نے پادری صاحب سے یہ کہا کہ ہم آپ کے اخلاق سے بہت خوش ہوئے اور چونکہ اخلاق باعث محبت ہو جاتے ہیں اور محبت باعث خیر خواہی ہو جایا کرتی ہے تو ہمارا جی چاہتا ہے کہ دو کلمے آپ کی خیر خواہی کے آپ سے کہیں اور آپ سنیں پادری صاحب نے کہا کہئے۔ مولوی صاحب نے کہا دین عیسوی سے توبہ کیجے اور دین محمدی اختیار کیجے دنیا چند روز ہے اور عذاب آخرت بہت سخت ہے پادری صاحب نے کہا بیشک اور یہ کہکر چپ ہو رہے مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا اگر ہنوز آپکو تامل ہے تو اللہ سے دعا کیجے کہ حق واضح کر دے اگر آپ اخلاص سے دعا کرینگے تو اللہ تعالی کا وعدہ ہے ضرور حق کو روشن کر دیگا۔

واقعہ میلہ خدا شناسی

اُس نے کہا جانکی داس۔ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا آپ نے بڑی مہربانی کی جو آپ آئے۔
اُس نے کہا ہم تو تمہارے بیٹا بیٹی ہیں یہ کہا اور سلام کرکے چلدیا ✦ سید ظہورالدین صاحب ساکن
شاہجہانپور امروہہ میں جناب مولوی محمد قاسم صاحب سے کہتے تھے۔ ماسٹر جوئل جو مدرسہ انگریزی
شاہجہانپور میں مدرس ہیں کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں ایک عالم دیکھا۔ ایک اور پادری سے
سید صاحب کہتے تھے میں نے پوچھا تم اُس روز کچھ نہ بولے اُنھوں نے کہا ہم کیا کہتے مولوی صاحب
نے کونسی بات چھوڑدی تھی جو ہم بولتے ہمارے پادری نولس ہی کو جواب نہ آیا۔ مولوی عبدالوہاب
ساکن بریلی جناب مولوی محمد قاسم صاحب سے کہتے تھے کہ ایک پادری سے میری ملاقات ہے اور کچھ پتے ایسے
بتلائے جس سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہی پادری اینک تھا جس نے وقت مباحثہ کے پہلو تہی کا طعنہ دینا
چاہا تھا اور پھر بعد اختتام مباحثہ ملنے آیا تھا اور تقریر کی تعریفیں کرتا تھا غرض بعد مباحثہ مولوی
عبدالوہاب صاحب اور اُس پادری کے اتفاق ملاقات ہوا تو مولوی صاحب نے پادری صاحب سے کیفیت جلسہ
پوچھی پادری صاحب نے فرمایا کیا پوچھتے ہو ہمکو بہت سے اس قسم کے جلسوں میں شامل ہونے کا اتفاق ہوا اور
بہت سے علماء اسلام سے اتفاق گفتگو ہوا پر نہ یہ تقریریں سنیں نہ ایسا عالم دیکھا ایک پتلا دُبلا سا آدمی میلے
سے کپڑے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ کچھ عالم ہیں ہم جی میں کہتے تھے کہ یہ کیا بیان کرینگے۔ یہ تو ہم نہیں
کہہ سکتے کہ وہ حق کہتے تھے پر اگر تقریر پر ایمان لایا کرتے تو اس شخص کی تقریر پر ایمان لے آتے اور پھر یہ کہا کہ
تقدیر کے مسئلہ کو پادری جب چھیڑا کرتے ہیں جب کوئی تدبیر غلبہ کی باقی نہیں رہتی پادری نولس صاحب نے
لاچار ہو کر یہ باتیں شروع کی تھیں پر اُس شخص نے ایسا اُن سب کو اڑایا کہ پتا نہ لگنے دیا۔ مولوی محمد احسن
صاحب سے بریلی میں رمضان خاں صاحب جو اکثر اُنکے مکان کے قریب مسجد میں اذان کہا کرتے ہیں
مسجد ہی میں جناب مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمانے لگے کہ مولوی صاحب تو او تار ہوگئے
کھتریوں میں کچھ آدمی شاہجہانپور سے آئے ہیں کیفیت مباحثہ کچھ اس طور بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں
کی طرف سے ایک پتلا سا آدمی میلے سے کپڑے نیلی لُنگی بغل میں دبی ہوئی بیان کرنے کھڑا ہوا ایسی
تقریریں بیان کیں کہ پادریوں کو جواب نہ آیا کوئی اوتار ہوں تو ہوں فقط تمت

واقعہ میلہ خدا شناسی